78831

بسلسلہ سیرت النبیؐ

عقائد

علامہ شبلی نعمانی

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد
پاکستان

۲۹۵۸۶
۴۳۲ ش
24100
66069

یہ کتاب نیشنل بک فاؤنڈیشن نے وفاقی حکومت کے ان اختیارات کے تحت شائع کی جو اسے کاپی رائٹ آرڈیننس مجریہ ۱۹۶۲ء کی دفعہ ۱۰ کی ذیلی دفعہ (2 A) کے مطابق حاصل ہیں ۔

مطبع : ملک سراج الدین اینڈ سنز (پرنٹرز) لاہور (۸) ۔

کوڈ نمبر ۔ ڈبی ایم آر پی/I ۹/2000 ۔

این بی ایف بارِ سوم ۱۹۸۲ء

یہ کتاب صرف پاکستان میں تقسیم اور فروخت کے لئے ہے ۔

Marfat.com

فہرست مضامین

عقائد کی حقیقت اور اہمیت	۱
اللہ تعالےٰ پر ایمان	۱۲
توحید کے ایجابی اصول و ارکان	۵۶
انسان کا مرتبہ	۷۷
اسماء و صفات	۸۷
خدا کا ڈر اور پیار	۱۴۰
فرشتوں پر ایمان	۱۵۰
رسولوں پر ایمان	۱۷۳
کتب الٰہی پر ایمان	۱۹۰

Marfat.com

علامہ شبلی کی بلند پایہ تصانیف

عبادات	شبلی نعمانی
آداب	"
عقائد	"
ہجرت مدینہ	"
شفائے امراض	"
آفتاب رسالت	"
غزوہ بدر	"
غزوہ احد	"
معجزات نبوی	"
اخلاق نبوی ؐ	"

Marfat.com

عقائد

عقائد کی حقیقت اور اہمیت انسان کے تمام افعال، اعمال اور حرکات کا محور اس کے خیالات ہیں، یہی اس کو بناتے اور بگاڑتے ہیں، یہ عام خیالات درحقیقت اس کے چند پختہ، غیر متزلزل اور غیر مشکوک اصولی خیالات پر مبنی ہوتے ہیں، ان ہی اصولی خیالات کو عقائد کہتے ہیں، یہی نقطہ ہے جس سے انسانی عمل کا ہر خط نکلتا ہے، اور اس کے دائرۂ حیات کا ہر خط اسی پہ جاکر ختم ہوتا ہے، ہمارے تمام افعال اور حرکات ہمارے ارادہ کے تابع ہیں، ہمارے ارادہ کا محرک ہمارے خیالات اور جذبات ہیں، اور ہمارے خیالات اور جذبات پر ہمارے اندرونی عقائد حکومت کرتے ہیں، عام بول چال میں ان ہی چیزوں کی تعبیر ہم "دل" کے لفظ سے کرتے ہیں، اسلام کے معلم نے بتایا کہ انسان کے تمام اعضا میں اس کا دل ہی نیکی اور بدی کا گھر ہے، فرمایا۔

الا ان فی الجسد مضغۃ اذا	انسان کے بدن میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے جو
صلحت صلح الجسد کلہ واذا	اگر درست ہو تو تمام بدن درست ہو اور اگر
فسدت فسد الجسد کلہ	وہ بگڑ گیا تو تمام بدن بگڑ گیا ہاں وہ ٹکڑا
ی القلب (صحیح بخاری کتاب الایمان)	دل ہے،

قرآن پاک نے دل (قلب) کی تین کیفیتیں بیان کی ہیں، سب سے پہلے قلب سلیم (سلامت

دل) جو ہر گناہ سے پاک رہ کر بالطبع نجات اور سلامت روی کے راستہ پر چلتا ہے، دوسرا اس کے مقابل قَلْبٌ آثِمٌ[1] (گنہگار دل) یہ وہ ہے جو گناہوں کی راہ اختیار کرتا ہے، اور تیسرا قلب مُنِیْبْ (رجوع ہونے والا دل) یہ وہ ہے جو اگر کبھی بھٹکتا اور بے راہ بھی ہوتا ہے تو فوراً نیکی اور حق کی طرف رجوع ہوتا ہے، غرض یہ سب نیرنگیاں اسی ایک بے رنگ ہستی کی ہیں جس کا نام دل ہے، ہمارے تمام اعمال کا محرک، ہمارے اسی دل کا ارادہ اور نیت ہے، اسی بھاپ کی طاقت سے اس مشین کا ہر پرزہ چلتا اور حرکت کرتا ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا۔

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ (صحیح بخاری آغاز کتاب) — تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے

اسی مطلب کو دوسرے الفاظ میں آپ نے یوں ادا فرمایا۔

اِنَّمَا لِامْرِئٍ مَا نَوٰی فَمَنْ کَانَتْ — ہر شخص کے کام کا ثمرہ وہی ہے جس کی وہ نیت

ھِجْرَتُہٗ اِلٰی دُنْیَا یُصِیْبُھَا اَوْ اِلٰی — کرے، تو جس کی ہجرت کی غرض دنیا کا حصول

امْرَأَۃٍ یَنْکِحُھَا فَھِجْرَتُہٗ اِلٰی مَا — یا کسی عورت سے نکاح کرنا ہے، تو اس کی

ھَاجَرَ اِلَیْہِ — ہجرت اسی کے لیے ہے جس کیلئے اس نے

(صحیح بخاری آغاز کتاب) — ہجرت کی (یعنی آخرت میں اس کو ثواب حاصل نہ ہوگا)

آجکل علم نفسیات نے بھی اس مسئلہ کو بداہتہً ثابت کر دیا ہے کہ انسان کی عملی اصلاح کیلئے اسکی قلبی اور دماغی اصلاح مقدم ہے، اور انسان کے دل اور ارادہ پر اگر کوئی چیز حکمران ہے تو وہ اس کا عقیدہ ہے، اب صحیح اور صالح عمل کیلئے ضروری یہ ہے کہ چند صحیح اصول و مقدمات

[1] قرآن پاک کی آیت میں یہ ہے، فَاِنَّہٗ آثِمٌ قَلْبُہٗ (بقرہ ۲ - ۳۹)

کا ہم اس طرح تصور کریں کہ وہ دل کا بغیر شکوک یقین اور غیر متزلزل عقیدہ بن جائیں اور اسی صحیح یقین اور مستحکم عقیدہ کے تحت میں ہم اپنے تمام کام انجام دیں،

جس طرح اقلیدس کی کوئی شکل چند اصولِ موضوعہ اور اصولِ متعارفہ کے مانے بغیر نہ بن سکتی ہے، نہ ثابت ہو سکتی ہے اسی طرح انسان کا کوئی عمل صحیح و درست نہیں ہو سکتا جب اس کیلئے بھی چند مبادی اور چند اصولِ موضوعہ ہم پہلے نہ تسلیم کریں،

بظاہر عقل ہمارے ہر کام کے لیے ہم کو رہنما نظر آتی ہے، لیکن غور سے دیکھو کہ ہماری عقل بھی آزاد نہیں، وہ ہمارے دلی یقین و ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہے، اس لیے اس پار بجز عقل کے ذریعہ ہم اپنے دلی خیالات و ذہنی رجحانات اور اندرونی جذبات پر قابو نہیں پا سکتے، اگر پا سکتے ہیں تو اپنے صحیح دلی یقینیات اور چند مضبوط دماغی و ذہنی تصورات کے ذریعہ ہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے ایمان کا ذکر ہمیشہ عملِ صالح کے ذکر سے پہلے لازمی طور سے کیا ہے، اور ایمان کے بغیر کسی عمل کو قبول کے قابل نہیں سمجھا ہے کہ ایمان کے عدم سے دل کے ارادہ اور خصوصاً اس مخلصانہ ارادہ کا بھی عدم ہو جاتا ہے جس پر حسنِ عمل کا دارومدار ہے، عبداللہ ابن جدعان ایک قریشی تھا جس نے جاہلیت میں بہت سے نیکی کے کام کئے تھے، مگر باینہمہ مشرک تھا، اسکی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ نے ایک دفع دریافت کیا، یا رسول اللہ عبداللہ بن جدعان نے جاہلیت میں جو نیکی کے کام کئے کیا ان کا ثواب اسکو ملے گا، فرمایا نہیں اے عائشہ کیونکہ کسی دن اس نے یہ نہیں کہا کہ بار الٰہا میرے گناہ روزِ قیامت میں بخشنا[1]

[1] مصنف ابن ابی شیبہ بروایت نسخہ قلمی دار المصنفین، و ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۴، ۱، مصر،

بدر کی لڑائی کے موقع پر ایک مشرک نے جس کی بہادری کی دھوم تھی حاضر ہو کر کہا کہ اے محمد! میں بھی تمہاری طرف سے لڑنے کے لیے چلنا چاہتا ہوں کہ مجھے بھی غنیمت کا کچھ مال ہاتھ آئے فرمایا کیا تم اللہ عزوجل اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہو؟ اس نے جواب دیا "نہیں" فرمایا واپس جاؤ کہ "میں اہل شرک سے مدد کا خواستگار نہیں"، دوسری دفعہ وہ پھر آیا، اور وہی پہلی درخواست پیش کی، مسلمانوں کو اُس کی شجاعت و بہادری کی وجہ سے اسکی درخواست سے بڑی خوشی ہوئی، اور وہ دل سے چاہتے تھے کہ وہ انکی فوج میں شریک ہو جائے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پھر وہی سوال کیا کہ کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول پر ایمان ہے" اس نے پھر نفی میں جواب دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر وہی فرمایا کہ میں کسی مشرک سے مدد نہ لوں گا۔ تاہم مسلمانوں کی تعداد کی کمی اور انکی بہادری کے باوجود اس سے آپ کی بے نیازی کی کیفیت نے اُس کے دل پر اثر کیا، تیسری دفعہ جب اس نے اپنی درخواست پیش کی اور آپ نے دریافت فرمایا کہ تم کو خدا اور رسول پر ایمان ہے؟ تو اُس نے اثبات میں جواب دیا اور نور اسلام سے منور ہو کر لڑائی کی صف میں داخل ہوا،[1]

قرآن پاک نے ان لوگوں کے کارناموں کی مثال جو ایمان سے محروم ہیں، اُس راکھ کر دی ہے جس کو ہوا کے جھونکے اڑا اڑا کر فنا کر دیتے ہیں، اور اُن کا کوئی وجود نہیں رہتا، اسی طرح اُس شخص کے کام بھی جو ایمان سے محروم ہے بے بنیاد اور بے اصل ہیں۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ — جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ان کے

---

[1] صحیح مسلم باب غزوات جلد دوم صفحہ ۱۰۲ مصر،

كَرَمَادٍ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيحُ فِي يَوْمٍ	کاموں کی مثال راکھ کی ہے جس پر آندھی
عَاصِفٍ لَا يَقْدِرُونَ مِمَّا كَسَبُوا	والے دن زور سے ہوا چلی وہ اپنے کاموں
عَلَىٰ شَيْءٍ ذَٰلِكَ هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ	سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے، یہی سب
(ابراھیم-۳)	بڑی گمراہی ہے،

سورہ نور میں ایمان کی دولت سے محروم لوگوں کے اعمال کی مثال سراب سے دی گئی ہے، کہ اس کے وجود کی حقیقت فریب نظر سے زیادہ نہیں،

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ	اور جنھوں نے خدا کا انکار کیا ان کے کام اس سراب
بِقِيعَةٍ يَحْسَبُهُ الظَّمْآنُ مَاءً حَتَّىٰ	کی طرح ہیں، جو میدان میں ہو جسکو پیاسا پانی
إِذَا جَاءَهُ لَمْ يَجِدْهُ شَيْئًا	سمجھتا ہے یہاں تک کہ جب اسکے پاس پہنچے
(نور-۵)	تو وہاں کسی چیز کا وجود اس کو نظر نہ آئے،

اس کی ایک اور مثال ایسی سخت تاریکی سے دی گئی ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دیتا اور جس میں ہوش وحواس اور اعضا کی سلامتی کے باوجود اُن سے فائدہ اٹھانا ناممکن ہے،

أَوْ كَظُلُمَاتٍ فِي بَحْرٍ لُّجِّيٍّ يَغْشَاهُ مَوْجٌ مِّن	یا ان کے کاموں کی مثال ایسی ہے جیسے کسی گہرے سمندر
فَوْقِهِ مَوْجٌ مِّن فَوْقِهِ سَحَابٌ ظُلُمَاتٌ	میں سخت اندھیرا ہو اسکے اوپر موج اور موج پر
بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ	موج ہو اور اس کے اوپر بادل گھرا ہوا اندھیرے ہیں
لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا وَمَن لَّمْ يَجْعَلِ اللَّهُ	ایک کے اوپر ایک، کہ اپنا ہاتھ نکالے تو وہ بھی سجھائی
لَهُ نُورًا فَمَا لَهُ مِن نُّورٍ (نور-۵)	نہ دے جسکو خدا نے نور نہ دیا اس کے لیے نور نہیں

الغرض ایمان کے بغیر عمل کی بنیاد کسی بلند اور صحیح تخیل پر قائم نہیں ہو سکتی، اسی لئے ریا، نمائش اور خود غرضی کے کاموں کی کوئی عزت نہیں دی جا سکتی، وہ کام جو گو بظاہر نیک ہوں، لیکن نیکی کرنے والے کا ان سے اصلی مقصد نام و نمود پیدا کرنا ہوتا ہے تو اخلاقی نقطہ نظر سے تمام دنیا ان کو بے وقعت اور ہیچ سمجھتی ہے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو متنبہ کیا، اور فرمایا،

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ
بِالْمَنِّ وَالْاَذٰی کَالَّذِیْ یُنْفِقُ مَالَہٗ
رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا یُؤْمِنُ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ
الْاٰخِرِ فَمَثَلُہٗ کَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَیْہِ
تُرَابٌ فَاَصَابَہٗ وَابِلٌ فَتَرَکَہٗ صَلْدًا
لَا یَقْدِرُوْنَ عَلٰی شَیْءٍ مِّمَّا کَسَبُوْا
وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْکٰفِرِیْنَ
(بقرہ ۲۶۴)

اے ایمان والو اپنی خیراتوں کو احسان رکھ کر اور ایذا دیکر
اس طرح برباد کرو جس طرح وہ برباد کرتا ہے جو
لوگوں کے دکھانے کیلئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور
خدا پر (جو نیکیوں کی جزا دیتا ہے) اور قیامت
پر (جس میں نیکیوں کی جزا ملے گی) یقین نہیں رکھتا
پس اسکی خیرات کی مثال اس چٹان جیسی ہے
جس پر کچھ مٹی پڑی ہو، زور سے اس پر پانی برسا
اور مٹی دھل کر پتھر رہ گیا جس پر جو کچھ بویا تھا نہ اگا
وہ اگے گا نہیں اور اللہ کافر قوم کو ہدایت نہیں کرتا،

غرض ایمان ہمارے تمام اعمال کی اساس ہے جس کے بغیر ہر عمل بے بنیاد ہے، وہ ہماری سیرابی کا اصلی سرچشمہ ہے جس کے فقدان سے ہمارے کاموں کی حقیقت سراب سے زیادہ نہیں رہتی کیونکہ وہ دیکھنے میں تو کام معلوم ہوتے ہیں مگر روحانی اثر و فائدہ سے خالی اور

Marfat.com

بے نتیجہ ہوتے ہیں خدا کے وجود کا اقرار اور اُسکی رضامندی کا حصول ہمارے اعمال کی غرض و غایت ہے، ایسا نہ ہو تو ہمارے تمام کام بے نظام اور بے مقصد ہو کر رہ جائیں، وہ ہمارے دل کا نور ہے، وہ نہ ہو تو پوری زندگی تیرہ و تار نظر آئے اور ہمارے تمام کاموں کی بنیاد ریا، نمائش، جاہ پسندی، خود غرضی اور شہرت طلبی وغیرہ کے دلی جذبات اور پست محرکات کے سوا کچھ اور نہ رہ جائے

توراۃ میں بعض عقیدوں کا ذکر ہے، مگر ایمان کی حقیقت اور اس کی اہمیت کی تعلیم سے وہ خالی ہے، انجیل میں ایمان کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے، مگر اخلاق کی سچائی، اعمال کی راستی اور دل کے اخلاص کے لیے نہیں، بلکہ معجزوں اور کرامتوں کے ظاہر کرنے کیلیے اور خوارقِ عادت کی قدرت اور اختیار پانے کیلیے، اس کے برخلاف فلسفہ یونان کے بہت سے پیروؤں اور ہندوستان کے بہت سے مذہبوں نے محض ذہنی جولانی، مراقبہ، تصور، دھیان اور علم کو انسان کی نجات کا ذریعہ قرار دیا اور اخلاق و عمل سے کوئی تعرض نہیں کیا، عیسائیوں، زردشتیوں اور برہمنوں نے عقائد کو وسعت دی اور ان کی ایسی تفصیل کی کہ وہ سراپا خیالی فلسفہ بن گئے جس سے تصوریت عملیت پر غالب آگئی اور انسانوں کے قوائے عملی سرد ہو گئے،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے علم و عمل، تصور اور فعل، عقلیت اور عملیت میں لزوم ثابت کیا، مگر اصلی زور انسان کی عملیت پر صرف کیا اور عقائد کے اتنے ہی حصہ کا یقین و اقرار ضروری قرار دیا، جو دل کی اصلاح کرے، اور عمل کی بنیاد، اخلاق و عبادات کی اساس قرار پا سکے عقائد کے فلسفیانہ ایجاد اور تصورات و نظریات کی تشریح و تفصیل کر کے عملیت کو برباد نہیں کیا، چند سیدھے سادے اصول جو تمام ذہنی سچائیوں اور واقعی حقیقتوں کا جوہر

اور خلاصہ ہیں، ان کا نام عقیدہ اور ان پر یقین کرنے کا نام ایمان رکھا آپ نے صریح الفاظ میں عقائد کے صرف پانچ اصول تلقین کئے "خدا پر ایمان، خدا کے فرشتوں پر ایمان، خدا کے رسولوں پر ایمان، خدا کی کتابوں پر ایمان اور اعمال جزا اور سزا کے دن پر ایمان،

یہ تمام وہ حقائق ہیں جن پر دل سے یقین کرنا اور زبان سے ان کا اقرار کرنا ضروری ہے ایمان کے بغیر خالص عمل کا وجود نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ پر ایمان کہ وہ اس دنیا کا تنہا خالق اور مالک ہے اور ہر ظاہر و باطن سے آگاہ ہے تاکہ وہی ہمارے کاموں کا قبلہ مقصود قرار پا سکے، اور اُسی کی رضا جوئی اور اسی کی مرضی کی تکمیل ہمارے اعمال کی تنہا غرض و غایت ہو، اور ہم جلوت کے سوا خلوت میں بھی گناہوں اور برائیوں سے بچ سکیں اور ہر نیکی کو اس لئے کریں اور ہر برائی سے اس لیے بچیں کہ یہی ہمارے خالق کا حکم اور یہی اُس کی مرضی ہے، اس طرح ہمارے اعمال ناپاک اغراض اور ناجائز خواہشوں سے مبرا ہو کر خالص ہو سکیں اور جس طرح ہمارے جسمانی اعضا گناہوں سے پاک ہوں ہمارا دل بھی ناپاک خیالات اور ہوا و ہوس کی آمیزش سے پاک ہو اور اس کے احکام و دین کے پیغام کی سچائی پر دل سے ایسا یقین ہو کہ ہمارے ناپاک جذبات، ہمارے غلط استدلالات، ہماری گمراہ خواہشیں بھی اس یقین میں شک اور تذبذب پیدا نہ کر سکیں،

خدا کے رسولوں پر بھی ایمان لانا ضروری ہے کہ خدا کے ان احکام اور ہدایات اور اس کی مرضی کا علم ان ہی کے واسطے انسانوں کو پہنچا ہے، اگر ان کی صداقت سچائی اور راستبازی کو کوئی تسلیم نہ کرے تو پیغام ربانی اور احکام الٰہی کی صداقت اور سچائی بھی مشکوک و مشتبہ ہو جائے

Marfat.com

انسانوں کے سامنے نیکی، نزاہت اور معصومیت کا کوئی نمونہ موجود نہ رہے جو انسانوں کی قول و عمل کی تحریک کا باعث بن سکے، پھر اچھے اور برے، صحیح اور غلط کاموں کے درمیان ہماری عقل کے سوا جو ہمارے جذبات کی محکوم ہے، کوئی اور چیز ہمارے سامنے ہماری رہنمائی کے لیے نہیں ہوگی،

خدا کے فرشتون پر بھی ایمان لانا واجب ہے کہ وہ خدا اور اس کے رسولوں کے درمیان قاصد اور سفیر ہیں، مادیت اور روحانیت کے ابین واسطہ ہیں، مخلوقات کو قانونِ الٰہی کے مطابق چلاتے ہیں، اور ہمارے اعمال و افعال کے ایک ایک حرف کو ہر دم اور ہر لحظہ لکھے جاتے ہیں، تاکہ ہم کو ان کا اچھا یا برا معاوضہ مل سکے،

خدا کے احکام و ہدایات جو رسولوں کے ذریعہ انسانون کو پہنچائے گئے انکو دور دراز ملکوں اور آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے لیے ضروری ہوا کہ وہ تحریری شکلوں یعنی کتابوں اور صحیفوں میں یا لفظ و آواز سے مرکب ہو کر ہمارے سینوں میں محفوظ رہیں، اس لیے خدا کی کتابوں اور صحیفوں کی صداقت پر اور جو کچھ ان میں ہے اس کی سچائی پر ایمان لانا ضروری ہے، ورنہ رسولوں کے بعد خدا کے احکام اور ہدایتوں کے جاننے کا ذریعہ مسدود ہو جائے اور ہماری لیے نیکی و بدی کی تمیز کا کوئی ایسا معیار باقی نہ رہے جس پر تمام ادنیٰ و اعلیٰ، جاہل و عالم، بادشاہ و گدا، علیا سب متفق ہو سکیں،

اعمال کی بازپرس اور جوابدہی کا خطرہ نہ ہو، اور اس کے مطابق جزا اور سزا کا خیال نہ ہو تو دنیاوی قوانین کے باوجود دنیائے انسانیت سرا پا درندگی اور بہیمیت بنجائے، یہی وہ عقیدہ ہے جو انسانوں کو جلوت و خلوت میں ان کی ذمہ داری محسوس کراتا ہے، اس لیے روز جزا اور یوم آخرت پر ایمان رکھے بغیر انسانیت کی صلاح و فلاح ناممکن ہے، اسی لیے محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے اس پر بے حد زور دیا ہے، بلکہ وحی کا بیشتر حصہ اسی کی تلقین اور تبلیغ پر مشتمل ہے

یہی پانچ باتیں اسلام کے ایمانیات کے اصلی عناصر ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ پر، اس کے تمام رسولوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے فرشتوں پر اور روز جزا پر ایمان لانا، یہ عقائد خمسہ یکجا طور پر سورہ بقرہ میں متعدد دفعہ کہیں مجمل اور کہیں مفصل بیان ہوئے ہیں،

اَلَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا...... ..... وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ، (بقرہ-۱) وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (بقرہ-۱)

جو لوگ غیب (خدا، خدا کی صفات اور ملائکہ) پر ایمان رکھتے ہیں، ..... اور جو کچھ تمہارے اوپر اترا اور تم سے پہلے پیغمبروں پر اترا اس پر یقین رکھتے ہیں (یعنی انبیاء اور ان کی کتابوں پر) اور آخرت (روز جزا) پر یقین رکھتے ہیں،

یہ تو سورہ کے آغاز کی آیتیں ہیں، سورہ کے بیچ میں پھر ارشاد ہوا،

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ (بقرہ-۲۲)

اور لیکن نیکی یہ ہے کہ جو شخص خدا پر، آخری دن پر، فرشتوں پر، اور کتاب پر، اور سب نبیوں پر ایمان لائے،

سورہ کے آخر میں ہے،

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ، كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ

پیغمبر پر جو کچھ اتارا گیا اس پر وہ خود اور تمام مومن ایمان لائے سب خدا پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر

Marfat.com

وَرُسُلِهٖ، (البقرہ ۲۸۵) اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے،

سورہ نساء میں ان ہی عقائد کی تعلیم ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِاللّٰهِ	اے وہ لوگو جو ایمان لاچکے ہو ایمان لاؤ
وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ	خدا پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب
نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ أَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ	پر جو اس نے اپنے رسول پر اتاری اور اس
وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ	کتاب پر جو اس سے پہلے اتاری اور جو
وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ	شخص خدا کا، اس کے فرشتوں کا، اس کی کتابوں کا،
ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (نساء ۱۳۶)	اس کے پیغمبروں کا اور روز آخرت کا انکار
	کرے گا، وہ سخت گمراہ ہوا،

اللہ تعالیٰ پر ایمان

آمن باللہ

ایک قادرِ مطلق اور ہمہ صفت موصوف ہستی پر یقین، اور اس کو ایک جاننا تعلیم محمدی کی پہلی ابجد ہے، اسلام سے پہلے جو مذاہب تھے باوجود اس کے کہ خدا کی توحید اور صفات پر ایمان رکھنا ان کے اصول میں بھی داخل تھا، مگر ان کی تعلیمات میں ترتیب مفقود تھی، اور یہ نہیں معلوم تھا کہ ان کی نگاہ میں توحید کا مسئلہ اہمیت کے کس درجہ پر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے اس مسئلہ کی اصلی اہمیت محسوس کی اور اس کو اپنے نصاب درس کا پہلا سبق اور روحانی معارف و حقائق جسمانی اور اعمال و اخلاق کا سرِ بنیاد قرار دیا، خدا اگر چاہے تو انسان کے تمام گناہوں سے درگذر کر سکتا ہے، مگر اسی ایک حقیقت سے انکار وہ جرم ہے جس کو وہ کبھی معاف نہ فرمائے گا،

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ. (نساء ۔ ۱۸)	یقیناً خدا شرک کو معاف نہ کرے گا، اور اس کے سوا جس کے جو گناہ چاہے معاف کر دے،

پھر اسی کے ساتھ خالص توحید کا بیان، اسماء و صفات کی تشریح شرک کے ہر پہلو کی نفی اور

Marfat.com

توحید کے ہر پہلو کی تکمیل تعلیم محمدی کی امتیازی شان ہے، معلوم ہو چکا ہے کہ نبوت محمدیہ کی غرض وغایت صرف تخیل، نظریہ آرائی اور الٰہیاتی فلسفہ نہ تھا، بلکہ ایک زندہ قوم، جدوجہد اور عمل والی قوم، اخلاص وایثار اور نیکی وتقویٰ والی قوم کو پیدا کرنا تھا، اور اسکو تمام دنیا کی پیشوائی کیلئے نمونہ عمل بنانا تھا، اسلیئے سب سے پہلے اہل عرب کو جو اس کے مخاطب اول تھے، رموز و اسرار توحید کا اس طرح حامل بنانا تھا کہ انکے رگ و ریشہ میں ولولہ اور جوش کا ایک نشہ پیدا ہو جائے، اس لیے ضرورت تھی کہ سب سے پہلے زمین کو ہموار کیا جائے، شرک کے وہ تمام عقائد جو عربوں میں پھیلے ہوئے تھے ان کو مٹا دیا جائے اور جن وجوہ اور اسباب سے شرک کے یہ عقائد پیدا ہوتے ہیں، انکی بیخ کنی کی جائے،

اصلاح عقائد معلوم ہو چکا ہے کہ عرب میں جہالت اور وحشت کی وجہ سے سیکڑوں غلط عقائد اور توہمات پھیل گئے تھے، اور دنیا کے دوسرے مذاہب کے عقائد میں بھی بہت سی غلطیاں داخل ہو گئی تھیں، ان میں سب سے زیادہ بدتر اور تمام برائیوں کا اصلی محور شرک تھا، اس لیے سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصلاح سے آغاز کیا،

شرک اور بت پرستی کا اصلی زینہ اسباب و مؤثرات کا وجود ہے، خدا نے عالم میں ایک سلسلۂ اسباب قائم کر دیا ہے، اور عالم کے تمام واقعات اسی سلسلہ کی کڑیاں ہیں، لیکن یہ تمام سلسلہ ایک قادر مطلق کے دست قدرت میں ہے، اور اس سلسلہ کی ایک کڑی بھی اس کے اشارہ کے بغیر جنبش نہیں کر سکتی، شرک اس طرح شروع ہوتا ہے کہ پہلے انسان ان اسباب و علل میں سے بعض نمایاں اور قوی الاثر اسباب سے متاثر ہوتا ہے، اجرام فلکی کی عظمت، آفتاب و ماہتاب کی نورافشانی، سمندر کا پُرزور تلاطم، عناصر کی نیرنگ آرائیاں انسان کو مبہوت کر دیتی ہیں، وہ انکی عظمت و تاثیر سے

متاثر ہو کر منفعل، اور بالآخر اُن کا غلام بنجاتا ہے، اعتقاد کے پہلے مرحلہ میں انسان خود اسی کے دعوے اس قدر امتیاز اور تفریق کرتا ہے کہ یہ چیزیں خود خدا یا معبود نہیں ہیں لیکن یہ تمیز آخر تک قائم نہیں رہتی بلکہ رفتہ رفتہ خوش اعتقادی کا اثر غالب آجاتا ہے، اور یہ چیزیں خدا کی شریک بنتی جاتی ہیں، یہاں تک کہ اصلی مسبب الاسباب نظر سے بالکل اوجھل ہوجاتا ہے،

شرک کی جو گوناگوں صورتیں دنیا میں موجود تھیں، اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کا استیصال کیا، اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

۱۔ دنیا کی مشہور قوموں میں سے عیسائی اور مجوسی علانیہ مشرک تھے، یعنی تین اور دو خدا مانتے تھے، ہندو بھی اسی کے قریب قریب تھے، ان مذہبوں کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ خدا کے جو مختلف نمایاں اور اہم اوصاف ہیں، ان کا مستقل اور مجسم وجود قائم ہوگیا، مثلاً صفت خلق اور احیا و امانت برہما بشن مہیش کے نام سے موسوم ہیں، مجوسیوں نے دیکھا کہ دنیا میں جس قدر اشیا اور افعال و حرکات ہیں سب باہم متضاد ہیں، نور و ظلمت، پستی و بلندی، یمین و شمال، نرم و سخت، راحت و غم، خیر و شر، حلم و غضب، غرور و خاکساری، فسق و صلاح، کوئی چیز مقابلہ اور تضاد سے خالی نہیں، اسلیے ایسے دو متضاد عالم کا خالق ایک نہیں ہوسکتا، اس بنا پر انھوں نے دو خدا تسلیم کیے اور ان کا نام یزدان اور اہرمن یا نور و ظلمت رکھا،

قرآن مجید میں تمام احکام، نہایت تدریج کے ساتھ نازل ہوئے ہیں، یہاں تک کہ ۱۲ برس کی وسیع مدت تک روزہ، زکوٰۃ، اور حج کچھ فرض نہیں ہوا تھا، لیکن شرک کا استیصال کی نبوت کا پہلا سبق تھا سورۂ زمر مکہ میں نازل ہوئی، اور اسی سورہ میں شرک کی تمام صورتیں مٹادی گئیں، تمام دیگر سورتوں

میں نہایت کثرت سے اس قسم کے شرک کا ابطال اور رد کیا ہے، اسلیے اس کی تفصیل کی ضرورت نہین
مجوسیون کے شرک کی بنیاد اس پر تھی کہ افعالِ خیر و شر کا ایک خالق نہیں ہو سکتا، ورنہ
لازم آئیگا کہ خدا شر کو پیدا کرتا ہے، اور یہ ظاہر ہے کہ جو شخص برائی کے پیدا ہونے کو جائز رکھتا ہے
وہ خود اچھا نہیں ہو سکتا، اس لیے قرآن مجید میں نہایت کثرت سے تصریحات آئین کہ جن کو
ہم خیر و شر کہتے ہیں سب کا فاعل خدا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تصریح و تاکید کے
ساتھ تعلیم کی کہ جو کچھ ہوتا ہے، سب خدا کے حکم سے ہوتا ہے، باقی یہ مسئلہ کہ بری چیز کا خالق اچھا
نہیں ہو سکتا، اولاً تو یہ مغالطہ آمیز غلطی ہے، ایک صناع مصور اگر ایک نہایت بدصورت
جانور کی تصویر نہایت اچھی کھینچے تو اس کے کمالِ مصوری پر اس سے کچھ داغ نہیں آئیگا کہ
جانور خود برا ہے، دوسرے یہ کہ اسلام نے اس مسئلہ کی جس اصلی گرہ کو کھولا ہے، وہ یہ ہے کہ
اشیاء بذاتہٖ خیر و شر نہیں ہین، بلکہ وہ اپنے صحیح یا غلط طریقہ استعمال سے خیر یا شر ہو جاتی ہین،
آگ بجائے خود نہ خیر ہے نہ شر، اگر اس سے اچھا کام لیا جائے تو خیر ہے، اور برا لیا جائے تو شر ہے
زہر نہ اچھا ہے نہ برا، اگر اس کو بیماریوں کے استیصال میں استعمال کیا جائے تو خیر ہے، اور اگر کسی
بیگناہ کے قتل مین استعمال کرو تو شر ہے، اسی طرح دوسری اشیاء کے بھی خیر و شر کے دونون
پہلو ہیں، نہ کوئی شئی دنیا مین خیر مطلق ہے، نہ کوئی شر محض، اسی لیے قرآن نے شر کی نسبت خدا
کی طرف نہین کی ہے، بلکہ خود انسان کی طرف کی ہے،

اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ	آیا اہل زمین کے ساتھ شر کا ارادہ کیا گیا ہے یا
اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا (جن-۱)	انکے پروردگار نے ان کو راہ پر لانا چاہا ہے،

Marfat.com

مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ — تجھکو جو نیکی پہنچی تو وہ خدا کی طرف سے ہے،

وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ — اور جو مصیبت پہنچی وہ خود تیری طرف سے ہے،

اَوَلَمَّا اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ — کیا جب تم کو کوئی مصیبت پہنچی جس کی دو گنی

اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا قُلْ — تم اُن کو پہنچا چکے ہو، تو تم نے کہا یہ کہاں سے

هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى — آئی، کہدے کہ خود تمھاری طرف سے ہے،

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (آل عمران - ١٧٠) — خدا ہر بات پر قدرت رکھتا ہے،

الغرض کسی شی کا ایسا پیدا کرنا جس مین خیر و شر کے دونوں پہلو ہیں، شر نہین ہے، اُن میں سے شر کے پہلو کو استعمال کرنا اور اس کام میں لانا شر ہے مثلاً کہ بہت سی بیماریون کے لیے زہریلی دوائیں بنائی جاتی ہیں، مگر یہ شر نہیں، البتہ جب کوئی شریر ان دواؤن سے اُن امراض کے ازالہ کے بجائے کسی کی جان لے لیتا ہے تو وہ شر ہے، حاصل یہ کہ اس دنیا میں جب خیر و شر اشیا مین بذاتہ نہیں ہے، تو اچھی چیزوں کیلئے الگ اور بری چیزون کیلئے الگ خالق تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں ہے، بلکہ خالق ایک ہی ہے، وہ دو نہیں ہیں

وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ — اور خدا نے کہا کہ دو خدا نہ بناؤ وہ ایک ہی خدا

اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ — ہے، تو مجھی سے ڈرو اور اسی کے لیے ہے

وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (نحل) — جو آسمانوں مین اور زمین میں ہے،

۲- شرک کا بہت بڑا ذریعہ کسی خاص شخص، کسی خاص شے کی تعظیم مفرط ہے، جسکو شخص پرستی یا یادگار پرستی سے تعبیر کر سکتے مین حضرت عیسیٰ علیہ السلام، رامچندر، کرشن کو اسی خوش اعتقادی نے آدمی سے خدا بنا دیا، اس بنا پر قرآن مجید مین نہایت پُر زور اور پُر رعب الفاظ مین شخص پرستی کی تخریب کی گئی

يَا أَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ، اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ (نساء - ٢٢)

اے اہل کتاب اپنے دین میں حد سے زیادہ نہ بڑھو اور خدا کی نسبت وہی کہو جو حق ہے مسیح یعنی عیسیٰ بن مریم صرف خدا کے پیغمبر ہیں،

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا (نساء ٢٢)

مسیح کو خدا کا بندہ ہونے سے ہرگز عار نہیں اور نہ مقرب فرشتوں کو (عار ہے) اور جس شخص کو خدا کی بندگی سے عار ہوگا اور بڑائی کریگا تو خدا سب کو عنقریب اپنے حضور میں بلائیگا،

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (مائدہ ٢)

وہ لوگ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم خدا ہیں کہہ دو کہ اگر خدا یہ چاہے کہ مسیح بن مریم کو اور انکی ماں کو اور دنیا میں جو کچھ ہے سب کو برباد کر دے تو کون ہے جو خدا کو روک سکے، اور خدا ہی کیلئے آسمان و زمین اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کی حکومت ہے، وہ جو چاہے کرے اور خدا ہر چیز پر قادر ہے

وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ وَاُمِّيَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالَ

اور جب خدا کہیگا کہ کیوں عیسیٰ! تم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ خدا کو چھوڑ کر مجھکو اور میری ماں کو خدا کہو، عیسیٰ عرض کرینگے کہ سبحان اللہ میری

سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقٍّ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ تَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِيْ وَلَآ اَعْلَمُ مَا فِيْ نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِيْ بِهٖٓ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ (مائدہ ع ۱۲-۷)

یہ مجال ہے کہ میں ایسی بات کہوں جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں، اگر میں نے کہا ہوگا تو تو جانتا ہوگا، تو میرے دل کی بات جانتا ہے، اور میں تیرے دل کی بات نہیں جانتا، تو بڑا غیب دان ہے۔ میں نے لوگوں سے صرف وہی کہا تھا جس کا حکم تو نے مجھکو دیا تھا یعنی یہ کہ خدا کی عبادت کرو جو میرا بھی خدا ہے اور تمہارا بھی،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ حاصل کون و مکان تھے، لیکن بار بار قرآن مجید میں تاکید تھی،

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰـهٌ وَّاحِدٌ (کہف ۱۱۲۰)

کہدے اے پیغمبر کہ میں تو تمہاری ہی طرح آدمی ہوں لیکن یہ کہ میری طرف وحی بھیجی جاتی ہے کہ تمہارا خدا ایک خدا ہے،

ایک خاص نکتہ غور کے قابل ہے جس قدر جلیل القدر انبیاء علیہم السلام گذرے ہیں ان کے خاص خاص لقب ہیں، مثلاً حضرت موسیٰ کلیم اللہ تھے حضرت ابراہیم خلیل اللہ تھے، اور حضرت عیسیٰ روح اللہ تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اس کے کہ اشرف انبیاء تھے آپ کا کیا لقب تھا، اور کلمۂ توحید میں نماز میں درود میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی کیساتھ کیا امتیازی وصف شامل کیا گیا، صرف رسالت اور عبدیت کا،

Marfat.com

أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ — میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد خدا کے بندہ اور رسول ہیں

اس میں بھی عبدیت کا وصف رسالت پر مقدم ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ بعض کفار کے حق میں دعائے بد کی اس پر یہ آیت اتری۔[1]

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ (آل عمران)

تم کو کچھ اختیار نہیں ہے، خدا چاہیگا تو ان پر توجہ کریگا، یا ان کو عذاب دیگا کہ وہ ظالم ہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بعض کفار کی ہدایت پانے اور اسلام قبول کرنے کے نہایت خواہشمند تھے اس پر یہ آیت نازل ہوئی

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ (قصص) — تم جسکو چاہتے ہو اسکو ہدایت نہیں کر سکتے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن ابی کیلیے دعائے مغفرت کی، اس پر قرآن مجید میں آیا[2]

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ أَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ (توبہ ۱۰)

تم ان کے لیے مغفرت چاہو یا نہ چاہو، اگر تم ان کے لیے ستر دفعہ بھی مغفرت چاہو گے تو خدا ان کی مغفرت نہ کرے گا،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ ہر موقع پر اس امر کی تاکید اور اس کا لحاظ رکھتے تھے کہ لوگ آپ کی زیادہ اعتدال سے مدح نہ کریں، جو منجر ہو کر شرک تک پہنچ جائے، بار بار فرماتے تھے:

لا تطروني كما اطرى اليهود — میری شان میں اسطرح مبالغہ نہ کرو جسطرح یہود

---

[1] بخاری غزوۂ احد، یہ حدیث بخاری کے مختلف ابواب میں مذکور ہے

[2] بخاری کتاب التفسیر، تفسیر سورۂ توبہ،

(۵) انصار یہ[۱]

وانصار یہ نے نصیب پیغمبروں کی شان میں کیا،

ایک دفعہ آپ راستہ میں جا رہے تھے، ایک شخص نے دفعۃً آپ کو دیکھا اور اس پر اس قدر رعب طاری ہوا کہ کانپنے لگا، آپ نے فرمایا ڈرو نہیں، میں ایک قریشی خاتون کا بیٹا ہوں، جو گوشت کو خشک کر کے کھایا کرتی تھی[۲]

بنو عامر کا وفد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہمارے سید (آقا) ہیں، آپ نے فرمایا سید خدا ہے، لوگوں نے عرض کی کہ آپ ہم سب سے افضل اور سب سے برتر ہیں، آپ نے فرمایا اچھا کہو لیکن دیکھو کہیں تم کو شیطان اپنا وکیل نہ بنائے، اصلی الفاظ یہ ہیں۔

قولوا بقولکم ولا یستجرینکم الشیطان

ایک دفعہ ایک شخص نے ان الفاظ میں آپ کو مخاطب کیا اے ہمارے آقا! اور ہمارے آقا کے فرزند! اے ہم میں سب سے بہتر اور سب سے بہتر کے فرزند! آپ نے فرمایا، لوگو! پرہیزگاری اختیار کرو، شیطان تمہیں گرا نہ دے، میں عبداللہ کا بیٹا محمد ہوں، خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہوں مجھ کو خدا نے جو مرتبہ بخشا ہے مجھے پسند نہیں کہ تم مجھے اس سے زیادہ بڑھاؤ[۳]

غور کرو کہ رسول کی شان میں یہ الفاظ ناجائز نہیں، مگر توحید کو شرک کے ہر شائبہ سے بچانے کا خیال ہر خیال پر غالب تھا،

۳- شرک کا اصلی فریب یہ ہے کہ خدا سے انسان کو جس درجہ کا تعلق، جس قسم کا عجز و نیاز جس مرتبہ

---

[۱] بخاری جلد اول کتاب الانبیاء باب واذکر فی الکتاب مریم۔ [۲] شمائل ترمذی و مستدرک حاکم جلد ۳ ص ۴۸ علی شرط الشیخین واقعہ فتح مکہ۔ ادب المفرد امام بخاری باب ھل یقول سیدی و ابوداؤد کتاب الادب باب کراہیۃ التمادح
[۳] مسند ابن حنبل جلد ۳ ص ۱۵۳،

کی محبت جس درجہ کی اتحاد دکار ہے، اس کا رخ دوسری جانب بدل جاتا ہے، ہزاروں لاکھوں آدمی ہیں، جو اچھی طرح جانتے ہیں کہ دیوتا کائنات اور زمین وآسمان کے خالق نہیں ہیں، تاہم وہ ہر قسم کی حاجتیں اور مرادیں ان ہی دیوتاؤں اور معبودوں سے مانگتے ہیں، ان ہی کو حاجت روا جانتے ہیں، اٹھتے بیٹھتے ان ہی کا نام لیتے ہیں، ان ہی پر نذر و نیاز چڑھاتے ہیں، غرض براہ راست انکو جو تعلق ہوتا ہے، ان ہی معبودوں سے ہوتا ہے، خود مسلمانوں میں ہزاروں لاکھوں آدمیوں کا طرز عمل انبیاء و صلحاء بلکہ مزارات کی نسبت اسکے قریب قریب ہے، اس بنا پر مقدم ترین امر یہ ہے، کہ معبودوں کی نسبت اس قسم کا خیال نہ پیدا ہونے پائے بلکہ صاف صاف بتا دیا جائے کہ خدا کے آگے کسی کی کچھ نہیں چل سکتی اور اس کی مرضی میں کوئی دست اندازی نہیں کر سکتا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے طلب مغفرت کا وعدہ کیا تو ساتھ ہی یہ بھی کہہ دیا،

لَاَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ وَمَآ اَمْلِكُ لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ شَىْءٍ (ممتحنہ ۱)

میں آپکے لیے مغفرت کی درخواست ضرور کرونگا لیکن مجھکو خدا کے سامنے آپ کی نسبت کوئی اختیار نہیں،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کی اجازت مانگی تھی، وہ نہیں ملی، البتہ یہ درخواست قبول ہوئی کہ میں اُن کی قبر کی زیارت کر لوں[۵]،

قرآن مجید میں جب یہ آیت اتری، وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ تو آپنے خاندان کے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا اے قریشیو! اے اولاد عبدالمطلب! اے عباس! اے صفیہ!

۵؎ صحیح مسلم کتاب الجنائز

اے فاطمہ! میرے مال میں سے جو مانگو میں دے سکتا ہوں لیکن خدا کے ہاں میں تمہارے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔[1]

قرآن مجید میں نہایت کثرت اور نہایت تشدد کیساتھ اس مضمون کو ادا کیا گیا کہ تم لوگ جنکو حاجت روا سمجھتے ہو اور جن سے حاجتیں مانگتے ہو اُن کو کارخانۂ ہستی میں کسی قسم کا اختیار نہیں،

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ	کہدو کہ خدا کے علاوہ تم جنکو پکارتے ہو وہ
دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ	تمہاری مصیبت کے ہٹانے یا بدلنے کا کچھ
عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ	اختیار نہیں رکھتے جنکو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ
يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ	بھی زیادہ تقریب حاصل کرنے کیلئے خود خدا
الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ	ہی کی طرف وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور اسکی
رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ اِنَّ	رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے
عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ	عذاب سے ڈرتے ہیں بے شبہ تیرے خدا کا عذاب
مَحْذُوْرًا (بنی اسرائیل ۔۶)	ڈرنے ہی کے قابل ہے۔

۵۔ شرک کا ایک بڑا ذریعہ خوارقِ عادات کی نسبت غلط فہمی ہے جن اشخاص سے خوارق عادات سرزد ہوتے ہیں، اُن کی نسبت لوگوں کو پہلے یہ خیال آتا ہے کہ یہ خود خدا نہیں ہیں لیکن ان میں خدائی کا شائبہ ضرور ہے اور نہ ایسے افعال کیونکر سرزد ہوتے جو قدرتِ انسانی سے بالا تر ہیں یہی خیال رفتہ رفتہ دیوتا اور اوتار تک ترقی کرتا ہے اور بالآخر خدائی تک پہنچا دیتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام

[1] یہ روایت اس آیت کی تفسیر میں تمام تفسیروں اور حدیث کی کتابوں میں منقول ہے،

66069

2410

اسی بنا پر آج چالیس کروڑ آدمیوں کے خدا یا خدا کے بیٹے ہیں،

لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں ہوتا کہ انبیاء علیہم السلام سے معجزات صادر ہوتے ہیں اور یہ امر خصائص نبوت میں ہے، تاہم یہ مسئلہ اسلام کے زمانہ تک مشتبہ اور مجمل رہا، قرآن مجید میں اس کے متعلق حسب ذیل امور بیان کیے گئے ہیں،

(۱) معجزات صادر ہو سکتے ہیں، اور خدا اپنے مقبول بندوں کو معجزات عطا کرتا ہے،

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ قُلْ إِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلَىٰ أَن يُنَزِّلَ آيَةً وَلٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (انعام ۔ ۵)	اور کفار کہتے ہیں کہ ان (آنحضرت) پر کوئی معجزہ خدا کے جانب سے کیوں نہیں اترا کہدو کہ خدا اس پر قادر ہے کہ معجزہ نازل کرے، لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

(۲) باوجود اس کے کفار کو معجزہ طلبی سے رد کیا جاتا تھا، اور کہا جاتا تھا کہ نبوت اور رسالت معجزہ پر موقوف نہیں،

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرٌ وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد ۔ ۱)	اور کفار کہتے ہیں کہ ان (آنحضرتؐ) پر کوئی معجزہ خدا کے ہاں سے کیوں نہیں اترا، تم تو صرف ڈرانے والے ہو، اور ہر قوم کے لیے ایک ہادی ہوتا ہے،
وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ	اور کفار کہتے ہیں کہ ہم تمپر ایمان نہ لائیں گے جبتک تم زمین سے چشمہ نہ نکال دو، یا تمھارے

جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ
خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ
كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ
بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ
لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ
فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ
حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ ع
قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا
بَشَرًا رَّسُولًا (بنی اسرائیل-۱۰)

پاس کھجوروں یا انگوروں کا باغ نہ ہو کہ جس کے
بیچ میں تم نہریں جاری کر دو یا آسمان کو
ٹکڑے ٹکڑے کرکے ہم پر نہ گرا دو جیسا کہ تمہارا
گمان تھا یا خدا اور فرشتوں کو ہمارے سامنے
نہ لے آؤ، یا تمہارا گھر سونے کا نہ بنا ہو یا تم آسمان
پر نہ چڑھ جاؤ، اور ہم تو اس چڑھنے پر بھی یقین
نہ لائیں گے جب تک ہم پر کوئی کتاب اتار دو
جس کو ہم خود پڑھیں، کہہ دو کہ سبحان اللہ
میں تو صرف بشر ہوں اور رسول ہوں!

(۳) جو معجزے اس آیت میں کفار نے طلب کیے وہ ناممکن باتیں نہ تھیں، تاہم خدا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جواب تلقین کیا، وہ یہ تھا کہ میں تو بشر ہوں، دوسری جگہ اس کا جواب دیا کہ معجزے تو خدا کے پاس ہیں یعنی معجزے صادر ہوں گے تو یہ میرا فعل نہ ہوگا، بلکہ خدا کا ہوگا۔

وَقَالُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّن
رَّبِّهِ ۖ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِندَ اللَّهِ
وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوَلَمْ يَكْفِهِمْ
أَنَّا أَنزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ ۚ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَرَحْمَةً وَذِكْرَىٰ لِقَوْمٍ

اور کفار کہتے ہیں کہ ان (آنحضرتؐ) پر انکے خدا
کے یہاں سے معجزے کیوں نہیں اترے، کہہ دو
کہ معجزے تو خدا کے ہاں ہیں، اور میں تو صرف
صاف صاف ڈرانے والا ہوں، کیا ان (کفار)
کیلئے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے تمہارے

تُوْمِنُوْنَ — اور یہ کتاب (قرآن) ہماری جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے، اسمیں بے شبہ ایمان لانے والوں کے لیے رحمت اور یاد رکھنے کی چیز ہے۔ (عنکبوت ۵)

اسی لیے معجزات کے ذکر میں ہمیشہ باذن اللہ (خدا کی اجازت سے) کے الفاظ استعمال ہوئے

۲۔ شرک کی ایک قسم یہ تھی کہ انبیاءؑ یا پیشوایانِ مذہبی کو تحریم و تحلیل کا مجاز سمجھتے تھے یعنی وہ جس چیز کو چاہیں حرام کر دیں، اور جس چیز کو چاہیں حلال ٹھہرا دیں، قرآن مجید میں جب یہ آیت اتری

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا۔ (توبہ ۵) — ان لوگوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو رب بنا لیا ہے،

تو حضرت عدیؓ نے جو حاتم طائی کے فرزند اور اسلام لانے سے پہلے عیسائی تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ ہم لوگ اپنے پیشوایانِ مذہبی کو اپنا رب تو نہیں سمجھتے تھے، آپنے ارشاد فرمایا کیا تم لوگوں کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ یہ لوگ جس چیز کو چاہیں حلال اور جس کو چاہیں حرام کر دیں، عرض کی کہ ہاں، آپنے فرمایا یہی رب بنانا ہے[1]، عموماً اہلِ مذاہب پیغمبروں کو شارعِ مستقل سمجھتے ہیں لیکن یہ بھی ایک قسم کا شرک ہے، شریعت کی تاسیس، حلال و حرام کی تعیین جائز و ناجائز کی تفریق امر و نہی کے احکام یہ سب خدا کے ساتھ مخصوص ہیں، پیغمبر صرف مبلغ اور پیغام رسان اور تعلیم الٰہی سے ان احکام کے شارح اور بیان کرنے والے ہیں، اسی بنا پر قرآن مجید میں ذات نبوی کی صفتِ رسالت کو بار بار تاکید اور اصرار کے ساتھ نمایاں کیا گیا ہے،

[1] جامع ترمذی، و ابن کثیر تفسیر آیت مذکور،

Marfat.com

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ	محمد تو صرف ایک رسول ہے اس سے پہلے
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران ۔ ۵)	اور رسول گذر چکے ہیں،
اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ	مریم کا بیٹا عیسیٰ اللہ کا صرف
رَسُوْلُ اللّٰهِ (نسا ۔ ۲۳)	رسول تھا،

اس حصر سے مقصود یہ ہے کہ انبیاء میں خدائی کی کوئی صفت نہیں ہوتی، بلکہ جو کچھ ان میں ہے وہ رسالت اور نبوت کے اوصاف ہیں،

۔ شرک کا ایک بڑا ذریعہ تھا کہ جو اعمال اور آداب خدا کے ساتھ مخصوص ہیں، وہ اوروں کے ساتھ بھی برتے جاتے تھے، یہ اگرچہ شرک فی العبادۃ یا شرک فی الصفات ہے لیکن رفتہ رفتہ شرک فی الذات تک منجر ہوتا ہے، سجدہ عبادت خدا کے ساتھ مخصوص ہے لیکن کفار اور دیگر اہل مذاہب بتوں اور مقتدایانِ دینی کو بھی سجدہ کرتے تھے، اور سلاطین اور امراء کو تو سجدہ کرنا عام طور سے رائج تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی سے اسکو روکا، بنو اسرائیل میں سجدۂ تعظیمی یا سجدۂ محبت جائز تھا، چنانچہ حضرت یوسفؑ کو انکے والدین نے سجدہ کیا تھا، لیکن چونکہ اسلام میں توحید کو انتہائے کمال تک پہنچانا تھا، سجدۂ تعظیمی بھی منع کر دیا گیا، ایک دفعہ ایک صحابی خدمتِ اقدس میں آئے اور عرض کی کہ میں نے اہل عجم کو دیکھا ہے، وہ اپنے رئیسوں کو سجدہ کرتے ہیں، آپ اجازت دیں تو ہم آپ کو سجدہ کریں، آپنے فرمایا تو کیا میری قبر پر گذرو گے تو اس کو سجدہ کرو گے، عرض کی نہیں فرمایا تو اب بھی نہ کرو، اگر میں کسی کو دوسرے کے آگے سجدہ کرنے کا حکم دے سکتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے[1]، اسی طرح ایک اور صحابی ملک شام سے آئے تو آپ کو سجدہ کیا، آپنے

[1] ابو داؤد کتاب النکاح باب حق الزوج علی المرأۃ

پوچھا کہ یہ تم نے کیا کیا؟ عرض کی کہ میں نے شام میں رومیوں کو دیکھا کہ وہ اپنے مذہبی افسروں کو سجدہ کرتے ہیں، تو میرا جی چاہا کہ میں بھی آپ کو سجدہ کروں، فرمایا ایسا نہ کرو، اگر میں کسی کو خدا کے سوا سجدہ کرنے کا حکم دیتا تو بیوی کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے۔[۱]

۸۔ شرک کی ایک قسم یہ ہے کہ خدا کے ساتھ جو اوصاف مخصوص ہیں، وہ اوروں میں تسلیم کئے جائیں، جس کا یہ قدرتی نتیجہ ہے کہ وہ شرکتِ وصف کی بنا پر خدا کے شریک اور ہمسر بن جائیں ان میں سے ایک وصف علم غیب ہے۔ اکثر اہل مذاہب اعتقاد رکھتے تھے، اور اب بھی رکھتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء کو علم غیب ہوتا ہے، بنی اسرائیل کے زمانہ میں کاہنوں کا یہی کام تھا کہ وہ آیندہ واقعات کی پیشین گوئیاں کیا کرتے تھے۔ عرب میں بھی کاہن یہی پیشہ کرتے تھے، اور مختلف طریقوں سے پیشین گوئی کرتے تھے کبھی فال سے، کبھی پانسے پھینک کر اور کبھی یہ ظاہر کر کے کہ ان کو جنات غیب کا حال بتا جاتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت تاکید اور استقصار کے ساتھ اس اعتقاد کو مٹایا، اور علم غیب کی تمام صورتیں باطل کیں۔ خود قرآن مجید میں نہایت کثرت سے اس کے متعلق آیتیں نازل ہوئیں

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ (انعام - ۷)	اور خدا کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجمال کی تفصیل بیان فرمائی، اور فرمایا کہ مفاتح غیب پانچ ہیں جن کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔[۲]

---

[۱] ابن ماجہ باب حق الزوج علی المرأۃ [۲] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہمیہ میں یہ تفصیل مذکور ہے۔

Marfat.com

۱۔ حمل یعنی لڑکا ہوگا یا لڑکی،

۲۔ کل کیا ہوگا،

۳۔ بارش کب ہوگی،

۴۔ کس جگہ موت آئے گی،

۵۔ قیامت کب آئے گی،

اگرچہ علم غیب کی اور بھی صورتیں ہیں، لیکن زیادہ تر ان ہی امور کی نسبت لوگ علم غیب کے مدعی تھے، اور ان ہی باتوں کو لوگ پہلے سے جاننے کے خواہشمند ہوتے ہیں،

یہاں تک کہ خود اپنی ذات سے بھی علم غیب کی نفی کی، ایک دفعہ ایک شادی کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے، انصار کی چند لڑکیاں گا رہی تھیں، گاتے گاتے انھوں نے یہ گانا شروع کیا،

وفینا رسول یعلم ما فی غد — اور ہم میں ایک ایسا پیغمبر ہے جو کل کی بات جانتا ہے[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ یہ نہ کہو، وہی کہو جو پہلے گا رہی تھیں[2]، اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو خاص حکم دیا کہ آپ اس حقیقت کو واضح کر دیں،

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ (الانعام - ۵) — کہہ دو کہ اے پیغمبر کہ میں یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں، اور نہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں،

---

[1] صحیح بخاری کتاب الرد علی الجہمیہ میں یہ تفصیل مذکور ہے، [2] صحیح بخاری کتاب النکاح

اور غیب کا علم صرف خدا کی ذات سے ہے،

قُل لَّا يَعْلَمُ مَن فِي السَّمٰوٰتِ — کہدے بیغمبر کہ خدا کے سوا آسمانوں میں

وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ (نمل ۵) — اور زمین میں کوئی غیب نہیں جانتا۔

غیب دانی کے مدعی کاہن جو عرب کی گلی گلی میں خدع و فریب کا جال پھیلائے بیٹھے رہتے تھے اور بتخانوں میں خدائی کرتے تھے، انکی سطوت خاک میں مل گئی، بتخانے ویران ہوگئے تو انکے یہ پجاری بھی فنا ہوگئے، صحابہؓ نے آکر پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں کاہنوں کے پاس جایا کرتے تھے، فرمایا اب نہ جایا کرو، عرض کی ہم پرندوں سے فال لیا کرتے تھے، فرمایا "یہ تمہارا وہم تھا، اسکے سبب سے اپنے ارادہ سے باز نہ آیا کرو، بعض لوگوں کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ کاہن کچھ نہیں انھوں نے کہا یا رسول اللہ! انکی بعض باتیں سچی بھی نکل آتی ہیں، فرمایا "شیطان ایک آدھ بات سن لیتا ہے اور مرغی کی طرح قر قر کرکے اپنے دوست کے کانوں میں ڈالتا ہے اور وہ اس میں سو باتیں جھوٹ ملا دیتا ہے" کبھی فرمایا کہ فرشتوں کی زبان سے شیاطین فضائے آسمانی میں چوری چھپے کچھ سن لیتے ہیں، اور کاہن اس میں سینکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر بیان کرتے ہیں جاہلوں میں کچھ ایسے مکار ہوتے ہیں جو چوری کا غائبانہ پتہ بتانے کا دعویٰ کرتے ہیں، عرب انکو عراف کہتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو کوئی کسی مال کا پتہ پوچھنے کیلئے کسی عراف کے پاس جائیگا اسکی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی، علم نجوم جسکے ذریعہ سے لوگ غیب کا حال دریافت کرلینے کے مدعی بنتے تھے، آپ نے اسکا سیکھنا بھی جادو کیطرح گناہ بتایا ہے، اور فرمایا کہ جو کسی کاہن کے پاس جاکر اسکی باتوں کو سچ سمجھے وہ محمد پر جو کچھ اترا ہے اس سے منکر ہے

۱؎ مشکوٰۃ باب الکہانۃ میں صحیح حدیثیں نقل کی ہیں، علم نجوم کی حرمت والی حدیث ابوداؤد ابن ماجہ اور احمد سے لی ہے،

Marfat.com

ان تعلیمات نے خدا کے علاوہ دوسروں کی غیب دانی کے عقیدہ کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا، کہانت کی گرم بازاری سرد ہوگئی، فال، شگون، بدشگون، نجوم اور غیب دانی کے دوسرے خدعانہ طریقے مٹ گئے، پرندوں اور پانسوں کے ذریعہ سے غیب کا حال دریافت کرنا وہم و وسوسہ قرار پایا، اور غیب کی مملکت پر خدا کے سوا کسی اور کی حکومت قائم نہ رہی،

۹۔ کائنات میں خدا کے سوا جن غیبی اسباب و علل یعنی سحر و طلسم، جنات و شیاطین اور ارواح خبیثہ اور دوسری قسم کی قوتوں کی غیبی قدرت و تصرف کا اعتقاد تھا، اور ان سے بچنے کیلئے ان کی دہائی پکاری جاتی تھی، نذر چڑھائی جاتی تھی، قربانی کیجاتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور وحی نے ان تمام توہمات کا قلع قمع کر دیا، اور خدا کے سوا تمام دوسری مخفی اور پوشیدہ قوتوں کا ڈر انسانوں کے سینوں سے ہمیشہ کے لیے نکال کر پھینک دیا، اور دعا و کلمات الٰہی کے سوا ہر نوع کی جھاڑ پھونک، منتر، تعویذ، گنڈے، ٹوٹکے، جن میں کسی غیر خدا سے غیبی استمداد یا شرک کا کلمہ ہو، کفر قرار پائے، اسی قسم کے فاسد خیالات کے استیصال کے لیے ہر نماز میں اور نماز کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے ضمن میں اس آیت کے پڑھنے کا حکم دیا گیا،

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ	(اے عالم کے پروردگار) ہم تیرے ہی آگے سر
(فاتحہ)	جھکاتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں

سحر و طلسم و جادو اور ٹوٹکے کے متعلق ارشاد خداوندی ہوا،

وَمَا هُمْ بِضَآرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا	یہ جادو اور ٹوٹکے کرنے والے کسی کو کچھ نقصان
بِاِذْنِ اللّٰهِ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّهُمْ	نہیں پہنچا سکتے، لیکن خدا کے حکم سے اور یہ لوگ
وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ	وہ جادو اور ٹوٹکے سیکھتے ہیں جو ان کو

مَا لَهٗ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنْ خَلَاقٍ۔ نقصان پہنچاتی ہے اور نفع بخش نہیں اور یقیناً انکو علم ہے کہ جو انکو حاصل کرتا ہو اسکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔

یہی اعلان کر دیا گیا کہ سحر و جادو کی حقیقت وہم و تخیل سے زیادہ نہیں، فرمایا،

یُخَیَّلُ اِلَیْہِ مِنْ سِحْرِھِمْ اَنَّھَا تَسْعٰی (طٰہٰ ع۳) مصری جادوگروں کے جادو سے یہ اس کو خیال ہوتا تھا کہ وہ دوڑ رہے ہیں،

بلکہ بعض صحابہ نے ان مکار جادوگروں کے قلع قمع کے لیے ان کے قتل تک کا حکم دیدیا، تاکہ انسانوں کے دلوں میں ان کا جو خوف و ہراس بیٹھا ہوا ہے وہ دور ہو، اور ان کے اس عاجزانہ قتل ہونے سے یہ ثابت ہو کہ ان میں کوئی غیر معمولی طاقت نہیں، وہ بالکل بے بس ہیں،

ابوداؤد میں ہے کہ ایک صحابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم جاہلیت میں جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے اب آپ کیا فرماتے ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ تم اپنے منتر ہمارے سامنے پیش کرو، اگر ان میں شرک کی کوئی بات نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں، ایک اور صحابی نے ایک بیمار یا پاگل پر سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کی وہ اچھا ہو گیا۔ اس نے ان کو انعام دیا۔ انھوں نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ عرض کیا، فرمایا کہ میری عمر کی قسم، ہر جھاڑ پھونک باطل ہے لیکن تم نے سچی جھاڑ سے روزی کمائی۔ ایک اور صحابی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا،

ان الرقی والتمائم والتولۃ شرک[۱] (ابوداؤد و ابن ماجہ) بیشک جھاڑ پھونک گنڈے اور میاں بیوی کے چھڑانے کے تعویذ شرک ہیں،

---

[۱] جامع ترمذی باب ما جاء فی حد الساحر و ابوداؤد باب ما جاء فی الرقی المجوس

ان ہی صحابی کے گھر میں ایک بڑھیا آیا کرتی تھی، گھر والوں نے اس سے کسی بیماری کا کوئی ٹوٹکا کرایا، ایک دھاگا پڑھکر اس نے باندھ دیا تھا، وہ گھر آئے تو اس دھاگے پر ان کی نظر پڑی، انھوں نے ہاتھ بڑھایا اور اس کو توڑ کر پھینک دیا، پھر فرمایا کہ عبداللہ کا خاندان شرک کی باتوں سے مستغنی ہے، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے کہ "جھاڑ پھونک، گنڈے اور میاں بیوی کے چھڑانے کے تعویذ شرک ہیں"، ان کی بیوی نے کہا کیا وجہ ہے کہ ایک دفعہ میری آنکھوں میں کچھ پڑ گیا جب میں جھاڑتی تھی تو پانی رک جاتا تھا اور جب چھوڑ دیتی تھی تو پانی پھر آتا تھا، انھوں نے جواب دیا، یہ شیطانی بات ہے، تم نے کیوں نہ وہ کیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کرتے تھے، آنکھوں میں پانی ڈالتیں اور یہ دعا پڑھتیں اے لوگوں کے پروردگار! اس بیماری کو دور کر، تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا بخشی کے سوا کوئی شفا نہیں، ایسی شفا دے کہ پھر کوئی بیماری نہ آئے۔

۱۰۔ وہ تمام اوہام و خرافات جنسے شرک اہل عرب لرزہ براندام رہتے تھے اور جنکو وہ بالذات مؤثر اور متصرف سمجھتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکا طلسم توڑ دیا اور اعلان فرمایا کہ انکی کوئی اصل نہیں فرمایا،

لا عدوی ولا طیرۃ ولا صفر ولا ھامۃ (ابوداؤد و ابن ماجہ)

نہ چھوت ہے، نہ بدفالی ہے، نہ پیٹ میں بھوک کا سانپ ہے، نہ مردہ کی کھوپڑی سے پرندہ نکلتا ہے۔

ایک اور صحابی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

العیافۃ والطیرۃ والطرق من الجبت (ابوداؤد و ابن ماجہ)

پرندوں کی بولی سے فال لینا، انکے اڑنے سے فال لینا اور کنکری پھینکر یا خط کھینچکر حال بتلانا شیطانی کام ہے۔

لہ یہ تمام روایتیں ابوداؤد جلد دوم باب تعالجہ و باب ماجاء فی الرقی اور ابن ماجہ باب تعلیق التمائم میں ہیں،

ایک اور صحابی آپ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں کہ فال نکالنا شرک ہے۔ پھر ان صحابی نے کہا کہ ہم صحابہ میں کوئی نہیں جو اس کو برا نہ سمجھتا ہو۔ بلکہ خدا پر بھروسہ رکھنا چاہیئے[۱] یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نچھتر دنوں کچھ نہیں[۲] یعنی پانی کی بارش میں اس کو بالکل کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح غول بیابانی کے متعلق عربوں کے جو معتقدات تھے ان کو آپ نے ایک لفظ سے باطل فرما دیا۔ فرمایا:۔

لا غول (ابو داؤد باب فی الطیرۃ) — غول بیابانی کچھ نہیں،

بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جانوروں کے متعلق انکے خیالاتِ فاسدہ کا قرآن نے ابطال کیا، سورۂ انعام میں ان کے ان مشرکانہ عقائد و اعمال کی بتصریح تردید کی گئی، اور سورۂ مائدہ میں فرمایا گیا:

مَا جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ — خدا نے بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حام نہیں ٹھہرایا

بحیرہ اُس بچہ کو کہتے تھے جس کا کان پھاڑ کر بتوں کی نذر کرتے تھے۔

سائبہ اُس جانور کو کہتے تھے جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا۔

وصیلہ بعض لوگ نذر مانتے تھے کہ اگر بچہ نر ہوا تو اس کو بت پر چڑھائیں گے اور اگر مادہ ہوا تو اپنے پاس رکھیں گے، پھر اگر نر و مادہ پیدا ہوتے تو مادہ کے ساتھ نر بھی رکھ لیتے تھے۔ یہ وصیلہ تھا

حام وہ اونٹ جسکے دس بچے بوجھ اٹھانے اور سواری کے لائق ہو چکتے تو دیوتا کے نام پر آزاد کر دیا جاتا تھا

یہ اور اسی قسم کے دوسرے اوہام جو عرب میں پھیلے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا استیصال فرمایا۔ یہ اوہام پرستی حقیقت میں قوموں کی تباہی کا ایک بڑا سبب ہوتی ہے، یہ اوہام حقیقت کے خلاف ہونے کے علاوہ بہت سے کاموں میں خلل انداز ہوتے ہیں، اور غور سے دیکھو تو انکا سلسلہ بالآخر کسی نہ کسی شرک تک منجر ہوتا ہے: اور انسان کو صحیح طریقِ عمل سے روک دیتے ہیں

[۱] ابو داؤد و ابن ماجہ ذکر فال [۲] ابو داؤد و دارمی

مثلاً بیماری میں طب کے قاعدہ کے موافق علاج کیا جائے تو مفید ہوگا، لیکن بہت سے لوگ وہم پرستی کے بنا پر ٹونے ٹوٹکے کو دافعِ مرض سمجھتے ہیں، اس قسم کے اوہام عرب میں نہایت کثرت سے پھیلے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو تصریح اور تعیین کے ساتھ باطل قرار دیا، مثلاً

۱۔ عرب کا خیال تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے تو چاند اور سورج میں گرہن لگتا ہے، آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیمؑ نے جب انتقال کیا تو سورج گرہن لگا ہوا تھا، لوگوں نے خیال کیا کہ ان ہی کے مرنے کا اثر ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو مسجد میں جا کر خطبہ دیا کہ چاند اور سورج خدا کی قدرت کے مظاہر ہیں، کسی کے مرنے سے ان میں گرہن نہیں لگتا۔[۱]

۲۔ یہ خیال تھا کہ سانپ اگر مار جائے تو اس کا جوڑا آتا ہے اور انسان کو ہلاک کرتا ہے

۳۔ ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف رکھتے تھے، ایک ستارہ ٹوٹا، آپ نے دریافت فرمایا کہ جاہلیت میں تم لوگ اس کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے تھے، لوگوں نے عرض کی کہ ہمارا اعتقاد تھا کہ جب کوئی بڑا شخص مرجاتا ہے یا کوئی بڑا شخص پیدا ہوتا ہے تو ستارے ٹوٹتے ہیں، آپ نے فرمایا کہ کسی کے مرنے یا پیدا ہونے سے ستارے نہیں ٹوٹتے۔[۲]

۴۔ شیرخوار بچوں کے سرہانے استرا رکھ دیا کرتے تھے کہ ان کو جنات نہ ستانے پائیں، ایک دفعہ حضرت عائشہؓ نے دیکھا تو اٹھا کر پھینک دیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان باتوں کو ناپسند کرتے تھے۔[۳]

۵۔ نظربد سے بچنے کے لیے اونٹوں کے گلے میں قلادہ لٹکاتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کسی اونٹ کے گلے میں قلادہ نہ رہنے پائے۔[۴]

---

[۱] صحیح بخاری باب صلوٰۃ الکسوف [۲] مسند ابن حنبل جلد اول ص ۲۱۸ [۳] ادب المفرد باب الطیرۃ من الجن مطبوعہ مصر [۴] موطا امام مالک باب ما جاء فی نزع التعلیق والجرس من العین ص ۳۴۳۔

الغرض توحید کامل کی تعلیم نے عربوں کے تمام مشرکانہ اوہام و خرافات کو ہمیشہ کیلئے مٹا دیا،
اسلام کی اس اصلاح اہمیت کا اندازہ عیسائیت کی ان مقدس روایات و حکایات سے کرو،
جنھوں نے صدیوں تک دنیا کو دیووں، بھوتوں اور چڑیلوں کے تسلط اور غذا کے شکنجہ میں مبتلا
رکھا، اور ان کو نکالنا اور بھگانا عیسائیت کا کمال اور اعجاز سمجھا جاتا رہا۔

۱۱۔ شرک کے اسباب میں سے ایک بڑا سبب کفارہ اور شفاعت کے وہ غلط معنی تھے جو
عربوں اور عیسائیوں وغیرہ میں رائج تھے، عربوں نے شفاعت کے جو غلط معنی سمجھ رکھے تھے اسکا
اصلی سبب ان کا وہ تخیل تھا جو خدا اور بندوں کے تعلق کی نسبت انکے ذہن میں قائم تھا، وہ
خدا اور بندوں کے درمیان وہی نسبت سمجھتے تھے جو ایک قاہر و جابر بادشاہ اور اسکی رعایا کے
درمیان ہے، اور جس طرح بادشاہ کے دربار تک ایک عام اور معمولی رعایا کی رسائی دربار نشینوں
سفارشیوں اور مقربوں کے بغیر ممکن نہیں، اسی طرح اس شہنشاہ کے دربار میں بھی وہ اسکے دربار
نشینوں اور مقربوں کے بغیر رسائی ممکن نہیں سمجھتے تھے، اسی لیے وہ ان درمیانی ہستیوں کے خوش رکھنے کی
ضرورت کے بھی معتقد تھے، چنانچہ وہ اپنے بتوں، دیوتاؤں اور فرشتوں کو اسی نیت سے پوجتے تھے، اور کہتے تھے،

هٰؤُلَاءِ شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس) — یہ اللہ کے ہاں ہمارے سفارشی ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اس بت پرستی پر انکو ملامت کی تو انھوں نے صاف کہا

مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَا اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (زمر۔۱) — ہم ان کو اسی لیے پوجتے ہیں کہ وہ ہم کو اللہ کے تقرب میں نزدیک کر دیں۔

یہودیوں میں بھی اسی قسم کی دوسری غلط فہمی تھی، وہ یہ سمجھتے تھے کہ بنی اسرائیل کا گھرانا خدا کا

Marfat.com

خاص کنبہ اور خاندان ہے۔ اور ان کے خاندان کے پیغمبر اور نبی چونکہ خدا کے پیارے اور محبوب ہیں اس لیے ان کی اولاد اور نسل بھی دنیا اور آخرت میں بھی درجہ رکھتی ہے۔ اگر ان پر کوئی معصیت بھی پڑے گی تو بھی ان کے خاندان کے بزرگ جو خدا کے مقرب اور برگزیدہ ہیں، وہ ہر طرح ان کو اس سے بچالیں گے۔ ان کا دعویٰ تھا کہ

نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ (مائدہ)	ہم خدا کی اولاد اور اسکے پیارے ہیں۔

قرآن نے کہا۔

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ	بلکہ تم بھی خدا کی مخلوقات میں سے ایک
لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ	مخلوق ہو۔ یہ اسی کو اختیار ہے جس کو چاہے
(مائدہ کوع ۳)	بخشے اور جس کو چاہے سزا دے۔

اور اسی بنا پر ان کا دعویٰ تھا۔

لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا	ہم کو دوزخ صرف چند گنتی کے دن
مَّعْدُوْدٰتٍ (آل عمران ۳)	چھو کر چھوڑ دے گی۔

قرآن نے کہا۔

وَغَرَّھُمْ فِيْ دِيْنِهِمْ مَّا كَانُوْا	اور یہ اپنے دل سے بنا کر جو جھوٹ
يَفْتَرُوْنَ	عقیدہ گھڑ چکے ہیں وہ ان کے مذہب کے
(آل عمران)	بارہ میں ان کو دھوکا دے رہا ہے۔

عیسائیوں کا عقیدہ یہ تھا اور ہے کہ باپ (خدا) نے تمام انسانوں کی طرف سے جو موروثی

اور طبعی طور سے گنہگار ہیں، اپنے اکلوتے بیٹے (حضرت عیسیٰؑ) کو قربانی دیکر ان کے گناہوں کا کفارہ دیدیا اور وہ گناہوں سے پاک و صاف ہو گئے اور حضرت عیسیٰؑ اور ان کے بعد ان کے جانشین پوپوں کو گناہوں کے معاف کرنے کا اختیار دیا گیا ہے کہ وہ جو زمین پر کھولیں گے، وہ آسمان پر کھولا جائے گا، اسی لیے پوپوں کے سامنے اعتراف گناہ کا عقیدہ عیسائیوں میں پیدا ہوا اور ان کو بندوں کے گناہوں کے معاف کرنے کا دنیا میں حق ملا۔

پیغام محمدی نے ان کو ملزم قرار دیا اور کہا:۔

اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ — انھوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے عالموں

اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (توبہ) — اور راہبوں کو اپنا خدا بنا رکھا ہے،

اور اصولی طور پر اس نے یہ بتا دیا کہ

وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ (آل عمران) — اور خدا کے سوا کون گناہوں کو معاف کر سکتا ہے

ان کا عقیدہ تھا کہ بیٹا قیامت کے دن باپ کے داہنے بازو پر برابر بیٹھ کر خلق کا عدل و انصاف کرے گا، قرآن پاک نے ایک تیسرے موثر طرز میں ان کی تردید کی ہے، قیامت کے دن خدا حضرت عیسیٰؑ سے پوچھے گا،

ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِیْ وَاُمِّیَ — اے عیسیٰؑ کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ خدا کو

اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (مائدہ-۱۶) — چھوڑ کر مجھکو اور میری ماں کو خدا بناؤ،

وہ کہیں گے، بارالٰہا میں نے تو ان سے وہی کہا جو تو نے کہا تھا میں نے تو ان کو یہ تعلیم نہیں دی تھی، میں نے تو ان سے یہی کہا تھا کہ صرف ایک خدا کو پوجو۔ اب

Marfat.com

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ	اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں
وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ	اور اگر تو بخشدے تو تو سب کچھ کر سکتا ہے
الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (مائدہ ۱۴-۱۷)	کہ تو غالب اور حکمت والا ہے،

اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے کہ گناہوں کی مغفرت اور معافی یا گناہوں پر سزا اور عذاب دینا صرف خدا کے ہاتھ میں ہے، کسی دوسرے کو اس میں کوئی دخل نہیں،

بت پرست عربوں کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ یہ دیوتا اور ان کے یہ بت خدا کی طرف سے دونوں عالم میں مختارِ کل ہیں، وہ یہاں مینہ دینے کا، اور اس عالم میں بخشنے کا اختیار رکھتے ہیں، اس عقیدہ کا نام ان کے یہاں شفاعت تھا، اور یہ دیوتا ان کے شفیع تھے، قرآن مجید نے کفارہ غیر خدا کے اختیارِ مغفرت اور بت پرستانہ طریقہ شفاعت کے عقائد باطلہ کی ہر طرح تردید کی اور بتایا کہ یہ اختیار خدا کے سوا کسی اور کو نہیں، سب اس کی عظمت اور جلال کے سامنے عاجز اور درماندہ ہیں۔

وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ	یہ کافر خدا کو چھوڑ کر جنکو پکارتے ہیں وہ شفاعت
الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ	کا اختیار نہیں رکھتے لیکن وہ جس نے حق کی
وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ (زخرف ۷)	شہادت دی اور وہ جانتے بھی ہوں
لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ	یہ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے لیکن وہ
عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا (مریم ۷)	جس نے رحم والے خدا سے اقرار لے لیا
ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ	کیا خدا برحق کو چھوڑ کر جھوٹے معبودوں
الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ	کو خدا بناؤں، اگر رحمٰن مجھے نقصان پہنچانا

شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ	چاہے تو انکی شفاعت مجھے ذرا بھی فائدہ
(یٰس ۔۲)	نہیں پہنچا سکتی اور نہ وہ مجھے چھڑا سکتے ہیں

کفار فرشتوں کو بھی اسی غرض سے پوجتے تھے، حکم ہوا،

وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ	اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ انکی
لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا اِلَّا	شفاعت کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی لیکن
مِنْۢ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ	اس کے بعد کہ اللہ اجازت دے
يَّشَآءُ وَيَرْضٰى (نجم۔۲)	جس کے لیے چاہے اور پسند کرے،
اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ	کیا ان کافروں نے خدا کے سوا کوئی شفیع
قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْـًٔا	بنایا ہے کہدے کہ اگر یہ کچھ اختیار اور سمجھ تو
وَّلَا يَعْقِلُوْنَ (زمر۔۵)	نہ رکھتے ہوں تو بھی یہ شفیع بننے کے قابل ہیں

خدا قیامت میں ان سے کہے گا:

وَمَا نَرٰى مَعَكُمْ شُفَعَآءَكُمُ	اور ہم دیکھتے نہیں تمہارے ساتھ تمہارے
الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ اَنَّهُمْ فِيْكُمْ	ان شفیعوں کو جن کو تم سمجھتے تھے کہ وہ
شُرَكٰٓؤُا (انعام۔۱۱)	تمہاری ملکیت میں خدا کے ساتھ شریک ہیں
وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ	اور جب قیامت قائم ہوگی تو مشرکین
الْمُجْرِمُوْنَ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ مِّنْ شُرَكَآىِٕهِمْ	ناامید ہونگے کہ جنکو وہ خدا کا شریک کار
شُفَعٰٓؤُا (روم۔۲)	بناتے تھے ان میں سے کوئی انکا شفیع نہ ہوا،

Marfat.com

خاص یہود کو مخاطب کر کے ان کے عقیدہ کی تردید میں کہا گیا،

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ...... وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (بقرہ ۶)

اے فرزندانِ اسرائیل ...... اور ڈرو اس دن سے جس میں کوئی دوسرے کے ذرہ کام نہ آئیگا اور نہ اس کی طرف سے کوئی شفاعت قبول کیجائیگی اور نہ کچھ اس کے بدلہ میں لیا جائیگا، اور نہ کوئی ان کو مدد پہنچائی جائے گی،

پھر اسی معنی کی آیت اسی سورہ میں دوسری جگہ ہے،

يٰبَنِىٓ اِسْرَآءِيْلَ ...... وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ (بقرہ ۱۵)

اے فرزندانِ اسرائیل ...... اور ڈرو اس دن سے جس میں کوئی کسی کے ذرا بھی کام نہ آئیگا اور نہ اسکی طرف سے کوئی بدلہ قبول ہوگا اور نہ شفاعت فائدہ دے گی۔

اور اسی معنی میں مسلمانوں سے بھی کہا گیا کہ وہ عمل پیش کریں، شفاعت کے بھروسے نہ رہیں،

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِىَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ (بقرہ ۳۴)

اے مسلمانو جو کچھ ہم نے تم کو روزی دے رکھی ہے اس میں سے کچھ خرچ کر دیا کرو اس دن کے آنے سے پہلے جس میں نہ لین دین ہے نہ دوستی ہے نہ شفاعت ہی،

غرض آپکے پیغام نے ان معنوں میں شفاعت کے عقیدہ باطل کی ہر جگہ تردید کی ہی،

Marfat.com

اور اعلان کیا ہے کہ اس شفاعت کا اختیار صرف خدا کے ہاتھ میں ہے،

اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ	کیا انھوں نے خدا کے سوا دوسروں کو شفیع بنا لیا ہے
قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا	کہہ دے کہ اگرچہ انکو کسی چیز کا اختیار نہ ہو اور نہ انکو
وَّلَا یَعْقِلُوْنَ ۔ قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ	کچھ سمجھ ہو تو بھی کہہ دے کہ شفاعت کا کل اختیار
جَمِیْعًا لَہٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَ (زمر ۵)	خدا ہی کو ہے، اسی کا راج آسمانوں اور زمین میں
الْاَرْضِ ثُمَّ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ	ہے، پھر اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے،

اس آیت پاک نے کفار و مشرکین کے عقیدہ شفاعت کی قطعی طور سے تردید کی اور دوسری آیت میں یہود و نصاریٰ کے عقیدۂ شفاعت کا صرف اتنا حصہ تسلیم کیا کہ خدا کے نیک بندے اپنے دوسرے بھائیوں کے حق میں شفاعت کریں گے،

وَلَا یَمْلِکُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ	اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر جنکو پکارتے ہیں وہ شفاعت
دُوْنِہِ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنْ شَہِدَ	کا اختیار نہیں رکھتے لیکن وہ جنھوں نے حق کی
بِالْحَقِّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ (زمر)	گواہی دی اور وہ دانش رکھتے ہیں۔

دوسری جگہ اسی شہادت کو اقرار لینا کہا گیا ہے،

لَا یَمْلِکُوْنَ الشَّفَاعَۃَ اِلَّا مَنِ	یہ لوگ شفاعت کا اختیار نہیں رکھتے لیکن
اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَھْدًا	وہ جو خدا کے نزدیک (دنیا میں اپنے عمل کے
(مریم-۶)	ذریعے) اقرار لے چکا ہے،

لیکن اس شہادتِ حق اور عہدِ الٰہی کے باوجود اس اختیار کے استعمال کے لیے اللہ تعالیٰ نے

کی اجازت اور رضامندی شرط ہے۔

مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ (یونس-۱)

(خدا کی بارگاہ میں) کوئی شفیع نہیں اس کی اجازت کے بعد۔

مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (بقرہ-۳۴)

وہ کون ہے جو خدا کے سامنے کسی کی شفاعت کر سکے لیکن اس کی اجازت سے۔

وَكَمْ مِنْ مَلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِي شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا إِلَّا مِنْ بَعْدِ أَنْ يَأْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَرْضَى (نجم)

اور کتنے فرشتے ہیں آسمانوں میں کہ انکی شفاعت ذرا بھی کام نہیں آسکتی، البتہ اسکے بعد کہ خدا اجازت دے جسکو چاہے اور پسند کرے

لَا يَتَكَلَّمُونَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا۔ (نبا-۲)

یہ فرشتے اور روح کوئی خدا سے بات نہ کر سکیگا لیکن جسکو وہ رحم والا اجازت دے اور ٹھیک کہے

پھر یہ شفاعت بھی ان ہی لوگوں کے حق میں ہو سکے گی جن کے حق میں اللہ تعالیٰ انبیاء اور صالحین کو اس کی اجازت دے گا، فرمایا۔

وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهُ إِلَّا لِمَنْ أَذِنَ لَهُ (سبا-۳)

اور شفاعت خدا کے نزدیک نفع نہ دیگی لیکن اس کیلئے جس کے لیے وہ شفاعت کی اجازت دیگے

يَوْمَئِذٍ لَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا۔ (طٰہ-۶)

اس دن شفاعت نفع نہ دیگی لیکن اسکو جس کے لیے خدا اجازت دے، اور اسکے لیے بات کرنا پسند کرے۔

بلکہ خود انبیاء علیہم السلام بھی سفارش ان ہی کی کرینگے جن کی سفارش خدا خود چاہے گا فرمایا

وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ (انبیاء - ۲)	اور وہ شفاعت نہیں کرینگے لیکن اسکی جو کیلئے خدا اپنی خوشنودی ظاہر کرے اور وہ اس کے خوف سے ترساں ہوں گے۔

پھر ایک جماعت ایسی بھی ہے جس کے افراد کے لیے ازل ہی سے یہ اعلان عام ہو چکا ہے کہ ان کے لیے مغفرت اور شفاعت کا دروازہ بند ہے، اور یہ وہ مجرم ہیں جن کے دل حق کی شہادت سے محروم ہو گئے،

فَمَا تَنفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِينَ (مدثر - ۲)	تو ان کو شفاعت کرنے والوں کی شفاعت فائدہ نہ دے گی
مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٍ يُطَاعُ (مومن - ۲)	ظالموں (مشرکوںؔ) کا نہ کوئی دوست (دل سوز) ہوگا اور نہ کوئی شفیع جس کی بات مانی جائے

اور وہ بدنصیب گروہ جس کے حق میں رحمت کا دروازہ بند رہے گا، مشرکین ہیں، جیسا ذیل کی آیت سے نمایاں ہے،

إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَن يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُ مَا دُونَ ذَٰلِكَ لِمَن يَشَاءُ (نساء - ۱۸)	اللہ اس گناہ کو کہ اس کے ساتھ کوئی شریک ٹھہرایا جائے نہیں بخشتا، اور اسؔ سے نیچے کے گناہ جس کو چاہے بخش دے،

ؔ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ (لقمان - ۲) بیشک شرک بڑا ظلم ہے (صحیح بخاری ذکر لقمان، جلد اصفحہ ۴۰)

لیکن اب ایسی حالت میں جبکہ وہی شفاعت کر سکیں گے جن کو اللہ تعالیٰ اس کی اجازت دے گا، اور وہ بھی ان ہی کی شفاعت کرینگے جن کی شفاعت کرانا خود خدا کو منظور ہو گا تو حقیقت میں خود اللہ تعالیٰ ہی اپنے دربار میں اپنا آپ شفیع ہو گا، یا صوفیانہ اصطلاح میں یوں کہو کہ جلال الٰہی کی بارگاہ میں اس کی صفت کریمی و رحیمی خود شفیع بنکر کھڑی ہوگی۔ اسی لیے ارشاد ہوا:-

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ	اور اس قرآن کے ذریعہ سے خبردار ان لوگوں
يُحْشَرُوْا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ	کو ہشیار کر دے جو اس سے ڈرتے ہیں کہ اپنے
دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ	رب کے پاس جب جمع کیے جائیں گے تو بجز اس کے ان کا
يَتَّقُوْنَ (انعام ۵)	کوئی حامی اور شفیع نہیں، شاید وہ بچتے رہیں
مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا	خدا کے سوا تمہارا کوئی حامی اور شفیع نہیں
شَفِيْعٍ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ (سجدہ)	پھر کیا تم سوچتے نہیں

خدا کی اس صفت کریمی و رحیمی کے مظہر اس دنیا میں بھی وہی ہوں گے جو اس دنیا میں اسکے مظہر بنکر آئے تھے، اور وہ انبیائے کرام ہیں کہ خدا کے رحم و کرم ہی کے سبب سے جو اس کو اس دنیا اور دنیا والوں کے ساتھ ہے، ان انبیاء کی بعثت ہوئی، اور وہ اپنی اپنی امت پر شاہد قرار پائے، اسی طرح خدا کی اجازت کے بعد اس دنیا میں بھی وہی خدا کے اس رحم و کرم اور فضل عمیم کے مظہر قرار پائیں گے، نیز رحمت الٰہی سے ان امت کے نیکوکار اور صالح افراد بھی جن کو رحمت الٰہی نے چاہا اس منصب پر ممتاز ہو سکیں گے، خصوصاً وہ سراپا رحمت نبی جو اس دنیا میں رحمۃ للعالمین، اور خدا کی صفت رحیمی کا مظہر بنکر آیا۔

۱۲۔ بظاہر دنیا میں بہت سی باتیں آفتاب ماہتاب کی گردش اور ان کے سبب سے اختلاف موسم کے اثرات سے ہوتی ہیں، اس لیے ستارہ پرست قوموں میں یہ اعتقاد پیدا ہوگیا تھا کہ دنیا جو کچھ ہوتا ہے وہ ستاروں کی گردش کے اثر سے ہوتا ہے، یہی اعتقاد عرب کے مشرکوں میں بھی پھیلا تھا، وہ سورج اور چاند کو سجدے کرتے تھے، اسلام نے ان کو اس شرک سے روکا اور کہا

لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ (فصلت) سورج اور چاند کو سجدے نہ کیا کرو

اسی طرح وہ زمانہ کو دنیا کے کاروبار میں حقیقی موثر جانتے تھے اور یہ کہتے تھے،

وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ (جاثیہ ۳) ہم کو تو زمانہ مارتا ہے

اسی کا اثر ہے کہ ہماری شاعری کی زبان میں "فلک کج رفتار" اور "دہر ناہنجار" کی شکایت اب تک چلی جاتی ہے، عرب کے مشرکین بھی اسی طرح بولا کرتے تھے، ان کو جب کوئی خلاف توقع تکلیف پہنچتی تھی تو زمانہ کی شکایت کیا کرتے تھے، اور اس کو برا کہتے تھے[۱]، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا، اور فرمایا کہ زمانہ کو گالی نہ دیا کرو کہ زمانہ خود خدا ہی ہے[۲] اور فرمایا کہ خدا ارشاد فرماتا ہے کہ آدم کا بیٹا مجھے تکلیف پہنچاتا ہے، وہ زمانہ کو برا کہتا ہے، زمانہ میں ہوں، میرے ہاتھ میں تمام کام ہیں میں شب و روز کا انقلاب کرتا ہوں[۳] یعنی زمانہ کو جن تکلیفوں اور مصیبتوں کا خالق سمجھ کر لوگ برا کہتے ہیں حقیقت میں ان کا پیدا کرنے والا خدا ہی ہے، اس لیے یہ گالی حقیقت میں خدا کو دی جاتی ہے، اسی خیال کا یہ بھی اثر تھا کہ اہل عرب بارش کو نچھتر کی طرف منسوب کیا کرتے تھے اور کہا کرتے

۱؎ فتح الباری شرح بخاری جلد ۸ صفحہ ۴۴۱ و کتاب الاسماء والصفات بیہقی صفحہ ۱۱۵۔ الہ آباد ۲؎ صحیح مسلم الفاظ الادب ۳؎ صحیح بخاری تفسیر سورہ جاثیہ و کتاب الرد علی الجہمیہ جلد ۲ صفحہ ۱۱۱۷۔

تھے کہ فلاں نچھتر کے سبب سے ہم پر پانی برسایا گیا، حدیبیہ کے موقع پر اتفاق سے رات کو بارش ہوئی، صبح کو نماز کے بعد آپ صحابہ کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا جانتے ہو تمھارے رب نے کیا کہا" صحابہ نے عرض کی کہ خدا اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، ارشاد ہوا، اس نے فرمایا، آج صبح کو میرے بندوں میں سے کچھ مومن ہو کر اٹھے اور کچھ کافر ہو کر جنھوں نے یہ کہا کہ خدا کے فضل و رحمت سے ہم پر پانی برسا وہ تو خدا پر ایمان لانے والے اور ستارہ کے انکار کرنے والے ہیں، اور جنھوں نے یہ کہا کہ فلان نچھتر سے پانی ہم پر برسا تو وہ خدا کے انکار کرنے والے اور ستارہ پر ایمان لانے والے ہیں"[۵]

سورج گرہن اور چاند گرہن کو بھی لوگ عظیم الشان واقعات اور انقلابات کی علامت سمجھتے تھے، ہم وحشی دنیا کی تمام قوموں میں وہ آسمانی دیوتاؤں کے غیظ و غضب کا مظہر یقین کیے جاتے تھے، ۱۰ھ میں اتفاق سے ایک دن سورج میں گرہن لگا، اور یہی دن آپ کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم نے وفات پائی، صحابہ نے خیال کیا کہ یہ سورج میں گرہن لگنے کا سبب حضرت ابراہیم کی موت ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ سنا تو تمام مسلمانوں کو مسجد میں جمع ہونے کا حکم دیا، اور ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں اس خیال کی تردید کی، فرمایا کسوف و خسوف گرہن ، کو کسی کے جینے مرنے سے کوئی تعلق نہیں، یہ بھی خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان ہے[۲]

۱۴۔ شرک کی ایک نہایت ہی باریک صورت یہ تھی کہ لوگ غیر خدا کی قسمیں کھاتے تھے، قسم کھانے کے معنی حقیقت میں شہادت کے ہیں، جس کی قسم کھائی جاتی ہے، اسکو در اصل دائم پر گواہ بنایا جاتا ہے، عربوں میں بت پرستی کے رواج کے باعث بتوں اور دیوتاؤں کی قسمیں کھا

---

[۱] صحیح بخاری باب الاستسقار وطلب الذکر بعد الصلوٰۃ وصحیح مسلم کتاب الایمان [۲] صحیح بخاری صلوٰۃ الکسوف

Marfat.com

جاتی تھیں، جو صریح کفر تھا، قریش اپنے دیوتا لات اور عزیٰ کی قسمیں کھایا کرتے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا، لیکن رواج اور عادت کے باعث مسلمان ہونے کے بعد بھی بے اختیار ان کی زبان سے ان کی قسمیں نکل جاتی تھیں، آپ نے فرمایا کہ جس شخص کی زبان سے لات اور عزیٰ کی قسم نکل جائے تو وہ فوراً لا الٰہ الا اللہ کہہ لے، یہ گویا اس کفر کے کلمہ سے توبہ ہے، قریش میں باپ کی قسم کھانے کا بھی رواج تھا، اس سے بھی آپ نے منع فرمایا، ایک دفعہ حضرت عمرؓ کو آپ نے باپ کی قسم کھاتے سنا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے منع کیا ہے کہ اپنے باپ کی قسم کھایا کرو، جسکو قسم کھانی ہو وہ یا تو خدا کی قسم کھائے اور یا چپ رہے،" حضرت عمرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کے ارشاد کا یہ اثر ہوا کہ اس وقت سے آج تک میں نے نہ تو اپنی بات میں اور نہ کسی اور کی بات دہرانے میں کبھی باپ کی قسم کھائی۔[۱] ماں کی قسم بھی لوگ کھایا کرتے تھے، اس سے بھی آپ نے منع فرمایا، اسی طرح کعبہ کی بھی قسم لوگ کھایا کرتے تھے، اس پر ایک یہودی نے آکر مسلمانوں کو طعنہ دیا کہ تم بھی شرک کرتے ہو، کعبہ کی قسم کھاتے ہو، تو آپ نے مسلمانوں سے فرمایا کہ کعبہ نہیں بلکہ کعبہ والے (خدا) کی قسم کھایا کرو۔[۲] ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کسی کو کعبہ کی قسم کھاتے سنا تو اس کو منع کیا، اور کہا کہ غیر خدا کی قسم نہ کھائی جائے میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے سنا ہے، کہ جس نے غیر خدا کی قسم کھائی اس نے کفر کیا، یا شرک کیا،[۳] دوسری روایت میں ہے کہ ہر وہ قسم جو غیر خدا کی کھائی جائے شرک ہے۔[۴]

---

[۱] سنن نسائی کتاب الایمان والنذور [۲] یہ تمام واقعات صحیح بخاری، صحیح مسلم، نسائی کتاب الایمان میں مذکور ہیں نسائی کتاب الایمان والنذور [۳] جامع ترمذی ابواب النذور والایمان [۴] مستدرک حاکم ص ۱۸ ج ۱، کتاب الایمان مستدرک بحوالہ مذکور

۱۴۔ اکثر نیک لوگوں کی نسبت یہ سمجھا جاتا ہے کہ ان کی مشیئت میں خدا کی مشیئت ہے، اس میں نہ صرف بدعقیدہ لوگ بلکہ اہل توحید بھی غلطی سے مبتلا ہو جاتے ہیں، آنحضرت صلعم نے انسانوں کو اس دقیق غلطی سے بھی آگاہ کیا، اور بتایا کہ دنیا میں مشیئت صرف خدا کی ہے اسی کی خواہش کے مطابق دنیا چل رہی ہے، تمام مشیئتیں اور خواہشیں اسی کی مشیئت اور خواہش کے ماتحت ہیں اس کے ساتھ کسی مخلوق کی مشیئت، عالم کے کاروبار میں شریک نہیں لیکن لوگوں نے خدا کی مشیئت کیساتھ اوروں کی مشیت کو بھی شریک کر لیا تھا توحید کامل کے معلم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کی سختی سے تردید کی، اور قرآن مجید نے جا بجا اس حقیقت کو واضح کیا کہ مشیئتِ الٰہی کے علاوہ کوئی اور حقیقی مشیئت نہیں، تمام دیگر مشیئتیں اس کی تابع اور ماتحت ہیں، عقیدہ کی یہ غلطی اس قدر عام تھی کہ جو لوگ عقیدۃً نہیں رکھتے تھے وہ بھی سلاطین حکام اور بزرگوں کیساتھ گفتگو میں یہ کہنا حسنِ ادب سمجھتے تھے کہ جو خدا چاہے اور جو حضور چاہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرزِ کلام سے منع فرمایا، یہانتک کہ خدا کی مشیئت کے ساتھ برابری ہی خود اپنی مشیت کے ذکر سے بھی صحابہ کو روکا، اس قسم کا طرز کلام لوگوں کی زبان پر چڑھ گیا تھا اس میں یہ تصحیح فرمائی کہ خدا اور غیر کی مشیت کے درمیان عطف کا واؤ (اور) نہ لایا جائے کہ اس سے برابری کا شائبہ نکلے بلکہ پھر کا لفظ بولا جائے تاکہ معلوم ہو کہ خدا کی مشیئت کے بعد اوروں کی مشیت کا درجہ ہے۔

نسائی میں ہے کہ ایک یہودی نے خدمتِ نبوی میں آکر مسلمانوں سے کہا کہ تم لوگ شرک کرتے ہو، کہتے ہو کہ جو خدا چاہے اور جو محمد چاہیں، آپ نے صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا یوں کہو کہ وہ ایک ہی جو چاہے، پھر جو آپ چاہیں۔[1] یہی واقعہ ابن ماجہ میں اس طرح ہے کہ ایک صحابی نے

[1] نسائی کتاب الایمان والنذ

خواب میں دیکھا تھا کہ ایک یہودی یا عیسائی اُن سے کہہ رہا ہے کہ تم مسلمان بڑے اچھے لوگ ہوتے اگر شرک نہ کیا کرتے، تم کہا کرتے ہو کہ "خدا جو چاہے اور محمد جو چاہیں"۔ ان صحابی نے خدمتِ اقدس میں آکر اپنا یہ خواب بیان کیا، آپ نے فرمایا میں اس فقرہ کی برائی جانتا تھا، یوں کہو کہ جو خدا چاہے پھر جو محمد چاہیں۔[1] ابوداؤد میں یہی تعلیم اس واقعہ کی تقریب کے بغیر اس طرح مذکور ہے کہ آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ یہ نہ کہا کرو کہ جو خدا چاہے اور جو فلاں چاہے، بلکہ یوں کہو کہ جو خدا چاہے پھر جو فلاں چاہے۔[2] لیکن امام بخاری نے ادب المفرد میں اور بیہقی نے کتاب الاسماء میں جو روایت کی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے ساتھ کسی اور کی مشیت کا نام بھی نہ لینا چاہیئے، ایک شخص نے خدمتِ والا میں حاضر ہو کر سلسلۂ کلام میں کہا کہ جو خدا چاہے اور جو آپ چاہیں، ارشاد ہوا کہ تم نے خدا کا ہمسر اور مقابل ٹھہرا یا، جو خدا تنہا چاہے۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ وَحْدَہٗ۔[3]

اس سلسلہ میں یہاں تک اہتمام مدِ نظر تھا کہ اس سے بھی منع فرمایا کہ خدا اور رسول کی طرف ایک ضمیر پھیر کر ایک فعل لایا جائے، تاکہ یہ سمجھا جائے کہ خدا اور رسول کا درجہ برابر برابر ہے، ایک دفعہ آپ کے سامنے کسی شخص نے خطبہ کے اثنا میں یہ فقرہ کہا جس نے خدا اور رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایت پائی، اور جس نے اُن دونوں کی نافرمانی کی، یہاں تک اس نے کہا تھا کہ آپ نے اسکو روک دیا، اور فرمایا "اٹھ جاؤ تم برے خطیب ہو"، آپ نے آزردگی کا اظہار اس لیے فرمایا کہ "اُن دونوں" کو ساتھ کہنے سے سامعین پر یہ اثر پڑتا ہے کہ خدا کی اور رسول کی نافرمانی کا حکم برابر ہے

---

[1] ابن ماجہ کتاب النذور، [2] ابوداؤد کتاب الادب باب لا تقول خبثت نفسی [3] ادب المفرد امام بخاری صفحہ ۱۱۰ مصر وکتاب الاسماء والصفات امام بیہقی صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ الہ آباد۔

Marfat.com

اور اس میں شرک کا شائبہ ہے، اس لیے خطیب کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ اور جو خدا کی اور رسول کی نافرمانی کریگا وہ . . . ؛ جیسا کہ قرآن پاک میں بار بار آیا ہے، اور سائر خطبوں میں بھی منقول ہے۔

۵۔ جن باتوں میں شرک کا ذرا بھی شائبہ پایا جاتا تھا، اُن سے بالکل منع کر دیا، لوگ اولاد کا نام آفتاب، ماہتاب وغیرہ کی عبدیت کیساتھ رکھتے تھے، مثلاً عبد الشمس، عبد مناف؛ ان ناموں سے سخت منع فرمایا، ارشاد ہوا کہ بہترین نام عبد اللہ اور عبد الرحمٰن ہیں[۱]۔ اہل عجم اپنے سلاطین کو شاہنشاہ یعنی تمام بادشاہوں کا بادشاہ کہتے تھے، چونکہ اس میں شرک کا احتمال تھا، آنحضرتؐ نے فرمایا کہ یہ نام خدا کو سب سے زیادہ ناپسند ہے[۲]، دوسری روایت میں ہے کہ آپنے فرمایا اس شخص پر اللہ کا بید غضب ہوا جس نے اپنے کو شہنشاہ کہا، خدا کے سوا کوئی بادشاہ نہیں، (حاکم فی المستدرک فی ج ۴)

غلاموں کو لوگ عبد یعنی بندہ کہتے تھے، حالانکہ انسان خدا کا بندہ ہے آدمیوں کا نہیں: اسی طرح غلام اپنے مالک کو رب کہتے تھے، حالانکہ رب خدا ہے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قطعاً منع فرمایا کہ کوئی شخص غلاموں کو عبد یعنی بندہ نہ کہنے پائے، بلکہ یوں کہے کہ میرا بچہ، یا بچی، اور اسی طرح غلام اور باندیاں اپنے آقا کو رب نہ کہیں، مالک کہیں کہ تم سب غلام ہو، اور رب اللہ ہے[۳]، ہانی ایک صحابی تھے جن کی کنیت ابو الحکم تھی، وہ جب خدمت اقدس میں اپنی قوم کیساتھ آئے تو آپنے فرمایا کہ حکم خدا ہے اور وہی حکم دینے والا ہے، تمکو لوگ ابو الحکم کیوں کہتے ہیں، عرض کی کہ میرے قبیلہ میں جب کوئی نزاع ہوتی ہے تو لوگ مجھکو حکم یعنی ثالث بناتے ہیں، اور میں جو فیصلہ کرتا ہوں اس کو سب تسلیم کر لیتے ہیں، آپنے فرمایا تمھارے بچوں کے کیا نام ہیں،

---

[۱] ابوداؤد کتاب الادب باب تغییر الاسماء [۲] ایضاً [۳] ابوداؤد کتاب الادب باب لا یقول المملوک ربی؛ ابوداؤد کتاب الادب باب الکریم وحفظ المنطق

بولے شریح، مسلم، عبداللہ، آپ نے پوچھا سب میں بڑا کون ہے، عرض کی شریح، فرمایا تو تمھاری کنیت ابو شریح ہے[1]

اکثر لوگوں کی عادت ہوئی ہے کہ کوئی برا کام کرتے ہیں تو شیطان پر لعنت بھیجتے ہیں گویا اس نے برائی کرائی، ایک دفعہ ایک صاحب آنحضرتؐ کیساتھ گھوڑے پر سوار تھے، گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، انھوں نے کہا شیطان کا برا ہو، آپ نے فرمایا یوں نہ کہو، ورنہ شیطان غرور سے پھول جائیگا اور کہے گا، میری قوت سے یہ ہوا، خدا کا نام لو، تو شیطان دبکر مکھی کے برابر ہو جائے گا،[2]

تصویر بنانے سے سخت منع کیا، اس کی یہی وجہ تھی کہ اول اول لوگ کسی بزرگ اور معتقد کی تصویر گھر میں رکھتے تھے تو محبت یا یادگار کے طور پر رکھتے تھے لیکن رفتہ رفتہ ان ہی تصویروں کی پرستش ہونے لگی تھی، چنانچہ ہندوؤں اور رومن کیتھلک عیسائیوں میں اسی طرح تصویر پرستی اور اس سے بڑھکر بت پرستی کا رواج ہوا، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرے سے تصویر کھینچنے سے منع فرمایا،

۱۶۔ شرک کا بڑا ذریعہ قبر پرستی اور یادگار پرستی ہے، قبروں اور یادگاروں کو لوگ عبادتگاہ بنا لیتے ہیں، سالانہ مجمع کرتے ہیں، دور دور سے سفر کرکے آتے ہیں، قبروں پر مسجدیں بناتے ہیں منتیں مانتے ہیں، نذریں چڑھاتے ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام افعال سے منع کیا، وفات سے پانچ دن پہلے فرمایا کہ تم سے پہلے لوگ قبروں کو مسجد بنا لیتے تھے، دیکھو میں تم کو منع کرتا ہوں کہ قبروں کو مسجد نہ بنانا، عین وفات کے وقت چہرہ سے چادر الٹ دی اور فرمایا کہ خدا یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، ان لوگوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنا لیا،[3]

[1] ابوداؤد کتاب الادب باب تغییر الاسم القبیح [2] ابوداؤد کتاب الادب باب لا یقول خبثت نفسی [3] صحیح مسلم کتاب المساجد

Marfat.com

۱۷۔ یہ توحید کے متعلق وہ اصلاحات تھیں جن کا تعلق زیادہ تر اعمال اور روزمرہ کی بول چال سے تھا لیکن حقیقی اصلاح جس سے توحید کی تکمیل ہوتی ہے، وہ قلب و روح کی توحید ہے۔ انسان کے تمام کاموں کا کوئی نہ کوئی نفسیاتی محرک ہوتا ہے کوئی طلب شہرت کے لیے کام کرتا ہے، کوئی دنیاوی معاوضہ کے لیے کرتا ہے، کوئی نمائش اور دکھاوے کے لیے کرتا ہے، کوئی غیر کی محبت یا عداوت میں کرتا ہے۔ ان تمام کاموں کا محرک درحقیقت غیر خدا ہے، جس نے خدا کی جگہ لے لی ہے۔ اسی لیے قرآن مجید نے کہا۔

اَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰىهُ ۔ تم نے انکو دیکھا جس نے اپنا خدا خود اپنی

(فرقان ۔ ۴) نفسانی خواہش کو بنا لیا ہے۔

اسی لیے تو بت وہی ہے جس کو انسان نے خود اپنے دل کے تہخانے میں چھپا رکھا ہے۔ اس بت کو توڑنا توحید کی اصل تکمیل ہے۔ آپ نے بتایا کہ انسان کے تمام کاموں کا دار و مدار خود اُس کے دل کے عمل پر ہے۔ انما الاعمال بالنیات۔ اس لیے ایک مسلمان کے ہر قسم کے کاموں کا اصلی محرک صرف خدا کا حکم، خدا کا خوف، خدا کی اطاعت، خدا کی خوشنودی، خدا کی محبت، غرض صرف خدا ہونا چاہیے جس درجہ تک ایک مومن کی اس قلبی کیفیت میں ترقی ہوگی، اسکے ایمان و توحید کی تکمیل بھی پایۂ کمال کو پہنچ جائیگی۔ اسی بنا پر وحی محمدی نے ہر جگہ اور ہر موقع پر انسان کو اسکے عمل کی غرض وغایت مرضاۃ اللہ اللہ کی خوشنودی، مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ اخلاص اور وجه ربه یعنی ذات خدا کو قرار دینے کی تعلیم دی ہے۔ اس بنا پر انسان جو کام خدا کے علاوہ کسی اور غرض و نیت سے کرے تو درحقیقت اس کام کیلئے اس نے ایک موقت خدا الگ بنا

وہ گو اس وقت بلفعل اس قانونی شرک کا مجرم نہیں لیکن معنوی نفسی شرک کے ارتکاب کا یقیناً مجرم ہے،
آپنے فرمایا "جس نے خدا کے لیے دیا، اور خدا ہی کے لیے روکیا، خدا کے لیے پیار اور خدا ہی کے لیے عداوت کی، اور خدا ہی کیلئے بیاہ کیا، اُس نے اپنے ایمان کو کامل کر لیا۔[۱]"

متعدد صحابیوں[۲] سے روایت ہو کہ آپنے فرمایا کہ ریا چھپا ہوا شرک ہے، حضرت ابو سعید خدریؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھپا ہوا شرک یہ ہو کہ انسان کوئی کام دوسرے کی موجودگی کے سبب سے کرے[۳]، حضرت شداد بن اوس روایت کرتے ہیں کہ آپنے فرمایا "جس نے دکھاوے کی نماز پڑھی اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کا روزہ رکھا اس نے شرک کیا، جس نے دکھاوے کی خیرات کی اُس نے شرک کیا"، یہی صحابی کہتے ہیں کہ ایک دفعہ صحابہ کے مجمع میں آپ فرماتے تھے کہ مجھے اپنی امت کے لوگوں پر سب سے زیادہ جس کا خوف ہو وہ شرک کا ہو، ہاں میرا یہ مطلب نہیں کہ وہ چاند یا سورج کو سجدہ کرینگے یا بتوں کو پوجیں گے بلکہ یہ کہ وہ غیر خدا کیلئے عمل نہ کرنے لگیں اور چھپی نفسانی خواہش میں نہ مبتلا ہوں، حضرت محمود بن لبید انصاری آپکا قول نقل کرتے ہیں کہ آپنے صحابہ سے فرمایا کہ مجھکو سب سے زیادہ جسکا تمہیر خوف ہو وہ شرک اصغر ہے، صحابہؓ نے

---

[۱] مستدرک حاکم ترمذی آخر کتاب المسند ترمذی کے دو نسخوں میں اس حدیث کے متعلق دو تنقیدیں صحیح ہیں ایک میں منکر لکھا ہے اور دوسرے میں حسن ہے ایک راوی ابو مرحوم کی نسبت لوگوں نے کلام کیا ہے مگر حدیث کا نفس مضمون تمام اسلامی روایات اور احکام کے عین مطابق ہو۔ [۲] حضرت ابو سعید خدریؓ، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ، شداد بن اوس، محمود بن لبید، ابو سعید بن ابی فضالہ ان صحابیوں کی روایتیں ابن حنبل، ابن ماجہ، مستدرک وغیرہ میں ہیں۔ [۳] مستدرک حاکم کتاب الرقاق ص ۳۲۹ ج ۴ (دیکھو)۔ [۴] بحوالہ سابق مستدرک ابن حنبل مسند شداد بن اوس ص ۱۲۶ ج ۴ [۵] سنن ابن ماجہ باب الریاء والسمعہ

Marfat.com

عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شرکِ اصغر کیا ہے، فرمایا ریا، قیامت کے دن جب لوگوں کو اپنے عمل کا بدلہ مل رہا ہوگا، خدا ریاکار لوگوں سے کہیگا کہ تمہارے لیے ہمارے یہاں کچھ نہیں تم انہی کے پاس جاؤ جنکے دکھانے کو دنیا میں یہ کام کیا کرتے تھے۔[1] حضرت ابو سعید خدری کہتے ہیں کہ ایک موقع پر ہم لوگ دجال کے متعلق آپس میں باتیں کر رہے تھے کہ اسی اثنا میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور فرمایا کہ دجال سے بڑھکر جو خوفناک چیز میرے نزدیک ہے کیا میں تم کو اس سے آگاہ نہ کردوں، ہم سب نے عرض کی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فرمایا وہ شرکِ خفی ہے یعنی یہ کہ (مثلاً) کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہے، تو وہ نماز کو محض اسلیے درست کرکے پڑھے کہ کوئی دوسرا شخص اسکو دیکھ رہا ہے۔[2] ابو سعید بن ابی فضالہ انصاری بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت میں جب خدا اگلوں اور پچھلوں کو جمع کریگا تو ایک منادی آکر پکاریگا کہ جس نے اپنے کسی عمل میں خدا کیساتھ کسی غیر کو بھی شریک بنالیا ہو تو وہ اپنا ثواب اسی غیر سے مانگے کہ خدا سب سے بے نیاز ہے۔[3] ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ آپنے ارشاد کیا کہ خدا فرماتا ہے کہ میں تمام شریکوں میں سب سے زیادہ شرکت سے بے نیاز ہوں، تو جس نے اپنے کسی کام میں میرے ساتھ کسی اور کو شریک کرلیا تو میں اس سے الگ ہوں، اور وہ اسی کا ہے جس کو اس نے میرا شریک بنایا۔[4]

ان تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ اپنے ہر عمل میں اس شرکِ خفی سے ڈرتے تھے شداد بن اوس کہتے ہیں کہ ہم لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ حیات میں ریا کو شرکِ اصغر گنا کرتے تھے۔[5] ایک دفعہ حضرت

---

[1] ابن حنبل مسند محمود بن لبید انصاری ج ۵ ص ۴۲۸ و ابو داؤد [2] مسند ابن حنبل [3] سنن ابن ماجہ باب الریاء و السمعۃ [4] سنن ابن ماجہ باب الریاء و ترمذی، و مسند ابن حنبل [5] ابن ماجہ باب الریاء، [6] مستدرک حاکم کتاب الرقاق ج ۴ صفحہ ۳۲۹ (دکن)

عمر فاروقؓ جا رہے تھے، دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے رو رہے ہیں، حضرت عمرؓ نے رونے کا سبب دریافت کیا تو انھوں نے قبر مبارک کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس قبر میں مدفون ہستی نے کہا تھا کہ ریا کا ادنیٰ شائبہ بھی شرک ہے۔ اسی طرح ایک دفعہ عبادہ تابعی نے دیکھا کہ حضرت شداد بن اوس صحابی اپنی جانماز پر بیٹھے زار قطار رو رہے ہیں رونے کا سبب دریافت کیا، تو انھوں نے بیان کیا کہ ایک دن مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر غم و ملال کے آثار دیکھے، عرض کی میرے ماں باپ حضور پر فدا ہوں، اس حزن و ملال کا سبب کیا ہے ارشاد ہوا کہ میں اپنے بعد بھی امت پر ایک چیز سے ڈرتا ہوں، عرض کی یا رسول اللہ وہ کیا ہے؟ فرمایا شرک اور خفیہ نفسانی خواہش مین نے دوبارہ گذارش کی یا رسول اللہ کیا آپ کی امت آپکے بعد شرک میں مبتلا ہوگی، فرمایا اے شداد! میری امت یقیناً سورج یا چاند یا بت اور پتھر کی پرستش نہیں کریگی لیکن وہ اپنے عمل کی نمائش اور ریا کرے گی، عرض کی یا رسول اللہ کیا ریا شرک ہے؟ فرمایا ہاں[1]۔

ان واقعات اور تعلیمات کو پڑھ کر ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح ہر پہلو سے شرک کی تردید اور توحید کی تکمیل فرمائی ہے، وہی عرب جو پہلے خدا کے سوا ہر چیز کی پرستش کرتے تھے، انھوں نے آپ کی تعلیم کے اثر سے خدا پرستی اور توحید کی انتہائی معراج حاصل کی

---

[1] مستدرک حاکم کتاب الرقاق جلد ۴ صفحہ ۳۲۹ صحیح۔ مستدرک حوالۂ مذکور، حاکم نے اس حدیث کو صحیح الاسناد لکھا ہے، مگر ذہبی نے تصریح کی ہے کہ اس کا ایک راوی عبدالواحد بن زید متروک ہے۔ تاہم چونکہ حدیث کا نفس مضمون مسند ابن حنبل (جلد ۴ صفحہ ۱۲۶) اور سنن ابن ماجہ (باب الریا) میں ایسے سلسلون سے مذکور ہے جن میں عبدالواحد نہیں پڑتا، اس لیے ہم نے اس حدیث کو بیان کر دیا ہے۔

Marfat.com

توحید

اور

اس کے ایجابی اصول و ارکان

یہ تو توحید کے سلبی اجزا تھے یعنی توحید کے مخالف عقائد و خیالات کی نفی اور تردید لیکن نبوتِ محمدیؐ کا کارنامہ اس کا اہم اور بالاتر ہے، اور وہ توحید کی اصل بنیاد کی استواری اُس کے اصول کی تعیین، امورِ ایمان کی تفصیل اور اس کے اجزا کی تکمیل ہے، عرب میں شرک و بت پرستی بھی تھی، اور کہیں کہیں آسمانی مذاہب کی محرف صورتیں بھی موجود تھیں، مگر ایک صحیح مذہب کا تخیل ان کے سامنے مطلق نہ تھا، اس بنا پر عقائد اور ایمان کی کوئی صحیح اور مرتب صورت بھی ان کے ذہن میں نہیں ہو سکتی تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے تمام پچھلے مزخرفات اور اوہام کو جن کو دین کا درجہ دیدیا گیا تھا، یکقلم محو کر دیا، بت پرستی، جن پرستی، فرشتہ پرستی، ستارہ پرستی، فطرت پرستی، انسان پرستی، غرض شرک کی تمام صورتیں قطعاً مٹا دیں، اور ان کی جگہ مرتب، متیقن، سنجیدہ حقائق اور سچائیوں سے معمور چند عقائد کی تعلیم دی، جو انسان کے تمام اعمال اور اخلاق کا بنیادی پتھر ہیں،

اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلیل اس سلسلہ میں سب سے پہلی چیز خدا کی ہستی کا یقین، اور پھر اس کی توحید پر ایمان ہے،

Marfat.com

دنیا میں جتنے پیغمبر آئے ان میں سے ہر ایک نے اس قادر مطلق کی طرف لوگوں کو دعوت دی، مگر یہ دعوت ان کے ایک مسلّم دعویٰ کی حیثیت سے تھی، انھوں نے اس دعویٰ کو دلائل کا محتاج نہ سمجھا اور حقیقت میں جن محدود زمانوں میں قوموں کے لیے ان کی بعثت ہوئی، ان میں دلیل اور برہان کی ضرورت بھی نہ تھی کیونکہ ان زمانوں میں بت پرستی، ستارہ پرستی اور فطرت پرستی کا رواج تھا، الحاد کا وجود نہ تھا، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت عمومی تھی، جو آخری زمانہ تک کیلئے اور تمام قوموں کے لیے تھی، اور علم الٰہی میں یہ تھا کہ بعثتِ محمدیؐ کے بعد عقلِ انسانی تحقیق و تلاش کے آخری مراحل طے کرنا چاہے گی، اور قدرت کے سربمہر خزانے وقفِ عام ہوں گے، اور عقلیت کا دور دورہ ہوگا، اور ہر شے دلیل و ثبوت کی محتاج قرار پائے گی، اس لیے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دلائل و براہین، ثبوت اور شواہد کی بھی تلقین کی گئی،

ایک اور سبب یہ ہے کہ انبیاء سابقین صرف اپنی قوموں کی دعوت پر مامور ہوئے تھے، جنمیں مشرکین کا وجود تھا، ملحدین کا نہ تھا، لیکن خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام قوموں اور طبقوں کے لیے ہوئی اس لیے آپؐ کی دعوت میں یہ صاف نظر آتا ہے کہ آپ انسانی عقل کی ہر صنف کو مخاطب کررہے ہیں، اور اس کے معیار اور سطح کے مطابق اس قادر مطلق کی ہستی اور وجود پر دلیلیں بھی پیش کر رہے ہیں، اس لیے آپ نے دوسرے پیغمبروں کی طرح صرف مشرکوں کو مخاطب نہیں فرمایا، بلکہ مشرکوں، کافروں، ملحدوں، متشککوں، دہریوں، ہر ایک کو مخاطب فرمایا اور ان میں سے ہر ایک کی تسکین و تشفی کا سامان بہم پہنچایا،

ایک قادر مطلق خالق عالم اور صانع کائنات کی ہستی کے ثبوت اور انکار پر جب سے فلسفہ

کا وجود ہے، ہمیشہ بحثین پیدا ہوتیں، اور دلیلین پیش کیجاتی رہی ہیں، مصر، یونان، ہندوستان، اسلامی ممالک اور آج یورپ میں بھی اس مسئلہ پر عقلائے زمانہ نے اپنی جودتِ ذہن، نکتہ رسی اور دقیقہ فہمی کا بہترین ثبوت پیش کیا ہے، مگر غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ دلائل کی زبان اور طرزِ تعبیر میں گو تبدیلی ہوتی رہی ہے، مگر اصل مغزِ سخن صرف ایک ہے، اس بنا پر وحیِ محمدی نے اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود پر جو دلیل قائم کی اس میں اسی مغز کو لے لیا ہے، اور نہایت موثر طرز ادا میں اسکو بار بار دہرایا اور انسانون کو متنبہ کیا ہے،

وحیِ محمدی کا سب سے پہلا دعویٰ یہ ہے کہ اس ایک قادرِ مطلق، خالقِ عالم اور صانعِ کائنات ہستی کا اعتراف انسان کی فطرت مین داخل ہے، متمدن سے متمدن اور وحشی سے وحشی قوم میں بھی اس اعتراف کا سراغ ملتا ہے، آثارِ قدیمہ کی تحقیقات نے سینکڑون مردہ اور گمنام قومون کی تاریخ کا سراغ لگایا، جسمیں سامانِ تمدن، اعلیٰ خیالات اور علوم کی لاکھ کمی محسوس ہوتی ہو، مگر مذہبی عقیدت اور کسی خدا کے اعتراف کی کمی بالکل نظر نہیں آتی، انکی عمارتون کے منہدم کھنڈروں میں جو چیز سب سے پہلے ملتی ہے، وہ کسی معبد کی چہار دیواری ہوتی ہے آج بھی دنیا کے مختلف گوشون مین جو بالکل وحشی قومیں ملتی ہیں، وہ بھی کسی نہ کسی شکل مین عالم کے خالق اور کائنات کے صانع کے تخیل سے بہرہ ور ہیں، غرض جماعت انسانی کا کوئی حصہ، زمین کا کوئی گوشہ، زمانہ کا کوئی عہد اس تخیل سے خالی نہین ملتا، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ اعتراف بھی انسان کے فطری تصورات اور وجدانی جذبات میں داخل ہے، اسی لیے وحیِ محمدیؐ نے اس کو فطرت سے تعبیر کیا ہے،

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ — اپنا منہ سب طرف سے پھیر کر، دین کی طرف کر، یہ

الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (روم-۴)

خدا کی وہ فطرت ہے جس پر خدا نے لوگوں کو پیدا کیا خدا کی خلقت میں تبدیلی نہیں، یہی سیدھا اور ٹھیک دین ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ ۔ ؎

ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے،

اسی لیے خدا کا اعتراف روز ازل کا وہ عہد و پیمان ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان ہوا تھا اور یہ اسی عہد و پیمان کا احساس ہے جو انسان کی رگ و پے میں سرایت کیے ہوئے ہے کہ ہزار انکار کے بعد بھی کسی نہ کسی رنگ میں وہ اعتراف نمایاں ہو جاتا ہے، قرآن پاک نے اس واقعہ کی تصویر ان الفاظ میں کھینچی ہے،

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا (اعراف-۲۲)

اور جب تیرے خدا نے بنی آدم کی پیٹھ سے ان کی نسل کو لیا، اور خود ان کو ان ہی پر گواہ کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انھوں نے کہا، ہاں ہم گواہ ہیں،

انسان کا یہ جذبہ فطرت کبھی کبھی خارجی اثرات سے دب جاتا ہے، وحی محمدی نے بارہا انسان کے اسی دبے ہوئے جذبہ کو ابھارا ہے اور اسی زیر خاکستر آگ کو ہوا دی ہے اور انسان کو اس کا بھولا ہوا وعدہ یاد دلایا ہے، وہ انسانوں سے پوچھتی ہے،

؎ صحیح بخاری کتاب الایمان،

أَفِي اللَّهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ (ابراهیم-۲)

کیا آسمان و زمین کے پیدا کرنے والے خدا میں شک ہے؟

ایک اور مقام پر اس نے کہا،

أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَل لَّا يُوقِنُونَ (طور-۲)

کیا وہ آپ ہی آپ بن گئے، یا وہی اپنے آپ خالق ہیں، یا ان ہی نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے؟ (یہ کوئی بات نہیں) بلکہ ان کو یقین نہیں ہے،

دنیا اور کائنات جس میں انسان بھی شامل ہے اور جو اپنی عقل اور فہم کی بنا پر سب سے بالاتر ہے، بہرحال موجود ہے، اور اس کے اس وجود میں کوئی شک بھی نہیں ہے، اب سوال یہ ہے کہ کسی کے بن بنائے وہ آپ سے آپ بن گئی ہے، یا خود اس نے اپنے آپ کو بنا لیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ دونوں صورتیں باطل ہیں، نہ آپ سے آپ کوئی چیز بن سکتی، اور نہ کوئی مفعول اپنا فاعل آپ ہو سکتا ہے، اگر کوئی یہ بات کہے کہ نر و مادہ مل کر اپنا بچہ پیدا کرتے ہیں تو اس سے یہ پوچھا جائیگا کہ سلسلہ توالد و تناسل کا آغاز کیونکر ہوا، اور اولین نر و مادہ کا اور مادہ تخلیق و روح کا خالق کون ہے،

یہ گوناگوں عالم یہ رنگا رنگ کائنات، یہ تاروں بھرا آسمان، یہ بوقلموں زمین یہ سورج یہ چاند یہ درخت یہ سمندر یہ پہاڑ یہ لاکھوں جاندار اور بے جان اشیاء، یہ علل و اسباب کا تسلسل یہ تغیر و انقلاب کا نظام یہ کائنات کا نظم، اور اس کے ذرہ ذرہ کا قاعدہ و قانون انسان کے اندرونی قوی اور ان کی باہمی ترتیب، موت و حیات کے اسرار، حواس و قوی کے رموز، انسان کی خیالی بلند پروازی، اور عملی عجز و درماندگی یہ تمام باتیں ایک خالق و صانع کے اعتراف پر مجبور کرتی ہیں

Marfat.com

یہ نیلگوں آسمان کی چھت یہ زمین کا سبزہ زار فرش اور ایک ہی حرکت سے شب و روز کا انقلاب ایک خالق کل کا پتہ دیتا ہے۔

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ — آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش اور رات
وَاخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَآيٰتٍ — اور دن کے بدلنے میں عقلمندوں کے
لِّأُولِي الْأَلْبَابِ (آل عمران ۲) — لیے نشانیاں ہیں،

یہ شب و روز کا نور و ظلمت یہ سورج اور یہ چاند کی روشنی انکی مقررہ رفتار اور باقاعدہ طلوع و غروب اسکی دلیل ہے کہ اس ابلق ایام پر کوئی سوار ہے جس کے ہاتھ میں اس کا سیاہ و سپید ہے

وَمِنْ آيٰتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ — اور اس کی نشانیوں میں رات دن اور
وَالْقَمَرُ (فصلت ۵) — سورج اور چاند ہیں،

آسمان اور زمین کی پیدائش، دن اور رات کا الٹ پھیر تو ہے، دیکھو کہ خطرناک سمندروں میں کس طرح لوگ ایک ملک سے دوسرے ملک کو تجارت کا سامان لیکر دوڑتے پھرتے ہیں، اگر پانی میں مٹی کا اور لوہے کا ذرہ بھی ڈالو تو فوراً ڈوب جائیگا، مگر یہ لاکھوں من لدے ہوئے جہاز کیسے پھول کی طرح پانی پر تیر رہے ہیں، جس طرح فطری قاعدہ کے بموجب یہ عمل ظہور میں آرہا ہے، وہ جس کے حکم سے بنا ہے، اس کا کتنا بڑا احسان ہے، پھر ان سمندروں سے بخارات اٹھتے ہیں، وہ اوپر جاکر بادل بنتے ہیں اور وہ یہیں پہنچکر برستے ہیں جہاں پیداوار اور زمین کی نشوونما کی حاجت ہی، اور بادل ہواؤں کے تخت پر بیٹھکر کیسے ادھر ادھر ضرورت کے مطابق اڑتے پھرتے ہیں

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ — بے شبہ آسمانوں کی اور زمین کی پیدائش

وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ — اور دن رات کے الٹ پھیر میں اور ان جہازوں

الَّتِيْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ — میں جو انسانوں کے لیے فائدہ رسان سامان

وَمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ — لیکر سمندر میں چلتے ہیں اور آسمان سے پانی

مَّاءٍ فَأَحْيَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا — بہانے میں اور پھر اس پانی کے ذریعہ مرے

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَابَّةٍ وَّتَصْرِيْفِ — پیچھے زمین کو زندگی بخشنے میں اور زمین پر

الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاءِ — ہر طرح کے چلنے والوں کے پھیلانے میں اور ہواؤں کے

وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ — کبھی ادھر اور کبھی اُدھر بہنے میں اور آسمان

(بقرہ ۲ - ۲۰) — زمین کے بیچ میں جو بادل کام میں لگے ہیں ان

سب میں عقل والوں کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں

آسمان اور زمین کی عجیب و غریب خلقت کیسا تھ خود انسان کی اپنی پیدائش کی حکایت کتنی عجیب ہے،

اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ — بیشک آسمانوں میں اور زمین میں ایمان والوں کے لیے

لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ — نشانیاں ہیں اور خود تمہاری پیدائش میں اور جو جانور

مِنْ دَابَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ (جاثیہ) — وہ پھیلاتا ہے یقین کرنیوالوں کے لیے دلیلیں ہیں

سورہ انعام میں نباتات اور اُن کی نیرنگیوں کو اپنی ہستی کی دلیل میں پیش کیا ہے کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک ہی زمین ہے جس میں سے وہ اگتے ہیں، ایک ہی پانی ہے جس سے وہ سینچے جاتے ہیں، ایک ہی ہوا ہے جس میں وہ سانس لیتے ہیں، مگر کتنے رنگ برنگ کے پھل پھول، میوے اور درخت اگتے ہیں جن میں سے ہر ایک کا رنگ، ہر ایک کا مزہ، ہر ایک کی بو، ہر ایک کا

قدوقامت، ہر ایک کے خواص اور فائدے، دوسرے سے بالکل الگ ہوتے ہیں۔

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ	اور وہی ہے جس نے آسمان سے پانی اتارا، پھر
مَآءً فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ	ہم نے اس سے اگنے والی ہر چیز نکالی، پھر اس سے
فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ	سبز خوشے نکالے جن سے ہم چڑھے ہوئے دانے
حَبًّا مُّتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ	نکالتے ہیں، اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے گچھے،
طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ	اور انگور کے باغ اور زیتون اور انار، ہم جنس،
اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ	اور جدی جدی شکل کے جب وہ پھلیں تو ان کے
مُشْتَبِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ اُنْظُرُوْٓا	پھل اور پکنے کو دیکھو بے شک ان میں
اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَيَنْعِهٖ اِنَّ فِيْ	ایمان والے لوگوں کے لیے دلیلیں ہیں،
ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ (انعام ۱۲)	

سورۂ روم میں پہلے مٹی سے انسان کی پیدائش کو، پھر اس میں عورت مرد کے جوڑے ہونے کو، اور ان کے درمیان مہر و محبت کے جذبات کے ظہور کو اپنی ہستی کی دلیل بتایا ہے پھر اپنی قدرت کے دوسرے عجائبات کو جو آسمان سے زمین تک پھیلے ہیں، ایک ایک کر کے پیش کیا ہے، اول تو خود انسانون کی پیدائش پھر ان میں عورت مرد ہونا، اور ان کے درمیان جذبات کی لہر، پھر مختلف قوموں کی بولیوں، شکلوں اور رنگوں کو دیکھو کہ ایک ایک سے الگ ہے، پھر انسانون کے اندر کے اعمال کو دیکھو، ایک نیند ہی کی حقیقت پر غور کرو یہی تمہاری آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

Marfat.com

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ	اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے
إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ وَمِنْ	تمکو مٹی سے بنایا، پھر تم آدمی بنکر چلتے پھرتے ہو،
آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ	اور اسکی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے
أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ	تمہاری جنس سے تمہارے جوڑے بنائے
مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	کہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور تم سب کے
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ	درمیان پیار اور رحم رکھا، اور اس میں ان
خَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ	لوگوں کیلئے جو سوچتے ہیں دلیلیں ہیں،
أَلْسِنَتِكُمْ وَأَلْوَانِكُمْ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	اور اسکی نشانیوں میں سے آسمانوں کی
لَآيَاتٍ لِلْعَالِمِينَ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ	اور زمین کی بناوٹ اور تمہاری بولیوں اور
بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَاؤُكُمْ	رنگوں کی بوقلمونی ہے، اس میں جاننے والوں
مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ	کیلئے یقیناً دلیلیں ہیں، اور اسکی عجیب قدرتوں
يَسْمَعُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ	میں تمہارا رات اور دن میں سونا، اور تمہارا
خَوْفًا وَطَمَعًا	اسکی مہربانیوں کو تلاش کرنا ہے، اس میں ان
وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُحْيِي بِهِ	کیلئے جو سنتے ہیں دلیلیں ہیں، اور اس کے
الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ فِي ذَٰلِكَ	عجائب قدرت میں یہ ہے کہ تمہیں وہ بجلی کی
لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ وَمِنْ آيَاتِهِ	چمک دکھاتا ہے جس سے تم ڈرتے ہو اور کبھی
أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ	رحمت کی بارش کی امید بندھتی ہو اور وہ

بِأَمْرِهٖ — آسمان سے پانی برسانا اور پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے پیچھے زندہ کرتا ہے اس میں انکے لیے جو سمجھ رکھتے ہیں دلیلیں ہیں اور اسکی دلیلوں میں یہ ہے کہ آسمان اور زمین اسکے حکم سے قائم ہیں

(روم - ٣)

اس اخیر آیت میں آسمان و زمین کے اس کے حکم سے قائم رہنے کا ذکر ہے۔ تم کہتے ہو کہ یہ باہمی جذب و کشش سے قائم ہیں لیکن خود یہ جذب و کشش کس کی کشش کا نتیجہ ہے؟ یہ خود حیرت انگیز ہے، سورہ لقمان میں آسمانوں کے بلا کسی نظر نہ آنے والے سہارے کے کھڑے ہونے اور زمین کے اپنی جگہ پر ٹھہرے ہونے کا ذکر ہے، یہ نظر نہ آنے والا سہارا قوت کشش ہی سہی لیکن وہ بھی تو اسی کے اسرار میں سے ہے۔ اسکے بعد ایک جامد و بے حیات مردہ زمین کے اندر سے پانی برسنے کیساتھ انواع و اقسام کی زندگی کے نمونوں کا ابھرنا کتنا حیرت انگیز ہے، یہ بھی اسی کا کرشمہ ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِى الْاَرْضِ رَوَاسِىَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ (لقمان - ١)

اس نے آسمانوں کی چھت کو کسی ایسے ستون کے بغیر کھڑا کیا ہو جو تمکو نظر آتے ہوں اور زمین میں ایسے کھونٹے ڈالدیئے کہ وہ تمکو لیکر ہل نہ جائے اور اس نے اس زمین پر ہر قسم کے چلنے پھرنے والے پھیلائے اور آسمان سے پانی برسایا پھر ہم نے اس میں ہر قسم کی عمدہ چیزیں اگائیں۔

سورہ سجدہ میں انسان کی پیدائش کا مٹی سے آغاز، پھر قطرہ آب (نطفہ) سے ذریعہ توالد و تناسل، پھر اس کے سڈول جسم کا بنانا، پھر اس مٹی کے مردہ قالب میں دفعۃً کہیں سے زندگی

آجانا، اور اس میں روح پھک جانا، اور اس میں علم و حواس کے حیرت انگیز آلات کا پیدا ہوجانا ان سب کو اپنی صفت میں پیش کیا ہے،

اَلَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ کُلَّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ وَ بَدَاَ	وہ جس نے جو چیز بنائی خوب بنائی، اور انسان
خَلۡقَ الۡاِنۡسَانِ مِنۡ طِیۡنٍ ثُمَّ جَعَلَ	کی پیدائش مٹی سے شروع کی پھر اسکی نسل
نَسۡلَہٗ مِنۡ سُلٰلَۃٍ مِّنۡ مَّآءٍ مَّہِیۡنٍ	ذلیل سے نچڑے پانی سے بنائی پھر اسکو ٹھیک
ثُمَّ سَوّٰىہُ وَ نَفَخَ فِیۡہِ مِنۡ رُّوۡحِہٖ	کیا، اور اس میں اپنی جان کچھ پھونک دیا
وَ جَعَلَ لَکُمُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ	اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل
وَ الۡاَفۡـِٕدَۃَ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَشۡکُرُوۡنَ	بنادیئے، تم ان احسانوں کا بہت کم
(سجدہ ۱-۷)	شکر ادا کرتے ہو،

مردہ زمین کے اندر کیا کیا قوتیں ودیعت ہیں، اور خود انسانوں کے جسم و جان میں عجائبات کا کتنا خزانہ رکھا ہے لیکن کوئی صاحب نظر ادھر نہیں دیکھتا، انسان کی زندگی، اسکے اندرونی جذبات، حواس، ذہنی قویٰ اور دماغی حرکات، ان میں سے ہر شے معمّا ہے،

وَ فِی الۡاَرۡضِ اٰیٰتٌ لِّلۡمُوۡقِنِیۡنَ ۙ وَ فِیۡۤ	اور زمین میں یقین کرنیوالوں کیلیے نشانیاں
اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ .	ہیں اور خود تمہاری جانوں کے اندر کیا تم
(ذاریات-۱)	نظر نہیں کرتے،

جانوروں کے جسموں کے اندر جو عجیب و غریب نظام ہے وہ بھی غور کے قابل ہے، ایک ہی گھاس پھوس کی غذا اُن کے پیٹ میں جاتی ہے، پھر اسی کا کچھ حصہ لید اور گوبر، کچھ

خون اور کچھ دودھ بنجاتا ہے، اور اسی لیے اور گوبر کے باہر آنے کے راستوں، اور سرخ خون کی رگوں کے درمیان سے خالص سپید شیریں دودھ کی دھاروں کا نکلنا کتنا عجیب ہی؛

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً	اور تمھارے لیے جانوروں میں عبرت ہی،
نُسْقِيْكُمْ مِمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ	ہم تمھیں ان کے پیٹوں کے اندر سے لید اور
فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا	خون کے بیچ سے خالص اور پینے والوں
لِلشّٰرِبِيْنَ (نحل۔ ۹)	کے لیے خوشگوار دودھ پلاتے ہیں،

ایک ہی قسم کے پھل ہیں۔ اگر ان کو ایک طرح سے کھاؤ تو تمھاری عقل اور قوت کو بڑھاتے ہیں، اور دوسری طرح کھاؤ تو اسکو ضائع کر دیتے ہیں،

وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ	او چھوہاروں اور انگوروں کے پھلوں کو دیکھو
مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ	کہ ان میں سے تم نشہ اور اچھی روزی بھی
لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ (نحل۔ ۹)	حاصل کرتے ہو، اسمیں سمجھ والوں کے لیے دلیل ہے

زمین اور زمین پر کی مخلوقات کو چھوڑ کر اوپر آسمان کی طرف نظر اٹھاؤ، سورج کا روشن چراغ اور چاند کی خوشنما قندیل کتنی عجیب ہی پھر سورج کو دیکھو کہ سال کے بارہ مہینوں میں آسمان کے بارہ برج طے کر کے کس طرح زمین میں مختلف موسموں اور زمانوں کو نمایاں کرتا ہی

تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا	بابرکت ہے وہ ہستی جس نے آسمانوں میں برج بنائے
وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا (فرقان)	اور ان میں ایک چراغ اور چمکانے والا چاند بنایا

Marfat.com

ان ہی چند چیزوں تک اسکی قدرت کے عجائبات محدود نہیں، بلکہ ہر شے اپنی خلقت، اپنی محکم روش اور اپنے قانون فطرت سے اس کی گواہی دیتی ہے۔

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (نمل ۔) — اس اللہ کی صنعت ہے جس ہر شے کو مضبوط (نظام پر) بنایا،

اسکی صنعت ہر قسم کے عیب سے پاک ہے، اسمیں مستحکم نظم و نسق کی بندش نظر آتی ہے،

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ — تجھے خدائے رحمٰن کی بناوٹ میں کوئی بے ترتیبی نظر
فَارْجِعِ الْبَصَرَ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ — آتی ہے؟ پھر نگاہ کر کیا کوئی فطور دکھائی پڑتا ہے؟
ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ — پھر دوبارہ نظر کر تیری نگاہ دھوکہ کھا کے
الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ (ملک ۔ ۱) — تجھ تک پلٹ آئیگی مگر کوئی نقص نہ پا سکے گی

اس قسم کی اور سیکڑوں آیتیں ہیں جن کا استقصا بھی مشکل ہے، ان آیتوں میں تین قسم کے دلائل

۱۔ قدرت کے عجائبات اور نیرنگیاں، اور پھر ان کا ایک قانون کے ماتحت ہونا۔

۲۔ عالم کا نظم و نسق اور اس کا مرتب سلسلہ،

۳۔ کائنات اور سلسلہ عالم کی ہر کڑی میں بے انتہا مصلحتوں، حکمتوں اور فائدوں کا ہونا،

ان مقدمات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ کائنات اور اس کے یہ عجائبات اور اس کے یہ منظم علل و اسباب، خود بخود بخت و اتفاق سے نہیں بن گئے، بلکہ کسی حکیم و دانا اور قادر مطلق صانع نے اپنی قدرت اور ارادہ سے ان کو بنایا ہے

اہل فلسفہ اور متکلمین عالم کے وجود پر عموماً یہ دلیل پیش کیا کرتے ہیں کہ ہم بداہۃً دیکھتے ہیں کہ

Marfat.com

عالم میں ہر چیز کے لیے علل و اسباب کا سلسلہ ہے یہ سلسلہ یا تو کہیں جا کر ختم ہوگا یا یوں ہی مسلسل چلا جائیگا اگر یہ یونہی مسلسل چلا جائیگا تو لازم آتا ہے کہ ہر چیز کے پیدا ہونے پر غیر متناہی علل گذر جائیں اور غیر متناہی علل کا خاتمہ نہیں ہو سکتا، اور نہ کہیں ان کا آغاز ہو سکتا ہے اسلئے کوئی چیز پیدا بھی نہیں ہو سکتی، تسلسل عقلاً بھی محال ہے بلکہ انسان اسکے تخیل سے بھی عاجز ہے، اس بنا پر لامحالہ سلسلۂ علل کا کہیں خاتمہ ہونا ضروری ہے جس علتِ کل پر تمام علتیں ختم ہو جاتی ہیں وہی خلق و پیدائش اور وجود و کون کی اصلی علت العلل ہے،

یہ دلیل گو بہت کچھ پیچیدہ اصطلاحات سے لبریز اور بہت سے محذوف مقدمات پر مبنی ہے، تاہم وہ انسانی عقل میں آتی ہے، اور بہتوں کے لئے تسکین کا باعث ہے، قرآن پاک کی ایک دو آیتوں میں بھی اس دلیل کا ماخذ مذکور ہے، سورہ ہود کے آخر میں ہے،

وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	اور خدا ہی کے پاس ہو آسمانوں اور زمین کی
وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ	چھپی بات اور اسی کی طرف ہر بات لوٹائی
وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (هود-۱)	جاتی ہے تو اسکو پوج اور اس پر بھروسہ کر،
وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى (نجم)	اور یہ کہ تیرے رب کی طرف سب کی انتہا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انسانی کمزوریوں سے واقف تھے چند صحابیوں نے آکر عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی کبھی ہمارے دلوں میں ایسے خیالات اور وسوسے آتے ہیں جنکو ہم زبان سے ادا نہیں کر سکتے، فرمایا کیا تم کو یہ کیفیت حاصل ہو گئی؛ گذارش کی ہاں یا رسول اللہ فرمایا یہ تو خالص ایمان ہے، مقصود یہ ہے دل میں وسوسوں کا آنا اور پھر ان وسوسوں کو اتنا

بدتر جاننا کہ ان کا زبان پر لانا بھی وہ گناہ سمجھے، یہ کیفیتِ ایمانی کے بغیر ممکن نہیں، اسی طرح آپ نے فرمایا "لوگ علم و دانش کا سوال کرتے ہیں کہتے ہیں کہ خیر اسکو تو خدا نے پیدا کیا، اور پھر اس خدا کو کس نے پیدا کیا، آسمان کو خدا نے بنایا، زمین کو خدا نے بنایا، یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے پھر پوچھتے ہیں، اچھا تو پھر خدا کو کس نے پیدا کیا، فرمایا یہ شیطانی وسوسہ ہے، جب یہ حالت کسی کو پیش آئے تو کہے اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ میں اللہ پر ایمان لایا"[1]

یہ تعلیم درحقیقت اسی مسئلہ کی ہے کہ خدا پر تمام علتوں کی انتہا ہے، اور اسکے بعد کوئی علت نہیں، اسلیے یہ وسوسہ لائقِ جواب نہیں، یہ جہالت اور نادانی کا سوال ہے،

توحید پر عقلی دلیل اگر کوئی عالم کا خالق و صانع ہے تو وہ یقیناً ایک ہے، دو نہیں، تاہم دنیا میں ایسے عقلمند بھی ہیں، جو دو تین بلکہ متعدد خداؤں کے قائل ہیں، اور عالم کی ایک مملکت کو سینکڑوں حصوں میں تقسیم کرکے ان کو مختلف خداؤں کی حکومتیں قرار دیتے ہیں، وحیِ محمدی نے اس شرک کے ابطال پر سب سے زیادہ جس دلیل کو پیش کیا ہے، وہ نظامِ عالم کی یکسانی اور وحدت اور کائنات کے علل و اسباب کا باہم توافق، تعاون، اشتراک اور اتحاد ہے، دنیا میں ایک ذرہ بھی اسوقت تک پیدا ہو نہیں سکتا جب تک آسمان سے لیکر زمین تک کی تمام کارکن قوتیں اور اسباب ایک دوسرے کے موافق و مناسب نہ ہوں، اور باہم ان میں اشتراکِ عمل نہ ہو، ایک دانہ زمین سے اس وقت تک اگ نہیں سکتا جب تک دانہ اگنے کے لائق نہ ہو، زمین میں اگانے کی صلاحیت نہ ہو، موسم اسکے مناسب نہ ہو، بارش موافق نہ ہو، آفتاب سے اسکو گرمی اور روشنی اس کے مزاج کے مطابق

[1] یہ دونوں حدیثیں صحیح مسلم کتاب الایمان میں متعدد روایتوں سے مذکور ہیں،

ہم نہ پہنچے، پھر اس کے اُگنے کے موانع اور عوائق ایک ایک کر کے دفع نہ ہوں، ان سب مراحل کے بعد وہ دانہ اُگے گا، اور پھل لائے گا، قرآن پاک نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں ادا کیا ہے

لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا	ترجمہ	اگر زمین و آسمان میں اس ایک خدا کے سوا خدا و خدا بھی ہوتے تو زمین آسمان برباد ہو جاتے تو پاک ہے عرش والا خدا ان باتوں
فَسُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُونَ (انبیا-۲)		

آسمان وزمین کا یہ تمام کاروبار، یہ تمام قوانینِ قدرت، اگر ایک کے بجائے دو طاقتوں کے ہاتھوں میں ہوتے تو یہ باہمی تصادم میں ایک لمحہ کے لیے بھی قائم نہ رہتے۔ فلسفیانہ اصطلاحات میں اس مطلب کو ادا کرو، تو یوں ہوگا کہ عالمِ کائنات معلول ہے اسکی کوئی علتِ تامہ ہوگی، یہ ظاہر ہے ایک معلول کی دو علتِ تامہ نہیں ہو سکتیں کیونکہ علتِ تامہ اسکو کہتے ہیں جس کے وجود کے بعد معلول کے وجود میں کسی اور چیز کا انتظار نہ ہو اب عالم کی علت تامہ اگر ایک نہ ہو بلکہ دو ہوں تو سوال یہ ہے کہ ایک علتِ تامہ کے وجود کے بعد عالم کے وجود میں دوسری علتِ تامہ کا انتظار رہیگا یا نہیں، اگر رہے گا تو پہلی شے علتِ تامہ نہیں رہے گی، اور اگر انتظار نہ رہے گا تو دوسری شے علتِ تامہ نہ ہوگی، اس سے یہ ثابت ہوا کہ عالم کی علتِ تامہ ایک ہی ہو سکتی ہے،

توحید کے ثبوت اور شرک کے ابطال کی دوسری دلیل نظامِ عالم کی وحدت ہے سورج چاند اور تاروں سے لیکر انسان حیوان، ہوا پانی، درخت گھاس پات تک کو دیکھو تو معلوم ہوگا، کہ یہ سب ایک مقررہ نظام اور بندھے اصول کے ماتحت ہیں جنمیں کبھی سرمو فرق نہیں ہوتا ہر ایک اصول کی پابند اور ایک عادتِ جاریہ کے مطابق چل رہی ہے، گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان

Marfat.com

سب میں یکسانی اور مساوات کی ایک خاص وحدت قائم ہے اور وہ سب کسی ایک ہستی کے اشارے پر چل رہے ہیں،

وَمَا كَانَ مَعَهُ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ	اور نہ اس خدائے برحق کیساتھ کوئی دوسرا خدا ہے اگر ہوتا
كُلُّ اِلٰهٍ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى	تو ہر خدا اپنی مخلوق کو الگ لیجاتا اور ایک دوسرے
بَعْضٍ (مومنون ۔ ۵)	پر چڑھ جاتا،
قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهُ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ	کہ اگر خدائے برحق کیساتھ اور خدا ہوتے جیساکہ یہ مشرک
اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا	کہتے ہیں تو ایسی حالت میں وہ تخت والے (حکمران) خدا
سُبْحٰنَهُ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا	سے حکومت چھیننے کا راستہ ڈھونڈھتے، پاک اور بلند
كَبِيْرًا تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ	ہے وہ خدا اس بات سے جس کو یہ مشرک کہتے ہیں
وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ وَاِنْ مِّنْ	اس خدائے برحق کی پاکی ساتوں آسمان اور زمین
شَىْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (بنی اسرائیل)	اور جو انکے اندر ہے، بیان کرتے ہیں اور کوئی چیز ہم

ایسی نہیں جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو

اسی وحدتِ نظام کے استدلال کو ایک اور آیت میں خدا نے بیان فرمایا ہے،

مَا تَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ	تو خدا کے بنانے میں کوئی فرق نہیں دیکھتا پھر نگاہ
فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ	کر کیا کوئی فطور تجھ کو دکھائی دیتا ہے؟ پھر بار
ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ	نظر دوڑا تیری نظر رد ہو کر تھک کر واپس
الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ (ملک)	جائیگی،

اس عام تعاقلی استدلال سے بڑھ کر جو بالکل نظمِ فطرت پر مبنی ہو کوئی دوسری عمدہ دلیل نہیں

ہو سکتی، اسی لیے قرآن پاک نے اس کو اختیار کیا ہے، یہ دنیا وحدتِ نظام ہی کے ماتحت چل رہی ہے، ورنہ وہ ایک لمحہ کے لیے بھی چل نہ سکے، اسی سے اس دنیا کے حاکم و فرمانروائے مطلق کی وحدت بخوبی ثابت ہے،

توحید کی تکمیل

توحید خواہ کسی قدر محرف، شرک آمیز اور ناقص شکل میں ہو، دنیا کے تمام مذاہب و ادیان کی مشترک اور اولین تعلیم ہے، لیکن ان مذاہب میں وہ کسی خاص اصل پر مبنی نہ تھی، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے اس عمارت کو چند خاص اصول کے بنیادی پتھروں پر قائم کیا، یہ پتھر کیا ہیں؟ خدا کی حقیقی عظمت کی شناخت اور اس عالمِ کائنات میں انسان کی اصلی حیثیت اور مرتبہ کی تعیین،

خدا کی حقیقی عظمت

اہلِ عرب ایک حقیقی قوت کے نام سے واقف تھے، اور اسکو خالق بھی مانتے تھے، مگر قدرت کے کارخانہ کا اسکو تنہا مالک نہیں سمجھتے تھے، یہودیوں کا خدا، ایک خاندانی خدا تھا، جس نے ساری دنیا صرف بنی اسرائیل کیلئے پیدا کی تھی، اور اس کو بنا کر ساتوین دن وہ تھک کر بیٹھ گیا تھا، وہ انسانوں سے کشتی لڑتا تھا، اسکی اولادیں تھیں، عیسائیوں کا خدا سب کچھ مسیح بن مریم کو دیکر خود معطل ہوگیا تھا، ایرانیوں کے خدا کی خدائی نیکی و بدی کی دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی، ہندوں کا خدا اوتاروں کا بھیس بدل کر لاکھوں خدا بن گیا تھا، اور برہما، مہیش اور بشن تینوں نے مل کر خدائی کے کاروبار باہم تقسیم کر لئے تھے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خدا کا جلوہ نمایاں کیا جو آسمان کے اوپر سے لیکر زمین کے نیچے تک کا تنہا مالک ہے، اس کے کاروبار میں کوئی دوسرا شریک نہیں، اسکی شاہنشاہی میں کسی دوسرے کا حصہ نہیں، اس کے کارخانہ قدرت میں کوئی دوسرا ساجھی نہیں، کائنات کا کوئی ذرہ اس کے حکم سے باہر نہیں،

دنیا کی کوئی چیز اسکی نگاہوں سے چھپی نہیں، شجر، حجر، جنگل، پہاڑ، صحرا، دریا، سورج، چاند، زمین، آسمان انسان، حیوان، زبان والے اور بے زبان سب اسکے آگے سربسجود اور اسکی تسبیح و تہلیل میں مصروف ہیں، سب کمزور ہیں، وہی ایک قوت والا ہے، سب جاہل ہیں، اسی ایک کو علم ہے، سب فانی ہیں، اسی ایک کو بقا ہے، سب محتاج ہیں، وہی ایک بے نیاز ہے، سب اس کے بندے ہیں وہی ایک شہنشاہ ہے، غرض عرش سے فرش تک جو کچھ ہے، وہ اس کا ہے، اور اس پر صرف اسی کی حکمرانی ہے، وہ ہر عیب سے پاک، ہر برائی سے منزہ، اور ہر الزام سے بری ہے، وہ ہر قسم کے صفاتِ عالیہ اوصاف کمالیہ اور محامد جمیلہ سے متصف ہے، اس کے مانند کوئی نہیں اسکی شبیہ و مثال کوئی نہیں، وہ تشبیہ و تمثیل سے بالاتر اور انسانی رشتے ناتے سے پاک ہے،

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ	وہ ہے اللہ تمہارا رب اسکی بادشاہی ہے،
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ (زمر-۱)	اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے،
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (زمر)	آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے
فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (انعام)	آسمانوں کا اور زمین کا پیدا کرنے والا
عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (انعام)	چھپی اور کھلی کا جاننے والا
كُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ	اسکی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے، اسی کے
الْحُكْمُ (قصص-۹)	ہاتھ میں فیصلہ کی طاقت ہے،
لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ	اسکے مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا
(شوریٰ-۲)	اور دیکھنے والا ہے،

هُوَ الْحَيُّ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ (مومن ـ ۷)

وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا

هُوَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَا

تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا

حَبَّةٍ فِي ظُلُمٰتِ الْأَرْضِ (انعام ـ ۷)

اَللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ

مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ

بِيَدِكَ الْخَيْرُ إِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيْرٌ (آل عمران ـ ۳)

وَإِنْ يَمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ

لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا

رَآدَّ لِفَضْلِهِ يُصِيْبُ بِهِ مَنْ يَشَآءُ

مِنْ عِبَادِهِ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

(یونس ـ ۱۱)

اَللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ لَهُ

وہی زندہ ہے اسکے سوا کوئی خدا نہیں

غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں اسکے سوا کوئی نہیں

جانتا خشکی اور تری میں جو کچھ ہے وہ اسکو جانتا ہے

درخت کا کوئی پتہ نہیں گرتا اور نہ زمین کی

تاریکیوں میں کوئی دانہ ہے لیکن وہ اسکے علم میں ہے،

اے اللہ اے بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے

سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور

جسکو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلت

نصیب کرے، تیرے ہاتھ میں بھلائی ہے،

بیشک تو ہر بات پر قادر ہے،

اور اگر اللہ تجھے مصیبت پہنچائے تو اسکے سوا کوئی

اسکا دور کرنے والا نہیں ہے، اور اگر وہ تیرے ساتھ

بھلائی کرے تو اسکے فضل کرم کا کوئی روکنے والا نہیں

اپنے بندوں میں سے جسکو چاہے اپنے فضل سے ممتاز

کرے اور وہی گناہوں کا معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے،

اللہ اسکے سوا کسی اور کی بندگی نہیں وہی

جیتا ہے اور سب کے سہارے جیتے ہیں،

Marfat.com

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مَنْ
ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا
شَآءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضَ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ،
(بقرہ ۲ - ۳۴)

اسکو اونگھ و نیند آسمان و زمین میں جو کچھ
ہے اسی کا ہے کون ایسا ہے جو اسکے سامنے اسکی اجازت
کے بغیر سفارش کر سکے جو لوگوں کے روبرو اور
جو انکے پیچھے ہے سب کو جانتا ہے اور وہ اسکے علم
حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے اسکا
تخت آسمانوں کو اور زمین کو سمائے ہے اسے ان
آسمانوں کی اور زمین کی نگرانی اسکو تھکاتی
نہیں، اور وہی اوپر اور بڑا ہے،

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ
مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا
يَعْرُجُ فِيْهَا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ
وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (حدید)
لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَى
اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ (حدید ۱۱)

جو زمین میں گھستا اور جو اس سے نکلتا ہے،
جو آسمان سے اترتا اور اس میں چڑھتا ہے،
وہ سب کو جانتا ہے اور تم جہاں بھی ہو وہ
تمہارے ساتھ ہے اور تم جو کچھ کرو اللہ اسکو
دیکھتا ہے اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی
اسی کی ہے اور تمام کاموں کا مرجع وہی ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (فاتحہ)

سب تعریف اللہ کیلئے ہے جو تمام عالم کا پالنے والا ہے

وَلَهٗ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ
وَالْاَرْضِ (آل عمران - ۹)

اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب
اسکے زیر فرمان ہے،

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُو الْعَرْشِ	وہی گناہوں کا بخشنے والا ہے اور بندوں سے
الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ	محبت کرنے والا ہے تخت کا مالک ہے بڑی
(بروج۔۱)	شان والا ہے، جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔
يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا	آسمانوں میں اور زمین میں جو ہے سب اللہ
فِي الْاَرْضِ (جمعہ۔۱)	کی پاکی بیان کرتے ہیں
وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (اسرائیل)	اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کی تسبیح نہ پڑھتی ہو

ان معنوں کی ہزاروں آیتیں قرآنِ پاک میں ہیں، ان تعلیمات نے خدا کی عظمت و جلالت اور کبریائی کا وہ جلوہ پیش کیا جس کے سامنے معبودانِ باطل کی عزت خاک میں مل گئی، بتوں کی بڑائی کا طلسم ٹوٹ گیا، سورج چاند تاروں کی خدائی کا چراغ ہمیشہ کیلئے بجھ گیا، جن و انس شجر و حجر، بحر و بر سب اس کے جلال و حیرت کے سامنے سربسجود نظر آئے، پھر اس کے سوا کون تھا، جو نیرنگِ وجود کے ساز سے لا الٰہ الا ھو کی صدا بلند کرسکتا ہوں خدا جس کے سوا کوئی دوسرا خدا نہیں کی صدا بلند کرسکتا

انسان کا مرتبہ | توحیدِ محمدی کا دوسرا بنیادی اصول اس عالمِ خلق میں انسان کی حیثیت اور درجہ ہے جو لوگ بتوں کو سجدہ کرتے ہیں، پتھروں کو پوجتے ہیں، درختوں کے آگے جھکتے ہیں، جانوروں کو دیوتا مانتے ہیں جنات اور ارواحِ خبیثہ کے نام کی دہائی پکارتے ہیں آسمانی مخلوقات کو ارباب جانتے ہیں، انسانوں کو خدا سمجھتے ہیں، وہ حقیقت میں انسان کے درجہ اور مرتبہ سے ناواقف ہیں، وہ دراصل اس طرح انسان کو پتھروں سے درختوں سے، جانوروں سے، دریاؤں سے پہاڑوں سے اور چاند تاروں سے کمتر مانتے ہیں، انھوں نے درحقیقت انسان کے اصلی رتبہ اور حیثیت کو نہیں پہچانا

Marfat.com

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وحی کی زبان سے جاہل عربوں کو یہ نکتہ سمجھایا کہ انسان اس عالم خلق میں تمام مخلوقات سے اشرف ہے، اور وہ اس دنیا میں خدا کی نیابت کا فرض انجام دینے آیا ہے، قرآن کے ابتدائی سورہ میں آدم کی خلافت کا قصہ محض داستان نہیں، بلکہ انسان کی اصلی حیثیت کو عیاں اور نمایاں کرنے والی تعلیم کا اولین دیباچہ ہے، اسکو فرشتوں کا مسجود بنانا گویا تمام کائنات کا مسجود بنانا تھا، اسکو تمام اسمار کا علم عطا کرنا گویا تمام اشیا کو اسکے تصرف میں دینا تھا، وہ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً کے فرمان کے رو سے اس عالم میں خدا کا نائب ہوا اور اسکا سر جلال الٰہی کے تاج سے ممتاز ہوا، کروڑوں مخلوقات الٰہی میں خدا کی امانت کا حامل وہی منتخب ہوا، منصب اعلیٰ نہ فرشتوں کو ملا، نہ آسمان کو عطا ہوا، نہ زمین کے حصہ میں آیا، نہ پہاڑ اس کے مستحق قرار پائے صرف انسان ہی کا سینہ تھا جو اس امانت کا خزینہ دار ہوا، اور اسی کی گردن تھی جو اس بوجھ کی متحمل ہوئی فرمایا

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ	ہم نے اپنی امانت آسمانوں پر اور زمین پر اور
وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ	پہاڑوں پر پیش کی، تو سب نے اس امانت
یَّحْمِلْنَہَا وَاَشْفَقْنَ مِنْہَا وَحَمَلَہَا	کے اٹھانے سے انکار کیا، اور اس سے ڈرے
الْاِنْسَانُ، (احزاب - ۹)	اور انسان نے اسکو اٹھا لیا،

وحی محمدی نے انسان کا رتبہ یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسکو بزرگیوں سے سرفراز فرمایا، عالم مخلوقات میں برتر بنایا، اور انعام واکرام سے معزز کیا ہے،

وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰہُمْ	ہم نے آدم کی اولاد کو عزت دی اور ہم نے
فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰہُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ	خشکی و تری میں انکو سواری دی، اور ستھری

وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (بنی اسرائیل ۔۷) — چیزوں کی ان کو روزی بخشی اور اپنی بہت پیدا کی ہوئی چیزوں پر انکو فضیلت عطا کی

انسان ہی وہ مخلوق ہے جو سب سے معتدل قوی اور بہترین اندازہ کیساتھ دنیا میں پیدا ہوئی

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (تین ۔۱) البتہ ہم نے انسان کو بہتر اندازہ پر پیدا کیا

یہاں تک کہ انسان خدا کی صورت کا عکس قرار پایا، متعدد حدیثوں میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا،[1] اسی بنا پر آپ نے تعلیم دی کہ غلام کو سزا دو تو اس کے چہرہ پر نہ مارو کہ وہ صورت الٰہی کا عکس ہے، عین میدانِ جنگ میں اگر تلواریں برس رہی ہوں تو حریف کے چہرہ پر وار نہ کرنا چاہیے،[2] کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر بنایا ہے،[3] غصہ میں یہ بھی نہ کہنا چاہیے کہ خدا تیرے چہرہ کو اور تیرے جیسے چہرہ کو بگاڑ دے کہ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر خلق کیا،[4] ان حدیثوں کا مطلب یہ نہیں کہ انسان کی طرح خدا کی کوئی جسمانی شکل ہے اور آدم کی شکل اسکی نقل ہے، لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ بلکہ یہ مطلب ہے کہ انسان میں خدا کی صفاتِ کاملہ کی ایک دھندلی سی جھلک موجود ہے، علم، قدرت، حیات، سمع، بصر، ارادہ، غضب، رحم، سخا وغیرہ صفات کی ناقص مثالیں اسکے اندر اللہ نے ودیعت رکھی ہیں، اور چونکہ انسان کے تمام اعضا میں اسکا چہرہ ہی اسکی شخصیت کا آئینہ دار اور اس کے اکثر حواس کا مصدر ہے جن سے اسکے تمام اوصاف کا ظہور ہوتا ہے اسلئے آنحضرت

---

۱ صحیح بخاری کتاب الاستیذان، ابن ابی عاصم فی السنة والطبرانی من حدیث ابن عمر باسناد رجاله ثقات وادب المفرد بخاری وعن ابی ہریرة صحیح مسلم کتاب البر۔ توراة میں بھی قریب قریب یہی الفاظ ہیں "جس دن خدا نے آدم کو پیدا کیا، خدا کی صورت پر اسے بنایا" (پیدائش ۵۔۱) ۲ صحیح بخاری کتاب العتق، وصحیح مسلم کتاب البر والصلة ۳ صحیح مسلم کتاب البر آخری ٹکڑا صرف مسلم میں ہے۔ ۴ ادب المفرد امام بخاری باب لا تقل قبح اللہ وجہہ،

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کے اعضا میں اُسی کو فیضِ رحمانی کا مورد ظاہر کیا، اب غور کرو کہ وہ چیز جس کو خدا سے ایسی نسبت ہے کیا اس لائق ہے کہ غیر خدا کے آگے زمین پر رکھا جائے،

انسان تو کائنات میں خلیفۃ اللہ بنکر آیا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ (انعام ۲۰) اور اسی نے تم کو زمین کا نائب بنایا،

تو اب وہ عالمِ کائنات میں خدا کے سوا کس کو سجدہ کرے،

روے زمین کی تمام چیزیں اسکے خاطر بنیں وہ روے زمین کی چیزوں کی خاطر نہیں بنا ہے،

خَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا (بقرہ ۲۰) جو کچھ زمین میں ہے خدا نے اے انسانو تمہارے لیے بنایا

أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ (حج ۲۰) زمین میں جو کچھ ہے خدا نے اسکو تمہارے بس میں دیدیا ہے

تو اب وہ روے زمین کی کس ہستی کے سامنے سر جھکائے،

مشرک، بت پرست، ستارہ پرست، فطرت پرست، حقیقت میں غیروں کے آگے جھک کر یہ ثبوت دیتے ہیں کہ یہ اُن کیلئے نہیں، بلکہ وہ اُن کے لیے بنے ہیں، جو چاند اور سورج کو پوجتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ چاند اور سورج اُن کے لیے نہیں، بلکہ وہ چاند اور سورج کیلئے بنے ہیں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وحی اور تعلیم کے ذریعہ سے یہ بتایا کہ کائنات کی ہر چیز انسان کیلئے بنی ہے اور انسان خدا کے لیے بنا ہے، اسلئے جب کائنات کا ہر ذرہ انسان کی خدمت گذاری میں مصروف ہے تو انسان کو بھی خدا ہی کی خدمت گذاری میں مصروف رہنا چاہیئے،

ابر و باد و مہ و خورشید و فلک کارند ۔ تا تو نانے بکف آری و بغفلت نخوری

لہ اس حدیث کی شرح میں فتح الباری شرح بخاری میں یہ قول نقل کیا گیا ہے،

انسانوں نے آسمانی مخلوقات کو اپنا معبود بنایا، تو وحی محمدیؐ نے اُن سے کہا،

وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ	اور خدا نے رات دن اور چاند اور سورج
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ	تمہارے لیے کام میں لگایا، اور ستارے بھی
(نحل۔۲)	حکم سے کام میں لگے ہیں،

انسانوں نے جانوروں کو پوجا تو پیغام محمدیؐ نے ان انجانوں کو بتایا کہ یہ تمہارے ہیں، تم اُن کے سائیں ہو،

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ	اور جانوروں کو انہی پیدا کیا تمہارے لیے
وَمَنَافِعُ (نحل۔۱)	جن میں اون کی گرمی اور دوسرے فائدے ہیں

انسانوں نے دریا سمندر کو دیو اور دیوتا بنایا، حالانکہ وہ بھی ان ہی کی خاطر عدم سے وجود میں آئے ہیں،

وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ	اور وہی خدا ہے جس نے دریا کو کام میں لگایا
لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً	کہ تم اس سے تازہ گوشت کھاؤ اور تاکہ تم اس سے
تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ	آرائش کی موتی پہننے کو نکالو اور دیکھتے ہو
فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۱	کہ جہاز سمندر کو پھاڑتے پھرتے ہیں اور تاکہ تم
(نحل۔۲)	خدا کے فضل و کرم (روزی) کی تلاش کرو

آگ بھی انسانوں کی معبود بنی، حالانکہ وہ خود ان ہی کی محبت میں جل رہی ہے،

الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ مِنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ	جس نے تمہارے واسطے ہرے درخت

نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۔ سے آگ پیدا کی پس اس وقت تم اس سے

(یٰسین ۔ ۵) روشن کرتے ہو۔

الغرض زمین سے لیکر آسمان تک جو مخلوق بھی ہے، انسان سب سے اشرف اور بلند تر ہے

اور ساری مخلوق اسی کے لیے ہے، پھر اس انسان سے بڑھکر اور کون نادان ہو جو مخلوقات میں کسی

کسی کو اپنا معبود اور مسجود بنائے اس حقیقت کے انکشاف ہونے کے بعد شرک کا کوئی پہلو بھی ایسا نہیں

جس میں کوئی سچا مسلمان گرفتار ہو سکے اور ایک آستانہ کو چھوڑ کر وہ کسی اور چوکھٹ پر اپنا سر جھکائے

الغرض محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی تلقین کی، وہ ان ہی دو اصولوں پر قائم

ہے۔ ایک یہ کہ انسان تمام مخلوقات میں اشرف ہے، اسلئے کسی مخلوق کے سامنے اسکا سر جھکنا

چاہیے، اور دوسرا یہ کہ ہر قسم کی قوت ہر قسم کی قدرت اور تمام اوصاف کمالیہ صرف ایک بزرگ و

برتر ہستی کیلئے ہیں، جو اوراے عرش سے زیر فرش تک ہر ذرہ پر حکمراں ہے، اس کی اطاعت کے دائرہ سے

کوئی نقطہ باہر نہیں، انسان کی پیشانی کو ہر چوکھٹ سے اٹھکر صرف انہی کے آستانہ پر جھکنا چاہئے،

ہماری تمام عقیدت ہماری تمام محبت، ہمارا تمام خوف، ہماری تمام امیدیں ہماری تمام دعائیں، ہماری

تمام التجائیں، ہماری تمام عاجزیاں صرف اسی ایک کے در پر نثار ہوں اسی کے رحم و کرم کے سہارے ہماری زندگی بسر ہو

وہ بزرگ برتر ہستی کیا ہو؟ اور اسکی نسبت ہمارا کیا تخیل ہو؟ تعلیم محمدی نے اسکا بھی جواب دیا ہے،

خدا کا جامع او مانع تخیل | قرآن پاک کی آیات، جاہلیت کے اشعار، اسلام سے پہلے عربوں کے واقعات جکبہ

سو بچے آثار قدیمہ کے کتبات سے یہ واضح طور پر ثابت ہے کہ عربوں کے ذہن میں ایک بالاتر ہستی کا تخیل ضرور موجود

تھا جس کا نام ان کہاں اللہ تھا، مگر اللہ کیا ہے؟ کیسا ہے؟ اسکے صفات کیا ہیں؟ اس کی طرف کیا کیا باتیں

منسوب کیجا سکتی ہیں؟ کن کن باتوں سے وہ پاک ہے؟ اس کا تعلق اپنے بندوں کیساتھ کیسا ہے؟ ہمکو اس کے آگے کیسے جھکنا چاہیئے؟ اس سے کیا مانگنا چاہیئے؟ اور کیونکر مانگنا چاہیئے؟ اس کے حضور میں دعا کیونکر کرنی چاہیئے؟ ہم اس سے کیوں ڈریں اور کیونکر ڈریں؟ اور اس سے ڈرنے کی کیا حقیقت ہے؟ اس سے محبت بھی کیجا سکتی ہے یا نہیں؟ اگر کیجا سکتی ہے تو کیونکر؟ اور اس سے محبت کی حقیقت کیا ہے؟ اسکی قدرت کہاں تک ہے؟ اسکے علم کی کیا حیثیت ہے؟ کیا وہ ہم سے دور ہے، یا بالکل قریب ہے؟ اسکی تقدیس کبریائی اور عظمت کی کوئی حد ہے؟ اس پر ہم توکل اور بھروسہ کیونکر کریں؟ کیا وہ انسان کی کسی صنف سے کلام بھی کرتا ہے؟ کیا اس کے کچھ احکام بھی ہیں؟ اور وہ احکام واجب لاطاعت بھی ہیں؟ وہ کن باتوں سے خوش اور کن سے ناخوش ہوتا ہے؟ کیا وہ ہمارے دلوں کے چھپے ہوئے رازوں سے بھی آگاہ ہے؟ کیا اسکی اجازت کے بغیر زمین کا ایک ذرہ بھی اپنی جگہ سے حرکت کرسکتا ہے؟ اسکی مشیت اور اس کا ارادہ کیونکر آسمان سے زمین تک ہر چیز کو محیط ہے؟ کیا اسکے بنائے ہوئے قاعدے اور قانون بھی ہیں؟ کیا وہ انسانوں کی تعلیم اور اصلاح کیلیے پیغمبروں کو بھی مبعوث کرتا ہے؟ کیا ہم اس کی بارگاہ میں اپنے اعمال کے جوابدہ بھی ہیں؟ ہم سے وہ کیوں اور کیونکر ہمارے اعمال کا مواخذہ کریگا؟ یہ وہ باتیں ہیں جن سے عرب جاہلیت کا دل و دماغ بالکل عاری اور خالی تھا، اور ان چیزوں کے متعلق ان کے ذہن میں کوئی تخیل نہ تھا، عرب جاہلیت کا ایک ایک ذخیرہ جاؤ ان کے مذاہب و اعتقادات کا ایک ایک حرف تلاش کرلو، اس سے زیادہ کچھ نہ پاؤ گے کہ اللہ ایک طاقتور اعلیٰ ہستی ہے، جس نے سب کو پیدا کیا ہے اور مصیبتوں اور بلاؤں میں اسکو پکارنا چاہیئے،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ربانی تعلیمات سے ان کو اللہ تعالیٰ کی حقیقی عظمت سے

آشنا کیا، اسکی عظمت اور بے مثالی سے باخبر کیا، اسکی مشیئت و ارادہ اور قدرت و وسعت سے آگاہ کیا، ایک ایسی ہستی کے اعتقاد کی ان کو تعلیم دی، جس کی قدرت بے انتہا، جس کی وسعت غیر محدود، جسکی مشیئت کائنات کے ہر ذرہ میں نافذ ہے، جس کے علم کے احاطہ میں اندھیرے اور اجالے کی ہر چیز داخل ہے، دلوں کے اسرار، زبانوں کے الفاظ، اور ہاتھ پاؤں کے اعمال سب ہر لحظہ اور ہر لمحہ اس کے پیش نظر ہیں، اس کے سامنے انسان اپنے ہر عمل کا جوابدہ اور ذمہ دار ہے، اسکے مواخذہ کا خوف اور اسکی رحمت کی امید ہے، وہ محبوب ازلی ہے، اسکی محبت کا نشہ ہمارے دلوں کی ہشیاری ہے، اس کے فضل و کرم اور لطف و محبت کی نیرنگیاں اور سے نیچے تک پھیلی ہیں، اسکی قوت ہر قوت پر غالب، اس کا ارادہ ہر ارادہ میں نافذ اور اس کا حکم ہر حکم سے بالاتر ہے، اسکی عبادت ہر مخلوق پر فرض، اور اسکی اطاعت ہر مکلف پر واجب ہے، وہ ہر عیب سے پاک و منزہ اور ہر وصف کا مستحق اور اس سے متصف ہے، انسانوں کو اپنی یاد دلانے اور ان کے تزکیہ و اصلاح کے لیے رسولوں اور پیغمبروں کو بھیجتا رہا، اور ان سے ہم کلام ہوتا رہا، اس کے کچھ احکام اور بندھے ہوئے قوانین ہیں جن کی اطاعت نیکی اور نافرمانی گناہ ہے، وہ اندھیرے کی روشنی بھولے ہوؤں کی رہبری، مایوسوں کی امید، زخمیوں کا مرہم، بیقراروں کی تسلی اور بیکسوں کا سہارا ہے، وہ ہم سے ہماری گردن کی رگ سے بھی قریب تر ہے، ہم اس کو جب پکاریں وہ سنتا ہے، وہ نیکیوں کو پسند اور گناہوں سے نفرت کرتا ہے، وہ جب چاہے آسمان و زمین کو فنا کر دے، اور جب چاہے ان کو پھر بنا دے، اسکی محبت دنیا کا اصل، اسکی عبادت ہماری زندگی کا مقصود اور اس کی یاد ہمارے دلوں کی راحت ہے،

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ہاں خدا کی یاد سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

ان تعلیمات کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوگ جن کو بھولے سے بھی خدا کا نام یاد نہ آتا تھا، وہ اس کے سوا سب کچھ بھول گئے، اور اسکی راہ میں ہر چیز قربان کرنے کو تیار ہو گئے، وہ چلتے پھرتے اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے، ہر حال میں اسکی یاد میں سرمست و سرشار رہتے تھے،

یَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ (آل عمران ۲۰)

وہ خدا کو کھڑے، بیٹھے اور لیٹے یاد کرتے ہیں،

اس سرمستی و سرشاری میں بھی انھوں نے جنگلوں میں راہبانہ زندگی بسر نہیں کی، دولتمندوں کی بھیک کو اپنا سہارا نہیں بنایا، دنیا کی کشمکش سے نجات حاصل کرنے کیلئے بزدلانہ گوشہ نشینی کو تقدس کا نام دیکر اختیار نہیں کیا، بلکہ فرائض کی ادائگی اور اس راہ میں جدوجہد اور سعی و کوشش کو اپنا مذہب سمجھا، اور خدا کا حکم جان کر اسکو پوری مستعدی کیساتھ بجالائے، اور ان تمام ہنگاموں کے ساتھ دل کا معاملہ دلدار ازل کے ساتھ ہمیشہ قائم رکھا، خدا نے اُن کی مدح کی کہ

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (نور ۔ ۴)

وہ لوگ جن کو تجارت اور خرید فروخت، خدا کی یاد سے غافل نہیں کرتی،

ان کی محبتِ الٰہی کا درجہ دنیا کی ہر محبت پر غالب آگیا، خدا نے انکی توصیف کی کہ

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرۃ ۲)

ایمان والے سب سے زیادہ خدا سے محبت کرتے ہیں

اُن کا توکل، اُن کا صبر، اُن کا استقلال، اُن کی استقامت، اُنکی بہادری، انکی بےخوفی، اُنکی صداقت، اُن کی راست بازی، اُن کی اطاعت، غرض اُن کی ہر چیز اُن کے اسی جذبۂ ایمانی کا نتیجہ تو تھی، اور ہر وقت اُن کے پیش نظر یہ تعلیم رہتی تھی کہ

وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ (طلاق ۱۰) جو خدا پر بھروسہ کرتا ہو تو خدا اسکو بس کرتا ہے

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (زمر ۴۰) کیا خدا اپنے بندہ کو کافی نہیں،

وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ اور تو لوگوں سے ڈرتا ہے، حالانکہ سب سے زیادہ

(احزاب ۵۰) خدا سے ڈرنا چاہیے،

اُن میں یہ تمام روحانی و اخلاقی جوہر، کیا ایمان باللہ کے بدولت پیدا ہوئے،

اسماء و صفات دنیا کے آغاز میں خدا نے کہا تھا کہ ہم نے آدم کو سب نام سکھائے، یا دنیا کہاں سے کہاں نکل گئی، اور علم کی وسعت کہاں سے کہاں پہنچی، مگر غور کیجئے تو ناموں کے ہیر پھیر سے ہم ابتک آگے نہیں بڑھے، یہی ہماری حقیقت رسی ہے، اور یہی ہمارا فلسفہ ہے، ہم اپنے مفروضہ اصول منطقی کی بنا پر ذاتیات اور حقائق کے ذریعہ سے اشیا کی تعریف کے مدعی بن گئے ہیں، لیکن ہزاروں صدیاں گذرنے پر بھی ذاتی اور حقیقی تعریف (حد منطقی) کی ایک مثال بھی پیش نہ کرسکے جو کچھ کرسکے وہ یہ کہ صفات عوارض اور خواص کے مختلف رنگوں سے نئی نئی طفلانہ شکلیں بناتے اور بگاڑتے ہیں، جب مادیت کا یہ عالم ہے تو وراء الوراء ہستی میں ہماری بشری طاقت اس سے زیادہ وہ تحمل کیونکر کرسکتی، تجلی گاہ طور اسی رمز کی آتشیں تصویر ہے،

ہم خدا کو بھی اس کے ناموں، اس کے کاموں اور اسکی صفتوں ہی سے جان سکتے ہیں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے جاہلوں کو اسی نصاب انسانی کے مطابق تعلیم دی، عرب کا جاہل، اللہ نام ایک اعلیٰ ہستی سے واقف تھا، لیکن اسکے ناموں اور کاموں کے تخیل سے بڑی حد تک ناآشنا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے بھی وہ قطعاً بیگانہ تھا، دیوان عرب یعنی

Marfat.com

انکی شاعری کے ذخیرہ میں کہیں کہیں اللہ کا نام آتا ہے، مگر کہیں اسکی صفت کا ذکر نہیں آتا، قرآن پاک میں ان کے خیالات کا پورا عکس اتارا گیا ہے، لیکن کہیں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات سے بھی آگاہ تھے، بعض عیسائی عربوں میں اللہ کے ساتھ ساتھ الرحمان کا لفظ بھی مستعمل تھا، جس کے معنی رحم کرنے والے کے ہیں، اصحاب الفیل کے عیسائی رئیس ابرہہ کے نام سے سد عرم (یمن) پر جو کتبہ لگا ہے، اور جس کو جرمن فاضل گلازر نے شائع کیا ہے، اسمیں بھی دو جگہ رحمان کا لفظ آیا ہے، عرب عیسائی شعراء کے کلام میں بھی یہ لفظ ملتا ہے، عیسائیوں میں اسکے استعمال کا نتیجہ یہ تھا کہ عرب مشرکین کو اس لفظ سے چڑھ ہوگئی تھی، اسلئے جب اسلام نے اس لفظ کو اختیار کیا تو مشرکین نے اس کے قبول کرنے سے انکار کر دیا، صلح حدیبیہ کے موقع پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ کے کاغذ پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھوایا تو قریش کے نمائندہ نے کہا کہ قسم ہے اللہ کی مجھے نہیں معلوم کہ رحمٰن کیا ہے،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے سننے اور قرآن مجید میں بار بار خدا کیلئے رحمان کا لفظ مستعمل ہونے کی وجہ سے مشرکوں کو برہمی ہوتی تھی، اور وہ کہتے تھے کہ ہم کبھی رحمان کے آگے سر نگوں نہیں ہوسکتے، قرآن نے ان کی اسی حالت کا ذکر اس آیت میں کیا ہے:

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ	اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ رحمٰن کو سجدہ
قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا	کرو تو کہتے ہیں کہ رحمان کیا ہے؟ کیا تم جسکو
تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا (فرقان، ع ۵)	کہو اسکو ہم سجدہ کریں، رحمان کا نام ان کی

(فرقان، ع ۵)

مشرکین کو یہ برا لگتا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک طرف تو انکے بتوں اور دیوتاؤں کی مذمت کرتے ہیں

لہ صحیح بخاری جلد اول کتاب الشروط ص ۳۷۰

Marfat.com

اور دوسری طرف عیسائیوں کے رحمان کی مدح وستائش کرتے ہیں،

اَهٰذَا الَّذِیْ یَذْکُرُ اٰلِهَتَکُمْ ۚ وَهُمْ — مشرک آپ کو دیکھتے تو مذاق سے کہتے کہ یہی

بِذِکْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ کٰفِرُوْنَ، — وہ ہے جو تمہارے دیوتاؤں کو برا کہتا ہے

(انبیاء-۳) — وہی مشرک رحمان کے ذکر سے انکار کرتے ہیں

تعلیم محمدیؐ نے عرب کے ناآشنایانِ حقیقت کو بالآخر آگاہ کیا کہ خدا کے اسماء و صفات کی کوئی حد نہیں، اسکو سب ہی اچھے ناموں سے پکارا جاسکتا ہے،

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ — کہہ دو اے پیغمبر خدا کو اللہ کہہ کر پکارو یا

اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی — رحمان کہہ کر جس نام سے بھی پکارو سب

(اسرائیل-۱۲) — اچھے نام اسی کے ہیں،

اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کا مسئلہ اسلام کے اُن اہم مذہبی اصلاحات میں سے ہے، جن سے نہ صرف عرب کے جاہل ناآشنا تھے، بلکہ دنیا کے بڑے بڑے مذہبوں کے پیرو بھی ان کے متعلق غلطیوں میں مبتلا تھے، یہودیوں کے اسفار اور صحیفوں میں خدائے برحق کا اصلی نام "یہوواہ" تھا مگر کبھی عام یہودیوں کو اس مقدس نام کے زبان پر لانے کی اجازت نہ تھی، دوسرا عام نام "اہیم" ہے، جو ہر موقع پر استعمال ہوتا ہے، ان دو کے علاوہ خدا کے بیسیوں نام اور اسماء جو درحقیقت اسکے اوصافِ ذاتی اور اعمالِ ربانی کے ترجمان ہیں، تورات کا دفتر ان کے ذکر سے بالکل خالی ہے، صفاتِ الٰہی میں سے جو صفت یہودی صحیفوں میں سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ "یہوہ فوجوں کا خدا" یعنی "ربّ الافواج" ہے، جو صرف خدا کی صفاتِ جلالی کا مظہر ہے۔

عیسائیوں کی انجیل اور مذہبی کتابوں میں "باپ" کا لفظ خدا کے لیے استعمال ہوا ہے، اس لفظ کی حقیقت اور خدا پر اس کے اطلاق سے مقصود کیا ہے، گوشت پوست اور مادیت سے بھرے ہوئے لفظ کا خدا پر مجازاً اطلاق بھی کہاں تک جائز ہے؟ اور اس سے اس مذہب میں کہاں تک غلطیاں پھیلیں، ان باتوں کو چھوڑ کر بھی دیکھئے تو یہ خدا کے صرف جمالی صفات کی ناقص اور مادی تعبیر ہے، عیسائیت میں فلسفہ کی آمیزش نے تثلیث کے اختراعی عقیدہ کو اسی مسئلہ صفات کے پردہ میں چھپالیا، اور یہ تاویل کی گئی کہ تثلیث کے اقانیم ثلثہ، باپ (خدا) بیٹا (حضرت عیسیٰ) اور روح القدس حیات، خلق اور علم تین صفتوں سے عبارت ہیں، باپ حیات، بیٹا خلق، اور روح القدس علم ہے، اور یہ تینوں ایک ہیں اور تینوں اپنے وجود میں الگ الگ ہیں اس تشریح سے صفاتِ الٰہی کے تجسم کے مسئلہ نے جنم لیا، اور ایک خدا کئی خداؤں کا مجموعہ بن گیا،

ہندوؤں میں اللہ تعالیٰ کے اسماء و صفات کی نیرنگی نظر آتی ہے، لیکن ہر صفت نے انکے ہاں ایک مستقل وجود حاصل کر لیا ہے، اور خود خدا ہر قسم کی صفات سے خالی اور مجرد رہ گیا ہے، اسی لیے ہندوستان کے تمام مذاہب اسی تجسیمِ صفات کے جلوہ گاہ ہو کر رہ گئے ہیں، برہما، بشن اور شوتین صفات خالق، ممیت (مارنے والا) اور قیوم کے مجسمے ہیں، غلط تعبیر نے وحدت کی جگہ یہاں بھی تثلیث پیدا کر دی ہے، شنکر آچاریہ نے خدا کے صرف تین اصلی صفات تسلیم کئے، حیات، علم اور سرور یا آنند، جین مذہب اور بعض ہندو فرقوں میں ایک خالقیت کی صفت کے تجسم نے اعضائے تناسل کی پرستش کی گمراہی پیدا کی، عام ہندوں میں ۳۳ کروڑ عجیب الخلقت دیوتاؤں کی عظیم الشان بھیڑ بھی صفات و اسمائے الٰہی کی تجسیم اور مستقل وجود کے غلط فلسفہ نے پیدا کی اور

Marfat.com

اسی نے بت پرستیوں کی نت نئی صورتیں نمایاں کیں، مجوسیوں میں یزدان اور اہرمن کی ثنویت اور دوئی بھی خدا کی دو صفتوں ہادی اور مضل کو دو مستقل ہستیوں میں منقسم کر دینے کا نتیجہ ہے، اس تفصیل سے اندازہ ہوا ہوگا کہ اس مسئلہ کی غلط تعبیر نے دنیا میں کتنی گمراہیاں پیدا کی ہیں،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کے ان تمام فاسد تخیلات کو باطل ٹھہرایا ہے، انکے غلط عقیدوں کی تصحیح کی، اور ربانی ہدایت کے نور سے سراجِ منیر بنکر جس طرح حقیقت کو روشن کیا، وہ نبوتِ محمدیؐ کے عظیم الشان کارناموں میں ہے،

آپنے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ گنتی اور شمار کی حد سے باہر ہیں، اور اس کی باتوں کی کوئی انتہا نہیں، آپنے یہ دعا سکھائی۔ اے خداوندا تیرے ہر اس نام کے وسیلہ سے جو تو نے اپنا رکھا یا اپنی کتاب میں اتارا، یا کسی مخلوق کو سکھایا یا اپنے لئے اپنے علم غیب میں اسکو چھپا رکھا، میں تجھ سے مانگتا ہوں"۔ حضرت عائشہؓ کو یہ الہامی دعا تعلیم ہوئی خداوندا میں تیرے سب اچھے ناموں کے وسیلہ سے جنمیں سے کچھ کو ہم نے جانا اور جن کو نہیں جانا تجھ سے درخواست کرتا ہوں[1]

قرآن پاک سے کے ذریعہ بتایا گیا،

قُلْ لَوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِكَلِمٰتِ رَبِّي لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّي وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (الکہف)

کہدے اے پیغمبر کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے لکھنے کیلئے سیاہی بنجائے، تو سمندر ختم ہو جائیگی لیکن میرے پروردگار کی باتیں ختم نہ ہونگی، اگرچہ ہم ایسا [illegible]

دوسری جگہ کہا گیا،

[1] یہ تینوں دعائیں امام بیہقی نے کتاب الاسماء والصفات میں بسند نقل کی ہیں اور پہلی روایت مسند ابن حنبل میں بھی بسند عبداللہ بن مسعود ہے۔

وَلَوْ اَنَّمَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ — اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں وہ قلم بن جائیں
وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ — اور سمندر اور اس کے بعد سات سمندروں
اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ — کا پانی سیاہی ہو جائے تب بھی اللہ کی باتیں
(لقمان۔ ۳) — ختم نہ ہوں گی،

الغرض تمام اچھے اور کمالی نام اسی کے لیے ہیں، اور اسی کو زیبا ہیں،

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ لَهُ الْاَسْمَآءُ — نہیں ہے کوئی معبود لیکن وہی اللہ سی کیلئے
الْحُسْنٰی۔ (طٰہٰ ۱۰) — ہیں سب اچھے نام

بڑائی کا ہر نام اور خوبی کا ہر وصف اسی ذات بے ہمتا کے لئے ہے، خواہ اس کو خدا کہو، یا اللہ کہو، لغت اور زبان کا کوئی فرق اس میں خلل انداز نہیں

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ — کہدے (اے پیغمبر) اس کو اللہ کہہ کر پکارو
اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی — یا رحمان کہہ کر، جو چاہو کہہ کر پکارو، سب
(اسرائیل۔ ۱۲) — اچھے نام اسی کے ہیں،

لیکن مشرکوں کی طرح اسکو ایسے ناموں سے نہ پکارو جو اس کے کمال اور بڑائی کے منافی ہیں، اور بتوں اور دیوتاؤں کے ناموں سے بھی اس کو یاد نہ کرو،

وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْهُ — اور اللہ ہی کے لیے ہیں سب اچھے نام
بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِیْ — اسکو ان ہی سے پکارو اور ان لوگوں سے
اَسْمَآئِهٖ (اعراف۔ ۲۲) — علیحدہ جو اسکے ناموں میں کجی کرتے ہیں

تعلیمِ محمدیؐ کا صحیفۂ وحی اللہ تعالیٰ کے تمام اوصافِ حمیدہ اور اسمائے حسنہ سے بھرا ہوا ہے بلکہ اس کا صفحہ صفحہ خدا کے اسماء و صفات کی جلوہ گریوں سے معمور ہے۔ قرآن پاک کا کوئی ایسا رکوع ہوگا جس کا خاتمہ خدا کی توصیف اور حمد پر نہ ہو اور یہ تمام اوصاف اور نام اس عشق و محبت کو نمایاں کرتے ہیں جو اس محبوبِ ازل اور نورِ عالم کیساتھ قرآن کے ہر پیرو کے دل میں ہونا چاہیے

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ	اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے، اسکے نور
مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْہَا مِصْبَاحٌ ؕ	کی مثال یہ ہے کہ ایک طاق ہو جس میں چراغ ہو
اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ؕ اَلزُّجَاجَۃُ	چراغ ایک شیشہ کے اندر ہو شیشہ اتنا صاف ہو
کَاَنَّہَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ	کہ گویا ایک چمکتا ستارا ہے، وہ چراغ زیتون کے
شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّا شَرْقِیَّۃٍ	مبارک درخت کے تیل سے جلایا گیا ہو جو نہ پورب
وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیْتُہَا یُضِیْٓءُ وَلَوْ	ہے نہ پچھم ہے، اسکا تیل اتنا صاف ہے کہ آگ کے
لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ؕ	چھوئے بغیر وہ آپ جلنے کو ہو روشنی پر
یَہْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ	روشنی خدا اپنی روشنی تک جسکو چاہے
وَیَضْرِبُ اللّٰہُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ	پہنچاتا ہے اور خدا لوگوں کے سمجھانے
وَاللّٰہُ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (نور ع ۵)	کیلئے یہ مثالیں بیان کرتا ہے اور اللہ کو ہر چیز کا علم ہے
اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ہُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ	اللہ نہیں ہے اسکے سوا اور کوئی معبود وہ
لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَہٗ مَا	ہمیشہ زندہ، تمام دنیا کو سنبھالے ہوا اسکو
فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ	اونگھ اور نیند نہیں آتی آسمانوں میں اور زمین میں

Marfat.com

ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ
يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِنْ عِلْمِهِ إِلَّا
بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمَاوَاتِ
وَالْأَرْضَ وَلَا يَئُودُهُ حِفْظُهُمَا
وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ

(بقرہ ۲-۲۵۵)

کچھ ہے ایسا کون ہے جو اسکی مرضی کے بغیر
اسکے سامنے سفارش کرنے کو کھڑا ہو، لوگوں کے سامنے
اور پیچھے جو کچھ ہے اسکو وہ جانتا ہے، اور وہ لوگ اسکے
علم کا احاطہ نہیں کر سکتے، لیکن جتنے کا وہ چاہے
اسکا تخت آسمانوں اور زمینوں کو سمائے ہوئے ہے اور
ان دونوں (آسمان زمین) کی نگہبانی اس کو
تھکاتی نہیں، اور وہی اونچا اور بڑا ہے۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ
عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَٰنُ
الرَّحِيمُ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا
هُوَ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ
الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ
الْمُتَكَبِّرُ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ
هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ يُسَبِّحُ لَهُ مَا
فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (حشر - ۲۰)

وہی اللہ ہے جسکے سوا کوئی الٰہ نہیں چھپے اور
کھلے کا علم رکھنے والا وہی، رحم کرنیوالا، اور بڑا مہربانی
والا ہے وہی اللہ ہے جسکے سوا کوئی اللہ نہیں
سب کا بادشاہ، پاک پوری سلامتی، امن امان دینے والا
ہر گواہ، غالب سب پر قابو والا، بڑائی والا ہر
چیز سے پاک ہے جسکو یہ مشرک خدا کا شریک بتلاتے ہیں
وہی اللہ سب کا پیدا کرنیوالا، بنانے والا ہر چیز کی صورت
کھینچنے والا، اسی کیلئے سب اچھے نام ہیں، جو کچھ آسمانوں
میں اور زمین میں ہے سب اسکی پاکی بیان کرتے ہیں۔
وہی ہے سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔

Marfat.com

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ سب خدا
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ	کی پاکی بیان کرتے ہیں اور وہی غالب اور دانا ہے
وَالْاَرْضِ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَهُوَ عَلٰی	آسمانوں کی اور زمین کی حکومت اسی کی ہے، وہی
کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ	جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر بات پر قادر ہے
وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ	وہی پہلا اور وہی پچھلا ہے اور وہی کھلا ہوا اور
عَلِیْمٌ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ	وہی چھپا ہوا اور ہر بات کو جانتا ہے وہی جس نے
وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی	آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں بنایا پھر
عَلَی الْعَرْشِ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ	تخت پر برابر ہوا، وہ جانتا ہے جو زمین میں گھستا ہے
وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ	اور جو اس سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے
وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا وَهُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا	اور جو اس میں چڑھتا ہے اور جہاں بھی تم ہو وہ
کُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ	تمہارے ساتھ ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو دیکھتا
لَهٗ مُلْکُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَی	ہے آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہی اسی کی
اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ یُوْلِجُ الَّیْلَ	ہے اور اللہ ہی تمام چیزوں کا مرجع ہے، وہ رات
فِی النَّهَارِ وَیُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ	کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو رات میں
وَهُوَ عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ	داخل کرتا ہے اور وہ سینوں کے سب بھید
(حدید ۔ ۱)	سے واقف ہے۔

خدا کے متعلق اہل عرب کا جو پست تخیل تھا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو مٹا کر جو

Marfat.com

سامنے جو بلند تخیل پیش کیا، اس کا اندازہ حسب ذیل واقعہ سے ہو سکتا ہے۔ آپ نے جب توحید کا آوازہ بلند کیا تو مشرکین جو اپنے دیوتاؤں کی آل اولاد، بیویوں اور گوہیوں کی حمد کے ترانے گاتے تھے، آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور فرمائش کی کہ ذرا اپنے خدا کا نسب تو ہمارے سامنے بیان کرو، گویا وہ اپنے دیوتاؤں سے اسلام کے خدا کا مقابلہ کر کے بتانا چاہتے تھے کہ اس حیثیت سے اسلام کا خدا ہمارے دیوتاؤں کی ہمسری نہیں کر سکتا۔ اس کے جواب میں وحیِ محمدی نے اپنے خدا کی حقیقت قرآن پاک کی اس سب سے مختصر سورہ میں پیش کی ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ، اَللّٰهُ الصَّمَدُ	کہہ دے اے پیغمبر! اللہ ایک ہے وہ تنہا اور نرگیلو
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ	بے نیاز اور عالم کا مرجع اور جائے پناہ ہے نہ اسکے
لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ	کوئی اولاد ہے اور نہ اسکی ماں باپ ہیں
(اخلاص)	جس نے اس کو جنا ہو اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے

[illegible]

یہ روایت حضرت ابی بن کعبؓ سے مروی ہے، جو صحابہ میں سب سے زیادہ قرآن کے ماہر سمجھے جاتے تھے، وہ اسی کے بعد اس سورہ کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ "صمد وہ ہے جو نہ جنتا ہے اور نہ کسی نے اس کو جنا ہو، کیونکہ جو جنا جاتا ہے، وہ مرتا بھی ہے، اور جو مرتا ہے، وہ اپنا وارث اور جانشین بھی چھوڑ جاتا ہے، اور خدا نہ مرتا ہے نہ اس کا کوئی جانشین ہے اور کوئی اسکا ہمسر نہیں ہے یعنی کوئی اسکے برابر نہیں، اور نہ کوئی اسکے مثل ہے، غور کرو کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے پہلے اہل عرب میں خدا کا کتنا پست و ذلیل تخیل تھا جس کا اندازہ تم انکے سوال سے کر سکتے ہو، اور آپ کی تعلیم کے بعد

ؔ مستدرک حاکم تفسیر اخلاص دیکھو، و جامع ترمذی تفسیر سورہ مذکور و کتاب الاسماء بیہقی ص ۲۳ (الہ آباد)

Marfat.com

وہ تخیل کتنا پاک عالی اور بلند ہو گیا جس کا اندازہ حضرت ابیؓ کی تفسیر سے ہو سکتا ہے جو ابھی عرب نژاد قبیلہ کے ایک ممتاز فرد تھے لیکن ان کا دل اب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض تعلیم سے منور ہو چکا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی آپ سے سن کر کہتے ہیں کہ "خدا فرماتا ہے کہ آدم کے بیٹے نے مجھے جھٹلایا، اور آدم کے بیٹے نے مجھ کو گالی دی، اس کا جھٹلانا یہ ہے کہ اس نے کہا کہ خدا دوبارہ پیدا نہیں کریگا، حالانکہ پہلی بار کے پیدا کرنے سے دوسری بار کا پیدا کرنا بہت آسان ہے، اور اس کا گالی دینا یہ ہے کہ اس نے کہا کہ خدا کی اولاد ہے، حالانکہ میں وہ ایک اور صمد ہوں جس نے نہ کسی دوسرے کو جنا ہے اور نہ اس کو کسی نے جنا ہے، اور نہ اس کا کوئی ہمسر ہے"[1]، حضرت ابوہریرہؓ یمنی عرب ہیں یعنی اس عرب کے ایک فرد ہیں جو تعلیم محمدی سے پہلے ان حقائق سے بے بہرہ تھا، اور اب وہ تنزیہ و تقدیس کے یہ موتی اپنے منہ سے اگل رہے ہیں۔

اس مختصر سورہ میں سب سے چھوٹا لفظ "صمد" ہے لیکن درحقیقت قرآن کی بلاغت نے اس ایک لفظ میں صفاتِ الٰہی کا بے پایاں دفتر چھپا رکھا ہے، "صمد" کے معنی لغت میں اونچی ابھری زمین یا چٹان کے ہیں جو کسی ایسے علاقہ میں ہو جہاں جب سیلاب آتا ہو، تو اس پر نہ چڑھتا ہو اور لوگ اس وقت دوڑ دوڑ کر اسی پر چڑھ کر اپنی جانیں بچائیں، پھر صمد کے اس لغوی معنی سے اس سردار کے معنی پیدا ہو گئے جو بزرگی اور شرافت میں انتہائی معراجِ کمال پر ہو، اور اس سردار کو بھی کہنے لگے جس کی موجودگی کے بغیر مجلس میں کوئی فیصلہ نہ ہو سکتا ہو، اور اس سردار کو بھی کہتے ہیں جس کے اوپر کوئی سردار نہ ہو اور اس جائے پناہ کے معنی میں بھی مستعمل ہوا جو سب کو مصیبت کے وقت اپنے دامن میں پناہ دے اور اس مرجع و مرکز کے معنی میں بھی آیا جس کی طرف ہر شخص دوڑ دوڑ کر جاتا ہے، صمد ٹھوس کو بھی کہتے ہیں جس کے اندر خول نہ ہو، اسی سے اس کو بھی کہتے ہیں جو کھاتا پیتا نہ ہو اور جس کی آل او

[1] صحیح بخاری سورہ اخلاص

اس کو بھی کہتے ہیں جس سے کوئی بے نیاز نہ ہو، اس بہادر کو بھی کہتے ہیں جس کو لڑائی میں بھوک اور پیاس
نہ لگتی ہو، صمد، ص اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے حمل نہ رہا ہو، حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ صمد وہ
سردار ہے جو اپنی بزرگی اور سرداری میں درجہ کمال پر ہو، وہ شریف جس کی شرافت کامل ہو، وہ بڑا
جسکی بڑائی میں کوئی نقص نہ ہو وہ بردبار جس کی بردباری بدرجہ اتم ہو، وہ بے پرواہ بے نیاز جسکی
بے پروائی وبے نیازی کی کوئی حد نہ ہو، وہ زبردست جس کے جبروت کی انتہا نہ ہو، وہ علم والا جس کا علم
بدرجہ اتم ہو، وہ حکیم جس کی دانائی بمرتبہ کمال ہو یعنی وہ جو بڑائی اور بزرگی کی ہر صنف میں کامل ہو،[۱]

ان معنوں کے علاوہ صحابہ وتابعین نے اسکی تفسیر میں حسب ذیل معانی بھی لکھے ہیں،

ابن عباسؓ وہ جس کی طرف مصیبت کے وقت لوگ رجوع کریں،

حسن بصریؒ وہ حی وقیوم جس کو زوال نہ ہو، اور جو باقی ہو،

ربیع بن انسؓ جس کے نہ اولاد ہو نہ ماں باپ،

عبداللہ بن مسعودؓ جس کے اندر معدہ وغیرہ جسمانی اعضا نہ ہوں،

بریدہؓ جس میں جوف نہ ہو،

عکرمہ وشعبیؒ جو کھاتا نہ ہو،

عکرمہؓ جس میں سے کوئی دوسری چیز نہ نکلے

قتادہؒ باقی غیر فانی،

لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام معانی اس ایک لفظ کے اندر پوشیدہ ہیں،[۲] اور یہ سب صرف

[۱] کتاب الاسماء والصفات للامام بیہقی ص ۔۔۔ [۲] ان معانی کیلئے دیکھو کتاب الاسماء بیہقی ص ۔۔۔، مفردات القرآن
راغب اصفہانی، ابن جریر طبری، ابن کثیر اور تفسیر سورۃ الاخلاص لابن تیمیہ

ایک حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں، کیونکہ اوپر یہ معلوم ہو چکا ہے کہ اس لفظ کے اصلی معنی چٹان کے ہیں، جو لڑائی اور مصیبتوں کے وقت جائے پناہ کا کام دے، اسرائیلی الٰہیات میں بھی یہ لفظ یہی اہمیت رکھتا ہے، اور بنی اسرائیل کے صحیفوں میں جائے پناہ کے لیے چٹان کا لفظ آیا ہے، استثنا، (۳۲ ۳۰-۳۱) میں ہے،

"اگر ان کی چٹان ان کو بیچ نہ ڈالتی، اور خداوند ان کو اسیر نہ کرواتا، کیونکہ ان کی چٹان ایسی نہیں جیسی ہماری چٹان ہے"

"یہ چٹان" اس موقع پر حقیقت میں خدا کی مدد و نصرت سے کنایہ ہے، سموال کے پہلے صحیفہ میں، یہ کنایہ تصریح سے بدل جاتا ہے "خداوند کے مانند کوئی قدوس نہیں، تیرے سوا کوئی نہیں، کوئی چٹان ہمارے خدا کے مانند نہیں" (۲-۲)

اس سورہ میں خدا کی صفت میں دو لفظ ہیں، اَحَد (ایک) اور صَمَد (جائے پناہ) اور یہ دونوں خدا کے دو متضاد کمالی اوصاف کو حاوی ہیں، اس کی یکتائی کا نتیجہ تو یہ ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسکو کسی کی حاجت، نہ اسکو کسی سے غرض، وہ یکہ و تنہا، اکیلا، بے ہمتا، بے نیاز بے پروا، سب سے مستغنی اور سب سے الگ ہے، لیکن اسی کمال یکتائی کے ساتھ، وہ سب کے ساتھ، سب کا دستگیر سب کی جائے پناہ، سب کا محتاج الیہ، سب کا مرکز، سب کا مرجع، سب کا ماویٰ، سب کا ملجا یعنی سب کی چٹان ہے جو مصیبتوں میں سہارا، بلاؤں میں تسلی اور اضطرابوں میں تشفی ہے،

فَفِرُّوا اِلَى اللّٰهِ

ہر جگہ سے بھاگ کر اللہ کے ہاں پناہ لو

یہ سورہ پاک توحید اسلامی کے ہر شعبہ کو حاوی ہے، اور اسی لیے اسکو ثلث القرآن (تہائی قرآن)

Marfat.com

کا ورد بنا دیا گیا ہو، ایک صحابی تھے، جو نماز کی ہر دو رکعت میں قرأت کے آخر میں اس سورہ کو پڑھا کرتے تھے لوگوں نے یہ واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا، آپ نے ان سے اس کی وجہ دریافت کرائی، انھوں نے کہا اس میں میرے رب کی صفتیں بیان ہوئی ہیں، جو مجھکو بہت محبوب ہیں،" آپ نے فرمایا، بشارت ہو کہ خدا بھی تم سے محبت کرتا ہے[۱]، ایک اور انصاری صحابی تھے، جو قبا کی مسجد میں امامت کرتے تھے، ان کا یہ حال تھا کہ ہر رکعت میں فاتحہ کے بعد پہلے اس سورہ کو پڑھ لیتے تھے، تب کوئی دوسری سورہ پڑھتے تھے، ان کے مقتدی صحابہ نے اس پر اعتراض کیا، تو انھوں نے کہا کہ مجھے امامت چھوڑنی منظور ہے مگر اپنی روش بدلنی منظور نہیں، لوگوں نے اس واقعہ کا تذکرہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپ نے ان سے اسکی وجہ دریافت کی، تو گذارش کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے یہ سورہ بہت محبوب ہے، ارشاد ہوا کہ "یہ محبت تمکو جنت میں لیجائیگی[۲]" قتادہ بن نعمان ایک صحابی تھے، جو رات بھر اسی ایک سورہ کو دہراتے اور لطف حاصل کرتے رہتے تھے لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا، تو فرمایا کہ سورہ قرآن کا تہائی حصہ ہے[۳]"

اس گمراہی اور تاریکی کا اندازہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے عرب پر چھائی ہوئی تھی، اس روحانی لطف اور نورانی فیض سے کرو جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کے حصہ میں آیا،

قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کے سو سے زیادہ نام اور اوصاف آئے ہیں، صحیح حدیثوں میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ۹۹ نام ہیں، جو انکو محفوظ رکھے یا نگاہ

---

[۱] صحیح بخاری کتاب التوحید [۲] ایضاً کتاب الصلوٰۃ [۳] مسند احمد بسند ابی سعید الخدریؓ،

میں رکھے، وہ جنت میں داخل ہوگا،[1] خدا طاق ہے، وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے، آخری فقرہ اس علت کو ظاہر کرتا ہے کہ ۹۹ نام کیوں رکھے گئے، پورے سو کیوں نہ مقرر کیے گئے، یہ اس لیے کہ اگر پورے سو ہوتے تو عدد طاق نہ رہتا، اور اس سے توحید کا رمز آشکارا نہ ہوتا، صحیح احادیث میں اسی قدر ہے یعنی ان ۹۹ ناموں کی تصریح نہیں ہے، ترمذی میں اور بعض کم درجہ حدیثوں میں ان ناموں کو گنایا بھی ہے لیکن محدثین نے عموماً یہاں تک کہ حافظ ابن حجر نے بھی لکھا ہے کہ یہ روایتیں ضعیف اور کمزور ہیں، پھر ان روایتوں میں بعض ناموں کا ردّ و بدل اور الٹ پھیر بھی ہے، اور بعض ایسے نام بھی ان میں ہیں جو قرآن مجید میں مذکور نہیں، اور بعض ایسے نام جو قرآن میں تھے ان میں نہیں ہیں اسی لیے علما کا فیصلہ یہ ہے کہ ان روایتوں میں ناموں کا انتخاب راویوں نے خود اپنی تلاش و تفحص سے کیا ہے، اس لیے ان روایتوں سے یہ شبہہ نہ ہو کہ اسماے الٰہی صرف ان ننانوے ۹۹ میں محصور ہیں، بلکہ بڑے بڑے ائمہ و محققین مثلاً عبدالعزیز بن یحییٰ، ابوبکر بن عربی، امام نووی، حافظ ابن حجر، امام خطابی، ابن تیمیہ اور قرطبی وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ اسماے الٰہی ان ننانوے ۹۹ میں محصور نہیں، اور یہ بھی تصریحات ملتی ہیں کہ اسما اور صفاتِ الٰہی کی کوئی حد و پایاں نہیں ہے،[2] اور اس پر محدثین نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ کی روایتوں سے جو آغازِ مضمون میں اوپر گذر چکی ہیں استدلال کیا ہے،

بہرحال قرآن پاک اور احادیثِ صحیحہ کے تتبع سے علما نے ننانوے ۹۹ ناموں کا پتہ چلایا ہے، اور ان کو الگ الگ ایک ایک کرکے گنایا ہے، یہ تمام نام وہ ہیں جو یا بطور علم اور یا بطور صفت قرآن پاک

[1] صحیح بخاری کتاب التوحید، صحیح مسلم کتاب الذکر، مسند احمد حنبل ہر جگہ، جامع ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابو عوانہ و ابن حجر و طبرانی و بیہقی وغیرہ،

[2] ابن تیمیہ کا رسالہ القول الثابت فی عدد الاسما، یہ بھی کی مشہور مستند کتاب ہے

میں آئے ہیں، یا افعال کی حیثیت سے خدا کی طرف منسوب ہوئے ہیں، اور یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے دعاؤں میں ان کی تعلیم کی ہے، ہم ذیل میں بہ ترتیب ایک ایک نام لکھتے ہیں، اور اس کی مختصر
لغوی تشریح کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو سکے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کا جو تخیل اور عقیدہ اپنے
پیروؤں کو سکھایا وہ کتنا وسیع، کتنا بلند، کتنا منزہ اور پاکیزہ ہے، علماء نے ان ناموں کو یا ان صفات
کو مختلف معنوی مناسبتوں سے ترتیب دیا ہے، لیکن ہم نے ان کے صرف تین مرتبے قرار دیئے ہیں،
ایک وہ جن سے اس کے رحم و کرم، عفو و درگذر یعنی **صفاتِ جمالی** ظاہر ہوتے ہیں، دوسرے
وہ جن سے اس کی شاہنشاہی جلال و جبروت اور حکومت و استیلا کا اظہار ہوتا ہے اور ہم انکو **صفاتِ
جلالی** کہتے ہیں، تیسرے وہ اسماء اور صفات جن سے اس کی تنزیہ، بلندی، کمالات کی جامعیت اور ہر
قسم کے اوصافِ حسنہ اور محامدِ عالیہ کا ثبوت ملتا ہے اور ان کو ہم **صفاتِ کمالی** سے تعبیر کرتے ہیں،
الغرض خدا کے تمام اسماء و صفات ان ہی تین عنوانوں کی تشریح ہیں، یعنی یا تو ان سے خدا کی
رحیمی و کریمی ظاہر ہوتی ہے، یا اس کے جاہ و جلال کا اظہار ہوتا ہے، اور یا اس کی تنزیہ و کمال کا اثبات ہوتا ہے،

صفاتِ جمالی یعنی وہ اسماء و صفات جن سے خدا کے رحم و کرم اور شفقت و محبت کا اظہار ہوتا ہے،

اللّٰہ، یہ خدا کا وہ نام ہے جو قرآن پاک میں بطور علم ہر جگہ استعمال کیا گیا ہے، اسلام سے پہلے بھی
یہ عرب میں خدائے برحق کے لیے استعمال ہوتا تھا، اس لفظ کی لغوی تحقیق میں بہت کچھ
اختلاف کیا گیا ہے، کسی نے کہا کہ اس کے معنی اس ہستی کے ہیں جس کی پرستش کی جائے، بعضوں نے کہا ہے کہ وہ
جس کی حقیقت و معرفت میں عقل انسانی حیران و سرگرداں ہو، دوسروں کی تحقیق ہے کہ اس کے
معنی ہیں وہ جو اپنی مخلوقات کے ساتھ ایسی شفقت اور محبت رکھے جیسا ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ

ہوتی ہے، اس اخیر تعبیر کی بنا پر اللہ کے معنی پیار کرنے والے یا پیارے کے ہیں،

الرحمٰن، اللہ کے بعد یہ دوسرا لفظ ہے جس کو علم کی حیثیت حاصل ہے اسکے معنی رحم والے کے ہیں، یہ گذر چکا ہے کہ رحمان کا لفظ اسلام سے پہلے صرف عیسائی عربوں میں مستعمل تھا، عام اہل عرب میں اللہ کا لفظ مستعمل تھا، قرآن مجید نے ہر سورہ کے شروع میں نیز اور مقامات میں اللہ کو الرحمٰن کہہ کر سینکڑوں جگہ استعمال کیا ہے بظاہر تو یہ وصف موصوف کی معمولی ترکیب ہے مگر درحقیقت یہ بدل مبدل منہ ہیں، اور اس سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ عام عربوں کا اللہ اور عرب عیسائیوں کا رحمان دو اجنبی ذاتیں اور دو بیگانہ ہستیاں نہیں بلکہ ایک ہی حقیقت کی دو تعبیریں اور ایک ہی ہستی کے دو نام ہیں۔ اس طرح ان دو مختلف قوموں کو وحدتِ الٰہی کی دعوت دی گئی جو ناموں کے تعدد کو حقیقت کے تعدد کا مرادف سمجھتی تھیں، اور کہا

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (اسرائیل)	اللہ کہو یا رحمٰن کہو، جو چاہو کہو، اسی کے لیے سب اچھے نام ہیں۔

الرحیم: رحم کرنے والا، رحم کا لفظ اس رحم سے نکلا ہے جس سے بچہ کی پیدائش ہوتی ہے اس لیے اصل لغت کے لحاظ سے اس لفظ میں بھی مربیانہ محبت کا جذبہ نمایاں ہے، الرحمٰن اور الرحیم خدا کی وہ دو صفتیں ہیں جن سے قرآن کا صفحہ صفحہ منور ہے، کائنات میں جو کچھ ہوا جو کچھ ہے، جو کچھ ہوگا، وہ اسکی رحمانی اور رحیمی ان ہی دو صفتوں کا پرتو ہے اس عالم اور اس عالم دونوں میں اسکی ان ہی دونوں شانوں کا ظہور رہا ہے اور ہوگا،

الرب: پرورش کرنے والا یعنی ہستی کے اول نقطہ سے لیکر آخر منزل تک ہر لمحہ اور ہر لحظہ مخلوقات

کی نشو ونما اور ظہور و ترقی کا ذمہ دار،

اَللَّطِیْفُ، لطف والا مہربان،

اَلْعَفُوُّ، معاف کرنے والا درگذر کرنے والا،

اَلْوَدُوْدُ، محبوب، محبت کرنے والا پیار کرنے والا،

اَلسَّلَامُ، امن وسلامتی، صلح وآشتی، ہر عیب سے پاک وصاف،

اَلْمُحِبُّ، محبت والا، پیار والا، چاہنے والا،

اَلْمُؤْمِنُ، امان دینے والا، امن بخشنے والا، ہر خوف سے بچانے والا، ہر مصیبت سے نجات دینے والا

اَلشَّکُوْرُ، اپنے بندوں کے نیک عمل کو قبول، اور پسند کرنے والا،

اَلْغَفُوْرُ و الْغَفَّارُ، معاف کرنے والا، گناہ بخشنے والا، درگذر کرنے والا،

اَلْحَفِیْظُ و الْحَافِظُ، حفاظت کرنے والا نگہبان، بچانے والا،

اَلْوَھَّابُ، دینے والا، عطا کرنے والا، بخشنے والا،

اَلرَّازِقُ و الرَّزَّاقُ، روزی دینے والا، نشو ونما کا سامان بہم پہنچانے والا،

اَلْوَلِیُّ، دوست، حامی، طرفدار،

اَلرَّؤُفُ، مہربان، نرمی اور شفقت کرنے والا،

اَلْمُقْسِطُ، انصاف والا، عادل،

اَلْھَادِیْ، راہ دکھانے والا، رہنما،

اَلْکَافِیْ، اپنے بندوں کی ہر ضرورت کے لیے کافی،

اَلْمُجِیْبُ، قبول کرنے والا، دعاؤں کا سننے والا۔

اَلْحَلِیْمُ، بردبار، بندوں کی برائیوں سے چشم پوشی کرنے والا۔

اَلتَّوَّابُ وَقَابِلُ التَّوْبِ توبہ قبول کرنے والا، گنہگار کے گناہوں سے درگذر کرکے دوبارہ اس کی طرف رجوع ہونے والا۔

اَلْحَنَّانُ، ماں کی طرح بچوں پر شفقت کرنے والا۔

اَلْمَنَّانُ، احسان کرنے والا۔

اَلنَّصِیْرُ مدد کرنے والا۔

ذُوالطَّوْلِ، کرم والا۔

ذُوالْفَضْلِ، فضل والا۔

اَلْکَفِیْلُ بندوں کی کفالت کرنے والا۔

اَلْوَکِیْلُ، بندوں کی ضرورتوں کا ذمہ لینے والا، سامان کرنے والا۔

اَلْمُقِیْتُ، روزی پہنچانے والا۔

اَلْمُغِیْثُ، فریاد کو پہنچنے والا فریاد سننے والا۔

اَلْمُجِیْرُ، پناہ دینے والا۔

اَلْمُغْنِیْ بندوں کو اپنے سوا ہر چیز سے بے نیاز کرنیوالا۔

صفات جلالی | یعنی وہ اسماء وصفات جن سے خدا کی بڑائی کبریائی شہنشاہی کا اظہار ہوتا ہے۔

اَلْمَلِکُ وَالْمَلِیْکُ، بادشاہ، فرمان روا۔

Marfat.com

اَلْعَزِیْزُ، غالب جس پر کوئی دسترس نہ پائے،

اَلْقَاہِرُ وَالْقَہَّارُ، جس کے حکم سے کوئی باہر نہیں جا سکتا، سب کو دبا کر اپنے قابو میں رکھنے والا

اَلْمُنْتَقِمُ، سزا دینے والا، برائیوں کی جزا دینے والا،

اَلْجَبَّارُ، جبروت والا جس کے سامنے کوئی دم نہ مار سکے، جس سے کوئی سرتابی نہ کر سکے،

اَلْمُھَیْمِنُ، سب پر شاہد اور گواہ اور دلیل،

اَلْمُتَکَبِّرُ، اپنی بڑائی دکھانے والا، کبریائی والا، سخت سزا دینے والا،

شَدِیْدُ الْعِقَابِ، سخت سزا والا،

شَدِیْدُ الْبَطْشِ، بڑی گرفت والا، جس سے کوئی چھوٹ نہیں سکتا،

نکتہ خدا کے صفاتِ جلالی کا ذکر زیادہ تر توریت میں ہے لیکن صحیفۂ محمدی میں جہاں کہیں خدا کی ان جلالی صفتوں کا ذکر آتا ہے، ہمیشہ ان کے ساتھ ساتھ خدا کے عادل، حکیم اور علیم ہونے کا بھی ذکر ہوتا ہے جس سے انسان کی اس غلط فہمی کا مٹانا مقصود ہے کہ خدا کی ان جلالی صفتوں کا یہ منشا نہیں ہے کہ وہ نعوذ باللہ ایک ملا ابالی کی طرح دم کے دم میں جو چاہے کر گذرتا ہے بلکہ اس کا قہر، اس کا غلبہ، اس کا انتقام اور اس کی گرفت عدل و انصاف اور حکمت و مصلحت پر مبنی ہوتی ہے اور اسطرح ان جلالی ناموں سے بے رحمی اور ظالمانہ سخت گیری کا جو شبہ پیدا ہو سکتا ہے وہ دور ہو جاتا ہے فرمایا

اِنَّ اللّٰہَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ (آل عمران ۱۹) بیشک خدا بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں

اسی لیے اللہ تعالیٰ کے وصف میں عَزِیْزٌ (غالب) کیساتھ حَکِیْمٌ (حکمت والا) ہمیشہ قرآن میں آیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا کے عذاب کے ذکر کیساتھ اسکی رحمت کا تذکرہ بھی ہمیشہ قرآن میں کیا

Marfat.com

جاتا ہے، اور دوزخ کے بیان کیساتھ جنت کا سماں بھی لازمی طور پر دکھایا جاتا ہے،

جہاں یہ کہا گیا کہ وَمَا مِنْ اِلٰہٍ اِلَّا اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ہو، میں یہ بھی کہا گیا، رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الْعَزِیْزُ الْغَفَّارُ (ص۔۵) قوموں کی تباہی و بربادی کا ذکر کیا گیا تو فرمایا گیا

وَمَا اللّٰہُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعِبَادِ (مومن) اور اللہ بندوں پر ظلم نہیں کرنا چاہتا،

اس کی صفت ذُوْعِقَابٍ اَلِیْمٍ دردناک عذاب دینے والا، جہاں بیان کی گئی تو اس سے پہلے لَذُوْ مَغْفِرَةٍ یعنی بخشش والا، (حٰمٓ السجدۃ۔۵) بھی فرما دیا گیا، غرض صفاتِ جلالی کے بیان میں یہ رعایت پیش نظر رکھی گئی ہے کہ ان کے ساتھ یا آگے پیچھے خدا کی صفاتِ جمالی کا بھی ذکر ہو، تاکہ خوف و خشیت کے ساتھ اسکی محبت اور لطف و کرم کے جذبات بھی نمایاں ہوں،

صفات کمالی یعنی وہ اسماء و صفات جن سے خدا کی خوبی، بڑائی بزرگی اور ہر وصف میں اس کا کامل ہونا ظاہر ہوتا ہے، اس طرح کے اسماء و صفات پانچ قسم کے ہیں، ایک وہ جو اس کی وحدانیت سے متعلق ہیں، دوسرے وہ جو وجود سے تعلق رکھتے ہیں، تیسرے اسکے علم سے، چوتھے، اس کی قدرت سے، اور پانچویں اس کی تنزیہہ اور پاکی سے،

صفاتِ وحدانیت یعنی وہ صفتیں جو خدا کی یکتائی اور یکتائی کو ظاہر کرتی ہیں، اور وہ یہ ہیں،

اَلْوَاحِدُ، ایک

اَلْاَحَدُ، ایک

اَلْوِتْرُ۔ طاق جس کا کوئی جوڑا نہیں،

صفاتِ وجودی یعنی وہ صفتیں جن سے اسکا وجود، بقا، دوام، ازلیت، اور بے زوالی ظاہر ہوتی ہے

Marfat.com

اَلْمَوْجُوْدُ، وجود والا ہست،

اَلْحَیُّ ، ہمیشہ زندہ، غیر فانی،

اَلْقَدِیْمُ، وہ جس سے پہلے کوئی دوسرا موجود نہیں جو ہمیشہ سے ہے،

اَلْقَیُّوْمُ ، جو اپنے سہارے تمام کائنات کو سنبھالے ہوئے ہے،

اَلْبَاقِیْ ، جس کو ہمیشہ بقا ہے،

اَلدَّائِمُ، ہمیشہ رہنے والا،

اَلْاَوَّلُ ، وہ پہلا جس کے پہلے کوئی نہیں،

اَلْاٰخِرُ ، وہ پچھلا جو سب کے فانی ہونے کے بعد بھی ہمیشہ باقی رہے گا،

اَلْمُقَدِّمُ جو سب کے آگے سے ہے،

اَلْمُؤَخِّرُ جو سب سے پیچھے رہ جائیگا،

اَلظَّاہِرُ ، جس کا وجود کھلا اور نمایاں ہے (یعنی جو اپنے کاموں اور قدرتوں کے لحاظ سے ظاہر ہے)

اَلْبَاطِنُ ، جو چھپا اور مخفی ہے (یعنی جو اپنی ذات کے لحاظ سے پوشیدہ ہے)

علم | یعنی وہ صفتیں جو اس کے ہر چیز سے باخبر اور آگاہ ہونے کو ظاہر کرتی ہیں،

اَلْخَبِیْرُ خبر رکھنے والا

اَلْعَلِیْمُ : جاننے والا،

عَلَّامُ الْغُیُوْبِ ، جو باتیں سب سے پوشیدہ ہیں ان کو جاننے والا،

عَلِیْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ، دلوں کے چھپے ہوئے بھید کو جاننے والا

اَلسَّمِیْعُ، سننے والا،

اَلْبَصِیْرُ، دیکھنے والا،

اَلْمُتَکَلِّمُ، بولنے والا اپنے علم اور ارادہ کو ظاہر کرنے والا،

اَلْوَاجِدُ، پانے والا، جس کے علم سے کوئی چیز گم نہیں،

اَلشَّهِیْدُ، حاضر جس کے سامنے سے کوئی چیز غائب نہیں،

اَلْحَسِیْبُ، حساب کرنے والا یعنی جن چیزوں کا علم حساب کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے
یعنی وزن اور مقدار ان کا بھی جاننے والا،

اَلْمُحْصِیْ، گننے والا یعنی جن چیزوں کا علم گن کر حاصل کیا جاتا ہے یعنی اعداد ان کا بھی جاننے والا

اَلْمُدَبِّرُ، تدبیر کرنے والا، انتظام کرنے والا،

اَلْحَکِیْمُ، حکمت والا، عقل والا، سب کاموں کو مصلحت سے کرنے والا،

اَلْمُرِیْدُ، ارادہ کرنے والا، مشیت والا،

اَلْقَرِیْبُ، نزدیک جو اپنے علم کے لحاظ سے گویا سب کے پاس ہے،

قدرت | یعنی وہ صفتیں جن سے اسکی قدرت کی وسعت کا اظہار ہوتا ہے،

اَلْفَاتِحُ وَالْفَتَّاحُ، ہر مشکل کو کھولنے والا،

اَلْقَدِیْرُ وَالْقَادِرُ، قدرت والا،

اَلْمُقْتَدِرُ، اقتدار والا جس کے سامنے کوئی چون چرا نہیں کر سکتا،

اَلْقَوِیُّ، زبردست جس کے سامنے کسی کا بس نہیں چل سکتا،

اَلْمَتِیْنُ ، مضبوط جس میں کوئی کمزوری نہیں ،

اَلْجَامِعُ ، جمع کرنے والا ، متفرق اور پراگندہ چیزوں کو اکٹھا کرنے والا ،

اَلْبَاعِثُ ، اٹھانے والا ، مردوں کو قبروں سے اٹھانے والا ، یا دنیا میں ہر تغیر اور ہر حادثہ کا محرک اول

مَالِکَ الْمُلْکِ ، سلطنت کا مالک جس کے سامنے کسی کی کوئی ملکیت نہیں ،

اَلْبَدِیْعُ ، نئی نئی چیزیں ایجاد کرنے والا ،

اَلْوَاسِعُ ، سمانے والا ، جو ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے ،

اَلْمُحِیْطُ ، احاطہ کرنے والا ، جو ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے ، کوئی اسکے احاطے باہر نہیں ہے

اَلْمُحْیِیْ وَالْمُمِیْتُ ، جلانے والا اور مارنے والا ،

اَلْقَابِضُ وَالْبَاسِطُ ، سمیٹنے والا اور پھیلانے والا ،

اَلْمُعِزُّ وَالْمُذِلُّ ، عزت دینے والا اور ذلت دینے والا ،

اَلْخَافِضُ وَالرَّافِعُ ، نیچا کرنے والا اور اونچا کرنے والا ،

اَلْمُعْطِیْ وَالْمَانِعُ ، دینے والا اور روک لینے والا

اَلنَّافِعُ وَالضَّآرُّ ، نفع پہنچانے والا ، اور نقصان پہنچانے والا یعنی نفع اور ضرر دونوں اسی کے ہاتھ میں ہیں ،

اَلْمُبْدِئُ وَالْمُعِیْدُ ، جو چیز پہلے سے موجود نہ ہو اس کو وجود میں لانے والا ، اور جو ہو کر فنا کر دی گئی اس کو پھر دوبارہ وجود میں لانے والا ،

نکتہ :- اس قسم کی صفتیں جنمیں بظاہر قبح نظر آتا ہو ، جیسے الضَّآرُّ نقصان پہنچانیوالا

اَلْمُذِلُّ (ذلت دینے والا) اَلْخَافِضُ (پست کرنے والا) اَلْمَانِعُ (روکنے والا) وغیرہ، انکا تنہا استعمال چونکہ غلط فہمی پیدا کرنے والا ہے، اس لیے جب تک انکے ساتھ انکے مقابل کی صفت نہ بولی جائے ان کا استعمال جائز نہیں، کہا گیا ہے، یعنی خدا کو صرف اَلضَّارُّ، اَلْخَافِضُ، اَلْمَانِعُ اور اَلْمُذِلُّ کہنا درست نہیں، جبتک اسکے ساتھ اسکے دوسرے پہلو کو بھی نہ ملایا جائے یعنی اَلضَّارُّ کیساتھ اَلنَّافِعُ، اَلْخَافِضُ کیساتھ اَلرَّافِعُ، اَلْمَانِعُ کیساتھ اَلْمُعْطِیْ اور اَلْمُذِلُّ کیساتھ اَلْمُعِزُّ، جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے، قرآن پاک اور احادیث دونوں میں ان صفات کے استعمال میں رعایت ملحوظ رکھی گئی ہے، کیونکہ تنہا نقصان پہنچانے والا، ذلت دینے والا، اور روکنے والا کوئی خوبی نہیں، بلکہ ایک طرح کی برائی ہے، ہاں نقصان نفع پہنچانے والا، عزت و ذلت دینے والا اور دینے والا اور روکنے والا، دونوں کو ملاکر کہا جائے تو جائز ہوگا کہ اس سے مقصود خدا کی قدرت کی وسعت ہے، اگر کوئی ایسا نفع پہنچانے والا ہے، جس میں نقصان پہنچانے کی قدرت ہی نہیں، یا ایسا عزت دینے والا جسمیں ذلیل کرنے کی استطاعت ہی نہیں تو وہ اس عزت دینے اور نفع پہنچانے پر مجبور و مضطر ہوگا، اور اس کی قدرت کا یہ کمال نہ ہوگا۔ البتہ جو نقصان پہنچانے کی طاقت رکھنے کے باوجود نفع پہنچاتا، اور ذلت دے سکنے کے باوصف عزت دیتا ہے، اس کا کمال ہر شخص کو تسلیم کرنا پڑتا ہے۔

تنزیہیہ یعنی وہ صفات جو اس کی بڑائی، کبریائی، پاکی اور نیکی اور ہر عیب و نقصان سے اس کی برأت کو ظاہر کرتی ہیں۔

اَلْعَلِیُّ، مرتبہ والا

Marfat.com

اَلْعَظِیْمُ، عظمت والا،

اَلْکَبِیْرُ، بڑا

اَلرَّفِیْعُ، بلند،

اَلْجَلِیْلُ، بزرگ،

اَلْکَرِیْمُ، شریف،

اَلْغَنِیُّ، بے نیاز،

اَلصَّادِقُ، سچا راست باز،

اَلْمَاجِدُ، عزت والا،

اَلْحَمِیْدُ، تعریف والا،

اَلْقُدُّوْسُ، پاک،

اَلْحَقُّ۔ سچا اور اصلی، یعنی یہ کہ اس کے سوا سب باطل ہیں

اَلْجَمِیْلُ، اچھا،

اَلْبَرُّ، نیک

اَلْعَدْلُ، عادل

سُبُّوْحٌ، ہر عیب سے پاک،

اَلصَّمَدُ، بزرگی کی ہر صفت میں کامل،

اَلرَّشِیْدُ، سیدھی راہ چلنے والا، نہ بہکنے والا،

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے اُن اسماء وصفات کا عقیدہ وین محمدی میں	ان تعلیمات کا اثر اخلاقِ انسانی پر

محض نظری نہیں، بلکہ عملی حیثیت بھی رکھتا ہو یعنی اسکے یہ محامد واوصاف اخلاق انسانی کا معیار ہیں، ان اوصاف کو چھوڑکر جو اُس ذوالجلال کے لیے خاص ہیں، اور جو بندہ کی حیثیت اور طاقت سے زیادہ ہیں، بقیہ اوصاف ومحامد انسان کے لیے قابل نقل ہیں کروہ خدا کے محامد اوصاف سے دور کی نسبت رکھتے ہیں، اسلیے انسان پر فرض ہو کہ اگر وہ خدا سے نسبت پیدا کرنا چاہتا ہے تو اپنے اندر اسکے محامد واوصاف سے نسبت پیدا کرے، اور ان کو خوبیوں کا انتہائی معیار جان کرنکی نقل وپیروی کی خواہش کرے، محامد الٰہی گویا استادِ ازل کی وصلی ہے جس کو دیکھکر شاگرد کو اپنے خط کی خوبی میں ترقی کرنی چاہیے، اس لیے انسان کو بھی اپنے حرف کے لکھنے دمحامد الٰہی کی نقل اتارنے میں ایک نظر اُس استادازل کی وصلی پر ڈال لینی چاہیے تاکہ معلوم ہو کہ اس کی ذاتی مشق کہانتک اصلی وصلی کے مطابق ہے،

گذرچکا ہے کہ قرآن کا پہلا سبق یہ ہے کہ بحکم اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (بقرہ) آدم کا بیٹا زمین میں خدا کا خلیفہ اور نائب بنایا گیا ہے، خلیفہ اور نائب میں اصل کے اوصاف ومحامد کا پرتو جتنا زیادہ نمایاں ہوگا، اتنا ہی وہ اپنے اندر اس منصب کا استحقاق زیادہ ثابت کریگا، اور نیابت کے فرائض زیادہ بہتر ادا کرسکے گا، یہانتک کہ اس میں وہ جلوہ بھی نمایاں ہوگا جب وہ سرتاپا خدائی رنگ میں رنگ کر نکھر جائے گا۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ	خدا کا رنگ اور خدا کے رنگ سے کس کا
اللّٰهِ صِبْغَةً (بقرہ - ۱۶)	رنگ اچھا ہے۔

تمام اہلِ تفسیر متفق ہیں کہ اس "خدائی رنگ" سے مقصود خدا کا "دین فطرت" ہے۔

یہ حدیث اوپر گذر چکی ہے کہ اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ خدا نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا"، اور ساتھ ہی اس کی تشریح بھی گذری ہے کہ اس "صورت" سے مقصود جسمانی نہیں بلکہ معنوی شکل وصورت ہے یعنی یہ کہ خدا نے انسان میں اپنے صفاتِ کاملہ کا عکس جلوہ گر کیا ہے، اور ان کے قبول کرنے کی صلاحیت عطا کی ہے، اور ان میں حد بشری تک ترقی کی استعداد بخشی ہے۔ اور انسان کو اخلاق وصفت میں ملاء اعلیٰ سے تشبیہ اور ہمشکلی کا جوہر مرحمت فرمایا ہے، اور یہی صوفیہ اور خاصانِ خدا کے اس مقولہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ "خدا کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو" کا مطلب ہے۔ حدیث میں یہی مفہوم بروایت طبرانی ان الفاظ میں ادا کیا گیا ہے کہ حسن الخلق خلق اللہ الاعظم حسن خلق خدا تعالیٰ کا خلقِ عظیم ہے۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتِ کاملہ کی تین قسمیں اوپر بیان ہوئی ہیں، جلالی، کمالی اور تنزیہی صفاتِ جلالی جو کبریائی، عظمت، شہنشاہی اور بڑائی کے اوصاف ہیں، اللہ تعالیٰ کے سوا مخلوقات انکی مستحق نہیں، اور نہ یہ اوصاف بندگی وعبودیت کے رتبہ کے مناسب ہیں، انکا انعکاس یہ ہے کہ بندوں میں انکے مقابل کے صفات پیدا ہوں یعنی عاجزی، تواضع، فروتنی اور خاکساری۔ اسی لیے ترفع، تکبر اور بڑائی کا اظہار منع ہے، اور اسی لیے آدم جس نے فروتنی اختیار کی اور عجز وقصور کا اعتراف کیا۔ وہ مغفرت کے خلعت سے سرفراز ہوا، اور شیطان جس نے ترفع اور غرور ظاہر کیا وائمی لعنت کا مستحق ٹھہرا۔

اَبٰی وَاسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ	اس نے (آدم کے سجدہ سے) انکار کیا اور
(بقرہ ۲ - ۴)	غرور کیا۔ اور کافروں میں سے ہوگیا۔

قرآن پاک میں ہو کہ بڑائی اور کبریائی صرف خدا کے لیے ہو، اس کے سوا کوئی اور اسکا مستحق نہیں،

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۔ اور آسمانوں اور زمین میں اسی کیلئے بڑائی ہے۔

صحیح مسلم میں[1] ابو سعید خدریؓ اور ابو ہریرہؓ دو صحابیوں سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا کہ عزت اس کا لباس اور کبریائی اسکی چادر ہو، (خدا فرماتا ہو) تو جو کوئی عزت وکبریائی میں میرا حریف بنے گا میں اسے سزا دونگا۔" دوسری جگہ ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا کے نزدیک سب سے برا وہ ہے جو اپنا نام بادشاہوں کا بادشاہ اور شہنشاہ رکھتا ہے، خدا کے سوا کوئی بادشاہ اور مالک نہیں[2]" الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ (حشر۔۳) اسی کی شان ہی، البتہ اللہ تعالیٰ اپنی عزت وجلال اور قوت وجبروت کا فیضان بعض بندوں اور امتوں پر نازل کرتا ہو اور وہ ان کو طاقت اور قوت اور بادشاہی عطا کرتا ہے، مگر اس نوازش کے بعد بھی نیک بندوں اور صالح امتوں کا فرض یہی ہے کہ عین اس وقت جب ان کے دست وبازو سے قوتِ حق اور ربانی جاہ وجلال کا اظہار ہو رہا ہو، انکی پیشانیاں فرط عبودیت سے اس کے آگے جھکی ہوں، اور سرِ نیاز اظہار بندگی کے لیے اسکے سامنے خم ہوں کہ عزت وجلال خاص خدا کی شان تھی، جس کا فیضان رسول پر ہوا، اور رسول کی وساطت سے مومنوں پر ہوا، یہ ترتیب خود قرآن میں ملحوظ رکھی گئی ہے،

وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (منافقون۔۱) اور عزت خدا کے لیے ہے اور اس کے رسول کیلئے اور مومنوں کے لیے ہے۔

حاکم میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہو کہ اللہ تعالیٰ کے تین کپڑے ہیں، وہ اپنی عزت وجلال کا

[1] کتاب الادب باب الکبر جلد دوم صفحہ ۴۰۰ مصر [2] صحیح بخاری و مسلم کتاب الادب۔

Marfat.com

ازار باندھتا ہے، اور اپنی رحمت کا جامہ پہنتا ہے اور اپنی کبریائی کی چادر اوڑھتا ہے، تو جو شخص اس عزت کے سوا جو خدا کی طرف سے اس کو عنایت ہوئی ہو، معزز بننا چاہتا ہے، تو وہی وہ شخص ہے جس کو قیامت میں کہا جائیگا "(اسکا) مزہ چکھ تو معزز اور شریف بنتا تھا"(قرآن) اور جو انسانوں پر رحم کرتا ہے، خدا اس پر رحم کرتا ہے، کیونکہ اس نے وہ جامہ پہنا جس کا پہننا اسکو روا تھا، اور جو کبریائی کرتا ہے تو وہ خدا کی اس چادر کو اتارنا چاہتا ہے، جو خدا ہی کے لیے تھی"[۱]

خدا کے صفاتِ کمالی میں سے وحدانیت اور بقائے ازلی وابدی کے سوا کہ ان سے تمام مخلوقات اور ممکنات طبعاً محروم ہیں، بقیہ اوصاف کے فیضان سے انسان مشرف ہوتا ہے صفاتِ تنزیہی مثلاً قدرت، علم، سمع، بصر، کلام وغیرہ سے بھی مخلوقات تمامتر محروم ہیں، انکی تنزیہی ہے کہ وہ خدا کے عصیان، نافرمانی اور گنہگاری کے عیب سے بری اور پاک ہوں،

خدا کے صفاتِ جمالی وہ اعلی اوصاف ہیں جن کے فیضان کا دروازہ ہر صاحبِ توفیق کے لیے حسب استعداد کھلا ہوا ہے۔ ان صفات کا سب سے بڑا مظہر عفو و درگذر ہے، عیسائیوں کی عام دعا میں ایک فقرہ ہے کہ "خداوندا! تو ہمارے گناہوں کو معاف کر جس طرح ہم اپنے قرضداروں کو معاف کرتے ہیں"، اسلام نے اس الٹی تشبیہ کو جائز نہیں رکھا ہے۔ اس کے ہاں یہ ہے کہ "اے انسان تو اپنے مجرموں کو معاف کر کہ خدا تیرے گناہوں کو معاف کرے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کوئی اپنے بھائی کے گناہ پر پردہ ڈالے گا، خدا اس کے گناہوں پر پردہ ڈالے گا"[۲] قرآن کہتا ہے کہ "تم دوسروں کو معاف کرو کہ خدا تم کو معاف کرتا ہے"۔

---

[۱] کنز العمال جلد ۲ ص ۱۰۹، و مستدرک حاکم [۲] صحیح مسلم کتاب البر والصلہ۔

إِنْ تُبْدُوا خَيْرًا أَوْ تُخْفُوهُ أَوْ تَعْفُوا عَنْ سُوٓءٍ فَإِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيرًا (نساء۔۳۱)

اگر تم کوئی نیکی دکھا کر یا چھپا کر کرو یا کسی کی برائی کو معاف کرو، تو اللہ بھی معاف کرنے والا، قدرت والا ہے،

ایک دفعہ عہد نبوت میں بارگاہِ عدالت قائم تھی، ایک مجرم کو سزا دی جارہی تھی، سزا کا منظر دیکھ کر حضورؐ کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو رہا تھا، اداشناسوں نے سبب دریافت کیا تو فرمایا کہ امام تک معاملہ پہنچنے سے پہلے ہی اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا کرو، خدا معاف کرتا ہے، اور عفو و درگذر کو پسند کرتا ہے، تو تم بھی معاف اور درگذر کیا کرو، کیا تمھیں یہ پسند نہیں کہ خدا تمھیں بھی معاف کرے، وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے،[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ صحابہ کے مجمع میں فرما رہے تھے کہ جس کے دل میں غرور کا ایک ذرہ بھی ہوگا، وہ بہشت میں داخل نہ ہوگا، ایک صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ! انسان چاہتا ہے کہ اس کے کپڑے اچھے ہوں، اسکا جوتا اچھا ہو، کیا یہ بھی غرور ہے، فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ جَمِيلٌ يُحِبُّ الْجَمَالَ[2]

اللہ تعالیٰ اچھا ہے، جمال والا ہے، اچھائی اور جمال کو پسند کرتا ہے،

یہ غرور نہیں، غرور حق کو پامال کرنا اور انسانوں کو دبانا ہے۔" یہی روایت حدیث کی دوسری کتابوں میں ان الفاظ کے ساتھ ہے۔ "خدا جمال والا ہے، وہ جمال کو پسند کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کے بندہ پر اسکی نعمت کا اثر ظاہر ہو۔"[3] یہ روایت بھی ہے۔ "خدا جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، وہ سخی ہے۔

---

[1] مستدرک للحاکم جلد ۴ ص ۳۸۲، کتاب الحدود [2] صحیح مسلم کتاب الایمان و ترمذی باب الکبر [3] کنز العمال کتاب الزینۃ بحوالہ شعب الایمان بیہقی۔

Marfat.com

سخاوت کو پسند کرتا ہے، وہ صاف ستھرا ہے، صفائی اور ستھرے پن کو پسند کرتا ہے[1]"۔ روایت کے
یہ الفاظ بھی آئے ہیں، وہ جمیل ہے، جمال کو پسند کرتا ہے، اخلاق عالیہ سے محبت اور بداخلاقیوں
سے نفرت رکھتا ہے[2]۔ ایک موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ کو نصیحت فرماتے
ہیں "اے عائشہ! خدا نرمی والا ہے، وہ ہر بات میں نرمی کو پسند کرتا ہے[3]"۔ ایک مرتبہ آپ نے خطبہ
میں ارشاد فرمایا "لوگو! خدا پاک ہے، اور پاک ہی کو قبول کرتا ہے[4]" تمام مسلمانوں کو مخاطب کرکے فرمایا
"اے قرآن کے ماننے والو! وتر نماز پڑھا کرو کیونکہ خدا یکتا (وتر) ہے، وہ یکتا (وتر) کو پسند کرتا ہے[5]"۔

رحمت و شفقت اللہ تعالیٰ کی خاص صفت ہے، مگر خدا کی رحمت و شفقت کے وہی مستحق ہیں جو دوسروں پر رحمت و شفقت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا "رحم کرنے والوں پر وہ رحم کرنے والا بھی رحم کرتا ہے، لوگو! تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم کرے گا"۔ (ابوداؤد باب فی الرحمۃ) رشتہ داری اور قرابت کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تمام رشتہ داریاں اور قرابتیں رحم کے تعلق پر قائم ہیں، آپ نے فرمایا ہے کہ رحم کی جڑ رحمان سے ہے، خدا فرماتا ہے کہ اے رحم! جو تجھکو قطع رحم کریگا میں اس کو قطع کروں گا، جو تجھکو ملائیگا، اس کو میں بھی ملاؤں گا[6]۔ ترمذی میں یہی تعلیم ان الفاظ میں ہے "میں خدا ہوں، میں رحمان ہوں، میں نے رحم پیدا کیا ہے، اور اپنے نام (رحمان) سے اس کا نام (رحم) مشتق کیا ہے، تو جو اسکو ملائیگا میں اس کو ملاؤں گا، جو اس کو قطع کریگا میں اسکو قطع کرونگا[7]"۔ پھر فرمایا "جو انسانوں پر رحم نہیں کرتا، خدا اس پر رحم نہیں کرتا[8]"۔ بخاری میں اس روایت کے یہ الفاظ ہیں "جو رحم نہیں کرتا، اس

---

[1] کنز العمال کتاب الزینۃ بحوالہ کامل لابن عدی [2] ایضاً بحوالہ معجم اوسط طبرانی [3] صحیح مسلم، ابوداؤد، حاکم، نسائی، ابن ماجہ، بیہقی فی الآداب [4] صحیح مسلم کتاب الصدقات و ترمذی تفسیر سورہ بقرہ [5] ابوداؤد باب استحباب الوتر [6] صحیح بخاری باب صلۃ الرحم [7] ابواب البر والصلۃ [8] ترمذی باب مذکور

رحم نہیں کیا جاتا۔"[1] آپ نے فرمایا "خدا نے رحم کے سو حصے کیے، ۹۹ حصے اپنے پاس رکھے اور ایک حصہ زمین والوں کو عنایت کیا، اسی کا یہ اثر ہے کہ باہم لوگ ایک دوسرے کے ساتھ رحم و شفقت سے پیش آتے ہیں، یہاں تک کہ گھوڑا بھی اپنے بچہ کیلیے اس خوف سے پاؤں اٹھا لیتی ہے کہ اسکو صدمہ نہ پہنچے۔"[2]

بخل خدا کی صفت نہیں، مگر آپ نے فرمایا "تم اپنی تھیلی کے منہ نہ بند کرو، ورنہ تم پر بھی تھیلی کا منہ بند کیا جائیگا۔"[3] یہ نصیحت بھی فرمائی کہ "جو بندہ دوسرے بندہ کی پردہ پوشی کریگا، قیامت میں اسکی پردہ پوشی خدا کریگا۔"[4] یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ "جب تک تم اپنے بھائی کی مدد میں ہو خدا تمھاری مدد میں ہے۔"[5]

ایک اور موقع پر آپ نے کہ "خدا سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں، اسی لیے اس نے فحش باتوں کو حرام کیا ہے۔"[6] اسی کی تفسیر دوسری حدیث میں ہے، آپ نے فرمایا کہ "خدا بھی غیرت والا ہے اور مومن بھی غیرت والا ہے، اور خدا کی غیرت یہ ہے کہ اس نے اپنے مومن پر جس بات کو حرام کیا ہے اگر کوئی اسکا ارتکاب کرے تو وہ اس پر خفا ہو۔"[7]

اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔

وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ (آل عمران) — اور بیشک خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

اس لیے اس کے بندوں کا فرض ہے کہ وہ بھی آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کریں، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی زبان سے اسکی اس عملی تعلیم کو ان الفاظ میں ادا فرمایا،

یاعبادی انی حرمت الظلم علی — اے میرے بندو میں نے ظلم کو اپنے اوپر حرام

---

[1] جامع بخاری باب رحمۃ الولد [2] ایضاً [3] صحیح ترمذی ابواب البر والصلۃ [4] مسلم کتاب البر والصلۃ باب بشارۃ من ستر اللہ تعالیٰ علیہ فی الدنیا بان یستر علیہ فی الآخرۃ [5] ابوداؤد کتاب الادب باب فی المعونۃ للمسلم [6] صحیح بخاری کتاب التوحید جلد دوم ص ۱۱۰۳ [7] جامع ترمذی باب ما جاء فی الغیرۃ من ابواب النکاح۔

Marfat.com

نفسی وجعلتہ بینکم محرما — کیا ہو، اور اسکو تمھارے درمیان بھی حرام

فلا تظالموا[۱] — کیا ہو، تو تم آپس میں ایک دوسرے پر ظلم نہ کرنا۔

پاکیزگی، اور لطافت خدا کی صفتیں ہیں، اس لیے خدا کے ہر بندہ کو بھی پاک وصاف رہنا چاہیے، آپ نے فرمایا،

اِنّ اللّٰہ طیب یحب الطیب — خدا پاکیزہ ہو، پاکیزگی کو پسند کرتا ہو اور پاک وصاف

ونظیف یحب النظافۃ فتنظفوا — ہو، پاکی اور صفائی کو پسند کرتا ہو تو تم پاک وصاف

ولا تشبھوا الیھود[۲] — رہا کرو، یہودیوں کی طرح گندے نہ بنو۔

یہ توحید کا ایک رخ تھا، اب اس کا دوسرا رخ بھی ملاحظہ کے قابل ہو،

وہ قومیں جو توحید سے آشنا نہ تھیں، انھوں نے انسانیت کا مرتبہ بھی نہیں پہچانا تھا، وہ انسان کو فطرت کے ہر مظہر کا غلام سمجھتی تھیں، یہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تعلیم توحید ہی تھی جس نے خدا کے سوا ہر شے کا خوف انسانوں کے دلوں سے نکالدیا، سورج سے لیکر زمین کے دریا اور تالاب تک ہر چیز آقا ہونے کے بجائے انسانوں کی غلام بنکر انکے سامنے آئی، بادشاہوں کے جلال وجبروت کا طلسم ٹوٹ گیا، اور وہ بابل ومصر، ہند وایران کے خدا اور ربکم الاعلےٰ ہونے کے بجائے، انسانوں کے خادم، راعی اور چوکیدار کی صورت میں نظر آئے جن کا عزل ونصب دیوتاؤں اور فرشتوں کے ہاتھ میں نہ تھا، بلکہ خود انسانوں کے ہاتھ میں تھا۔

تمام انسانی برادری جس کو دیوتاؤں کی حکومتوں نے اونچے نیچے، بلند وپست، شریف وذلیل

---

[۱] صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ ومسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۱۶۰ مصر وادب المفرد امام بخاری باب الظلم ص ۹۵ [۲] ترمذی باب فی النظافۃ ص ۳۴۷

مختلف طبقوں اور ذاتوں میں منقسم کر دیا تھا، اور جنہیں سب کچھ کی پیدائش پرمیشور کے منہ، کچھ کی اسکے ہاتھ اور کچھ کی اسکے پاؤں سے تسلیم کیجاتی تھی، اس عقیدے کی وجہ سے ایسی مختلف جنسوں میں بٹ گئی تھی جن کو کسی طرح متفق نہیں کر سکتے تھے، اور اس طرح مساوات انسانی کی دولت دنیا سے گم ہو چکی تھی، اور زمین قوموں اور ذاتوں کے ظلم وجبر اور غرور وفخر کا دنگل بنگئی تھی، توحید نے اگر اس اونچائی نیچائی، بلندی وپستی اور نشیب وفراز کو برابر کیا، سب انسان خدا کے بندے، سب اسکے سامنے برابر، سب باہم بھائی بھائی اور سب حقوق کے لحاظ سے یکساں قرار پائے، ان تعلیمات نے دنیا کی معاشرتی، اخلاقی اور سیاسی اصلاحات میں جو کام کیا، اس کے نتائج تاریخ کے صفحوں میں ثبت ہیں،

بالآخر اس اصول کی صداقت کو انھوں نے بھی تسلیم کر لیا، جو حقیقی توحید سے ناآشنا ہیں اور اسی لیے وہ مساوات انسانی کے حقیقی کوچہ سے بھی ابتک نابلد ہیں، انتہا یہ ہے کہ خدا کے گھر میں جاکر بھی تفاوت درجہ کا خیال ان کے دل سے دور نہیں ہوتا، اور وہ دولت وفقر اور رنگ وقومیت کے امتیازات کو خدا کے سامنے سرنگوں ہوکر بھی نہیں بھولتے، مسلمانوں کو تیرہ سو برس سے مساوات کی نعمت اسی توحید کامل کی بدولت حاصل ہے، اور وہ ہر قسم کے مصنوعی امتیازات سے پاک ہیں، اسلام کی نظر میں سب ایک خدا کے بندے ہیں، اور سب یکساں اس کے سامنے سرفگندہ ہیں، دولت وفقر، رنگ وروپ اور نسل وقومیت کا کوئی امتیاز انکو منقسم نہیں کرتا، اگر کوئی امتیاز ہے تو صرف تقویٰ اور خدا کی فرمانبرداری کا ہے

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ (حجرات - ۲) تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ خدا سے تقویٰ کرتا ہے۔

خدا کا ڈر اور پیار اس سلسلہ میں ایک اور اہم مسئلہ خدا سے ڈرنے اور اس سے محبت کرنے کا ہے

عام طور سے مخالفوں نے یہ سمجھا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس خدا کی تعلیم دی ہے وہ فقط قہار، جبار، اور مہیب شہنشاہ مطلق ہے جسکی ہیبت و جلال سے تمام بندوں کو صرف ڈرتے، کانپتے رہنا چاہیے، اس کے گوشۂ چشم میں لطف و عنایت کا گذر نہیں، محبت و پیار کا نذرانہ اسکے دربار میں قبول نہیں ہوتا، وہ اپنے کمزور بندوں پر نہ خود محبت کی نظر رکھتا ہے اور نہ بندوں سے اپنی محبت کا تقاضا کرتا ہے، لیکن درحقیقت یہ تعلیم محمدی کی بالکل غلط تصویر ہے، اللہ تعالیٰ کے جو اسماء وصفات اوپر گذر چکے ہیں، ان میں سے ایک ایک پر نظر ڈالو تو معلوم ہوگا کہ اس کے چند پرجلال ناموں کو چھوڑ کر جو اسکی قدرت تامہ اور مالکیت عامہ کی حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں، بقیہ تمام نام صرف محبت اور پیار اور لطف اور کرم، رحمت اور مہر کی تجلی گاہ ہیں، مخالفوں کو اس حقیقت کے سمجھنے میں دو وجہوں سے مغالطہ ہوا،

۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کے خوف اور خشیت کی بھی انسانوں کو دعوت دی

۲- دوسرے مذہبوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کے اظہار کی جو اصطلاحیں مقرر کی تھیں، آپ نے شدت کے ساتھ ان کی مخالفت کی اور ان کو شرک قرار دیا،

محبت کے ساتھ خوف وخشیت کی تعلیم

یہ واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیم میں خدا کی محبت اور پیار کے ساتھ اس کے خوف وخشیت کو بھی جگہ دی ہے، غور کرو انسانوں کے تمام کاموں کے محرک دو ہی جذبے ہوتے ہیں، خوف اور محبت، یہ دونوں جذبے الگ الگ بھی پائے جاتے ہیں، اور ایک ساتھ یا آگے پیچھے بھی، ان دونوں جذبات کے لوازم بھی الگ الگ ہوتے ہیں، ادعائے محبت کا نتیجہ، ناز، تنخرا اور کبھی گستاخی اور کبھی اپنے مہربان ومحبوب پر غایت اعتماد کی بنا پر نافرمانی بھی ہے اور ظاہر ہے کہ جذبۂ محبت کے ان لوازم اور اثرات کا انسداد صرف خوف کے جذبہ سے ہو سکتا ہے، اس لیے خالق ومخلوق

Marfat.com

کے درمیانی رابطہ کی تکمیل نہ تنہا خوف سے ہوسکتی ہے اور نہ تنہا محبت سے، بلکہ ان دونوں کے اشتراک، امتزاج اور اعتدال سے یہ مقصد حاصل ہوسکتا ہے، اور یہی نبوتِ محمدیؐ کی تعلیم ہے،

اسلام سے پہلے جو آسمانی مذاہب موجود تھے، انکے اندر اس مسئلہ میں بھی افراط و تفریط پیدا ہوگئی تھی، اور صراطِ مستقیم سے وہ تمامتر ہٹ گئے تھے، یہودی مذہب کی بنا سراسر خوف، خشیت اور سخت گیری پر تھی، اس کا خدا فوجوں کا سپہ سالار[1]، اور باپ کا بدلہ پشتہا پشت تک بیٹوں سے[2] لینے والا تھا، حالانکہ یہودیت کے صحیفوں میں خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کا ذکر کہیں کہیں موجود تھا[3]، اس کے برعکس عیسائیت زیادہ تر خدا کے رحم و کرم اور محبت و شفقت کے تذکروں سے معمور تھی، گو ایسا نہیں ہے کہ اس میں خدا کے خوف و خشیت کی مطلق تعلیم نہ ہو، بلکہ اس میں بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی تاکید ہے[4]، مگر دونوں مذہبوں کے پیرووں نے ان دو متقابل تعلیموں کے درمیان اعتدال ملحوظ نہیں رکھا تھا، اسلام نے اسی نقطۂ اعتدال کو پیشِ نظر رکھا ہے، وہ نہ تو خدا کو محض جبار، قہار، رب الافواج اور صرف بنی اسرائیل یا بنی اسمٰعیل کا خدا مانتا ہے، نہ اس کو مجسم انسان، انسانوں کا باپ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا باپ سمجھتا ہے، اور نہ تنہا رحم و کرم اور محبت و شفقت کے صفات سے اسکو متصف کرتا ہے، بلکہ وہ خدا کی نسبت یقین رکھتا ہے کہ وہ اپنے بندوں پر قاہر بھی ہے، اور رحمن و کریم بھی، وہ منتقم اور شدید العقاب بھی ہے اور غفور و رحیم بھی، وہ اپنے بندوں پر سزا بھی دیتا ہے اور پیار بھی کرتا ہے، خفا بھی ہوتا ہے اور نوازتا بھی ہے، اس سے ڈرنا بھی چاہیے اور اس سے محبت بھی کرنی چاہیے،

---

[1] یرمیاہ ۳۲، ۱۴، ۱۵ وغیرہ [2] خروج ۲۰، ۵، ۳۴، ۷ و استثناء ۴، ۲۴ و ۶، ۱۵ وغیرہ [3] خروج ۲۰، ۶ و ۳۴، و زبور ۸۶، ۱۵ و ۱۰۳، ۸ وغیرہ میں خدا کے پیار اور رحم و کرم کا ذکر ہے [4] لوقا کی انجیل ۱۲، ۵ اول پطرس ۲، ۷۔ دوم قرنتیون ۷، ۱، افسیون ۵، ۲۱۔ الغرض خدا سے ڈرنے کی تعلیم عیسائیت میں بھی دی گئی ہے۔

Marfat.com

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً	(لوگو!) اپنے پروردگار کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے
اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ. وَلَا	پکارا کرو، وہ حد سے بڑھ جانیوالوں کو پیار
تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا	نہیں کرتا، اور زمین کی درستی کے بعد اسمیں فساد
وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ	نہ پھیلاؤ، اور اسکو (اسکے عذاب سے) ڈرتے ہوئے
قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ	اور (اسکے فضل و کرم کی) لو لگاتے ہوئے پکارا کرو
(اعراف - ۷)	بیشک خدا کی رحمت اچھے کام کرنیوالوں کے قریب رہتی ہے

چند نیک بندوں کی مدح میں فرمایا،

اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ	وہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور
وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا (انبیاء ۶)	ہمکو امید اور ڈر کے ساتھ پکارتے تھے،

اس سے زیادہ پُر لطف بات یہ ہے کہ اسلام خدا سے لوگوں کو ڈراتا تو ہے، مگر اس کو جبار وقہار کہکر نہیں بلکہ مہربان اور رحیم کہکر، چنانچہ خدا کے سعید بندوں کی صفت یہ ہے کہ

وَخَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (یٰس ۱)	اور رحم کرنے والے سے بن دیکھے ڈرا،
مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ (ق ۳)	جو رحم کرنے والے سے بن دیکھے ڈرا۔

نہ صرف انسان بلکہ تمام کائنات کی زبان اس مہربان کے جلال کے سامنے گنگ ہے،

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ (طٰہٰ - ۶) اور رحم والے کے ادب سے تمام آوازیں پست ہو گئیں

دنیا میں جتنے بھی پیغمبر آئے وہ دو قسم کے تھے، ایک وہ جن کی آنکھوں کے سامنے صرف خدا کے جلال و کبریائی کا جلوہ تھا، اسلیے وہ صرف خدا کے خوف وخشیت کی تعلیم دیتے تھے، مثلاً حضرت

نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ، دوسرے وہ جو محبتِ الٰہی میں سرشار تھے اور وہ لوگوں کو اسی عنصرِ عشق کی طرف بلاتے تھے، مثلاً حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔

لیکن پیغمبروں میں، ایک ایسی ہستی بھی آئی جو ان دونوں صفتوں کی برزخ کبریٰ، جلال و جمال دونوں کا مظہر اور پیار اور ادب دونوں کی جامع تھی یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم۔ ایک طرف آپ کی آنکھیں خوفِ الٰہی سے اشک بار رہتی تھیں اور دوسری طرف آپ کا دل خدا کی محبت اور رحم وکرم کے سرور سے سرشار رہتا تھا کبھی ایسا ہوتا کہ ایک ہی وقت میں یہ دونوں منظر آپ کے چہرۂ انور پر لوگوں کو نظر آجاتے تھے، چنانچہ جب راتوں کو آپ شوق وولولہ کے عالم میں نماز کے لیے کھڑے ہوتے، قرآن مجید کی لمبی لمبی سورتیں زبانِ مبارک پر ہوتیں، اور ہر معنی کی آیتیں گذرتی جاتیں تو جب کوئی خوف و خشیت کی آیت آتی، آپ پناہ مانگتے، اور جب کوئی مہر و محبت اور رحم و بشارت کی آیت ہوتی تو اس کے حصول کی دعا کرتے تھے۔[1]

الغرض اسلام کا نصب العین یہ ہے کہ وہ خوف اور محبت کے کناروں سے ہٹا کر جہاں سے ہر وقت نیچے گرنے کا خطرہ ہے، خوف و خشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ میں انسانوں کو کھڑا کرے، اسی لیے کہا گیا ہے کہ "الایمان بین الخوف والرجاء" ایمان کامل خوف و امید کے درمیان ہے"۔ کہ تنہا خوف لوگوں کو خدا کے رحم وکرم سے ناامید اور محض رحم وکرم پر بھروسہ انکو خودسر اور گستاخ بنا دیتا ہے، جیسا کہ اس عملی دنیا کے روزانہ کے کاروبار میں نظر آتا ہے، اور مذہبی حیثیت سے اس کے نتائج کا مشاہدہ عملاً یہودیوں اور عیسائیوں میں کیا جا سکتا ہے، اسی لیے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۶ صفحہ ۹۲۔

Marfat.com

تعلیم میں ان دونوں متضاد کیفیتوں کو ایمان اور عقیدہ کے رو سے برابر کا درجہ دیا لیکن ساتھ ہی مایوس و درماندہ انسانوں کو یہ بھی بشارت سنائی کہ خدا کی رحمت کا دائرہ اسکے غضب کے دائرہ سے زیادہ وسیع ہے فرمایا

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف - ۱۹) | اور میری رحمت ہر چیز کو سمائے ہوئے ہے۔

اور اس کی تفسیر خود صاحب قرآن علیہ السلام نے ان الفاظ میں کی،

رَحْمَتِي سَبَقَتْ غَضَبِي (بخاری) | میرے غضب سے میری رحمت آگے بڑھ گئی

عیسائیوں نے خدا سے اپنا رشتہ جوڑا، اور اپنے کو فرزند الٰہی کا لقب دیا بعض یہودی فرقوں نے بنی اسرائیل کو خدا کا خانوادہ اور محبوب ٹھہرایا، اور حضرت عیسیٰ کی طرح حضرت عزیر کو فرزند الٰہی کا رتبہ دیا لیکن اسلام یہ شرف کسی مخصوص خاندان یا خاص قوم کو عطا نہیں کرتا، بلکہ وہ تمام انسانوں کو بندگی اور اطاعت کی ایک سطح پر لاکر کھڑا کرتا ہے، مسلمانوں کے مقابلہ میں یہودیوں اور عیسائیوں دونوں کو دعویٰ تھا

نَحْنُ أَبْنَاءُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ (مائدہ ۳) | ہم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہیں،

قرآن مجید نے اس کے جواب میں کہا،

قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ (مائدہ - ۳)

کہدے کہ اگر ایسا ہے تو خدا تمہارے گناہوں کے بدلے تمکو عذاب کیوں دیتا ہے (اسلئے تمہارا دعویٰ صحیح نہیں) بلکہ تم بھی انہی انسانوں میں سے ہو جن کو اس نے پیدا کیا،

دوسری جگہ قرآن نے تنہا یہودیوں کے جواب میں کہا،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هَادُوا إِنْ زَعَمْتُمْ أَنَّكُمْ أَوْلِيَاءُ لِلَّهِ مِنْ دُونِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

اے وہ جو یہودی ہوا اگر تم اپنے اس خیال میں سچے ہو کہ تمام انسانوں کو چھوڑ کر تم ہی خدا کے خاص چہیتے

اَلْمَوْتَ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ (جمعہ) تو موت (یعنی خدا کی ملاقات) کی تمنا کیوں نہیں کرتے،

اسلام رحمتِ الٰہی کے دائرہ کو کسی خاندان اور قوم تک محدود نہیں رکھتا بلکہ وہ اسکی وسعت میں انسانوں کی ہر برادری کو داخل کرتا ہے۔ ایک شخص نے مسجد نبویؐ میں آکر دعا کی کہ "خدایا مجھکو اور محمدؐ کو مغفرت عطا کر"۔ آپ نے فرمایا "خدا کی وسیع رحمت کو تم نے تنگ کر دیا"[1] ایک اور اعرابی نے مسجد میں دعا مانگی کہ خدایا! مجھ پر اور محمدؐ پر رحمت بھیج، اور ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ کر"، آپ نے صحابہ کی طرف خطاب کر کے فرمایا "یہ زیادہ گمراہ ہے یا اس کا اونٹ[2]"

محبت کے جسمانی اصطلاحات کی ممانعت

اس مسئلہ میں تعلیم محمدی کے متعلق غلط فہمی کا دوسرا سبب جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے یہ ہے کہ بعض مذاہب نے خدا کی محبت و کرم کی تعبیر کیلئے جو مادی اور جسمانی اصطلاحیں قائم کی تھیں، اسلام نے انکی مخالفت کی، اور ان کو شرک قرار دیا، اس سے یہ نتیجہ نکالا گیا کہ اسلام کا خدا رحم و کرم اور محبت اور پیار کے اوصاف سے معرا ہے۔

اصل یہ ہے کہ انسان دوسرے غیر مادی خیالات کی طرح خدا اور بندہ کے باہمی مہر و محبت کے جذبات کو بھی اپنی ہی انسانی بول چال میں ادا کر سکتا ہے، محبت اور پیار کے یہ جذبات انسانوں کے اندر باہمی مادی اور جسمانی رشتوں کے ذریعہ سے نمایاں ہوتے ہیں، اس بنا پر بعض مذاہب نے اس طریقۂ ادا کو خالق و مخلوق کے ربط و تعلق کے اظہار کیلئے بھی بہترین اسلوب سمجھا، چنانچہ کسی نے خالق اور مخلوق کے درمیان باپ اور بیٹے کا تعلق پیدا کیا، جیسا کہ عیسائیوں میں ہے، دوسرے نے ماں کی محبت کا بڑا درجہ سمجھا، اسلیے اس تعلق کو ماں اور بیٹے کی اصطلاح سے واضح کیا اور دیبیاں انسانوں کی مائیں بنیں جیسا

[1] صحیح بخاری کتاب الادب [2] ابو داؤد کتاب الادب،

کہ ہندوؤں کا عام مذہبی تخیل ہے، خاص ہندوستان کی خاک میں زن و شو کی باہمی محبت کا امتیازی خاصہ ہو جسکی نظیر دوسرے ملکوں میں نہیں مل سکتی ہو، اسکی نگاہ میں محبت کا اس سے زیادہ پُراثر منظر اور ناقابلِ شکست پیمان کوئی دوسرا نہیں، اسلیے یہاں کے بعض فرقوں میں خالق و مخلوق کی باہمی محبت کے تعلق کو زن و شو کی اصطلاح سے ادا کیا گیا، سدا سہاگ فقرا، اس تخیل کی مضحکہ انگیز تصویر ہیں

یہ تمام فرقے جنھوں نے خدا اور بندہ کے تعلق کو جسمانی اور مادی رشتوں کے ذریعہ ادا کرنا چاہا راہ سے بے راہ ہو گئے اور لفظ کے ظاہری استعمال نے نہ صرف ان کے عوام بلکہ انکے خواص تک کو گمراہ کر دیا، جو لفظ کی اصلی روح کو چھوڑ کر جسمانیت کے ظاہری مغالطوں میں گرفتار ہو گئے عیسائیوں نے واقعی حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا سمجھ لیا، ہندوستان کے بیٹوں نے ماتاؤں کی پوجا شروع کر دی، سدا سہاگ فقیروں نے چوڑیاں اور ساڑیاں پہن لیں، اور خدائے قادر سے شوخیاں کرنے لگے اسی لیے اسلام نے جو توحید خالص کا مبلغ تھا، ان جسمانی اصطلاحات کی سخت مخالفت کی، اور خدا کیلیے ان الفاظ کا استعمال ضلالت اور گمراہی قرار دیا، لیکن وہ ان الفاظ کے اصلی معنی اور منشا، کا اور اس مجاز کے پردہ میں جو حقیقت مستور ہے، اسکا انکار نہیں کرتا بلکہ وہ ان جسمانی معنوں کو خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے ربط و تعلق کے اظہار کیلیے ناکافی اور غیر مکمل سمجھتا ہے، اور وہ ان سے زیادہ وسیع و کامل معنی کا طالب ہے،

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ - ۲۵) — تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو،

دیکھو کہ باپ کی طرح کی محبت کو وہ اپنے پروردگار کی محبت کیلیے ناکافی قرار دیتا ہے اور عبد و معبود کے درمیان محبت کے رشتہ کو اس سے کہیں زیادہ مضبوط و استوار ظاہر کرنا چاہتا ہے،

الغرض رحم و محبت کے اس جسمانی طریقۂ تعبیر کی مخالفت سے یہ لازم نہیں آتا کہ اسلام سرے سے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے درمیان محبت و پیار کے جذبات سے خالی ہے۔ اتنا کون نہیں سمجھتا کہ مذہب کی تعلیمات انسانوں کی بولی میں اتری ہیں۔ انسانوں کے تمام خیالات اور تصورات اسی مادی اور جسمانی ماحول کا عکس ہیں، اس لیے انکے ذہن میں کوئی غیر مادی اور غیر جسمانی تصور کسی مادی اور جسمانی تصور کی وساطت کے بغیر براہ راست پیدا نہیں ہو سکتا، اور نہ اسکے لیے انکے لغت میں کوئی ایسا لفظ مل سکتا ہے جو کسی غیر مادی اور غیر جسمانی مفہوم کو اسقدر منزہ اور بلند طریقہ سے بیان کرے جسمیں مادیت اور جسمانیت کا مطلق شائبہ نہ ہو۔ انسان ان دیکھی چیزوں کا تصور صرف دیکھی ہوئی چیزوں کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے اور اسطرح ان دیکھی چیزوں کا ایک دھندلا سا عکس ذہن کے آئینہ میں ہو جاتا ہے۔ اس ان دیکھی ہستی کی ذات و صفات کے متعلق جسکو خدا کہتے ہو، ہر مذہب میں ایک تخیل ہے، غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا کہ یہ تخیل بھی اس مذہب کے پیروؤں کے گرد و پیش کی اشیاء سے ماخوذ ہے۔ لیکن ایک بلند تر اور کامل تر مذہب کا کام یہ ہے کہ وہ اس تخیل کو مادیت، جسمانیت اور انسانیت کی آلایشوں سے اس حد تک پاک و منزہ کر دے جہانتک بنی نوع انسان کیلئے ممکن ہو۔ خدا کے متعلق باپ ماں اور شوہر کا تخیل اس درجہ مادی جسمانی اور انسانی ہو کر اس تخیل کے معتقد کیلئے ناممکن ہو کہ وہ خالص توحید کے صراط مستقیم پر قائم رہ سکے، اسی لیے نبوت محمدی نے ان مادی تعلقات اور جسمانی رشتوں کے ظاہر کرنے والے الفاظ کو خالق و مخلوق کے اظہار ربط و تعلق کے باب میں یکقلم ترک کر دیا بلکہ ان کا استعمال بھی شرک قرار دیا۔ تاہم چونکہ روحانی حقایق کا اظہار بھی انسانوں ہی کی مادی بولی میں کرنا تھا۔ اسلیے جسمانی و مادی رشتہ کے بجائے جسکو دوسرے مذاہب نے منتخب کیا تھا، اس رشتہ کے معنی جذبات

احساسات اور عواطف کو خالق و مخلوق کے تعلقات باہمی کے اظہار کے لیے اسلام نے مستعار لیا۔
اس طرح خالق و مخلوق کے درمیان کوئی جسمانی رشتہ قائم کیے بغیر اس نے ربط و تعلق کا اظہار کیا، اور
استعارات کی لفظی غلطی سے جو گمراہیاں پہلے پیش آچکی تھیں، ان سے انسانوں کو محفوظ رکھا۔
ہر زبان میں اس خالق ہستی کی ذات کی تعبیر کے لیے کچھ نہ کچھ الفاظ ہیں جن کو کسی خاص تخیل او
نصب العین کی بنا پر مختلف قوموں نے اختیار کیا ہے اور گو انکی حیثیت علم اور نام کی ہے، تاہم وہ در حقیقت
پہلے پہل کسی نہ کسی وصف کو پیش نظر رکھکر استعمال کیے گئے تھے ہر قوم نے اس علم اور نام کے لیے کسی
وصف کو پسند کیا ہے، جو اسکے نزدیک اس خالق ہستی کی سب سے بڑی اور سب سے ممتاز صفت ہو سکتی تھی،
اسلام نے خالق کے لیے جو نام اور علم اختیار کیا ہے، وہ لفظ اللہ ہے، اللہ کا لفظ اصل میں
کس لفظ سے نکلا ہے، اس میں اہل لغت کا یقیناً اختلاف ہے، مگر ایک گروہ کثیر کا یہ خیال ہے کہ یہ ولہ
سے نکلا ہے اور وَلَہ، کے اصل معنی عربی میں اس "غم" اور "محبت" اور "تعلق خاطر" کے ہیں جو ماں کو اپنی
اولاد کے ساتھ ہوتا ہے، اسی سے بعد میں مطلق عشق و محبت کے معنی پیدا ہو گئے، اور اسی سے ہماری
زبان میں لفظ وَالِہ (شیدا) مستعمل ہے، اس لیے اللہ کے معنی "محبوب اور پیارے" کے ہیں جس کے عشق
و محبت میں نہ صرف انسان بلکہ ساری کائنات کے دل سرگرداں، متحیر اور پریشان ہیں، حضرت
مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی قرآن مجید کی آیتوں کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے،
اللہ کا ترجمہ وہ ہندی میں "من موہن" یعنی "دلوں کا محبوب" کیا کرتے تھے،
قرآن مجید کھولنے کے ساتھ ہی خدا کی جن صفتوں پر سب سے پہلے نگاہ پڑتی ہے وہ "رحمان" اور "رحیم"
ہیں ان دونوں لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں "رحم والا" "مہربان" "لطف و کرم والا" بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(محبوب، مہربان رحم والا) کے ضمن میں قرآن مجید کے ہر سورہ کے آغاز میں انہی صفاتِ ربانی کے بار بار دہرانے کی تاکید کی گئی ہے، ہر نماز میں کئی کئی دفعہ ان کی تکرار ہوتی ہے، کیا اس سے بھی بڑھکر اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام کے تخیل کو واضح کرنے کے لیے کوئی دلیل ہوسکتی ہے؟

لفظ اللہ کے بعد اسلام کی زبان میں دوسرا عَلَم یہی لفظ "رحمان" ہے، جو رحم و کرم اور لطف و مہر کے معنی میں صفتِ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ — اس کو محبوب" (اللہ) کہو یا مہربان (رحمان)

اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی (بنی اسرائیل) — کہو جو کہکر اسکو پکارو، سب اچھے نام اسی کے ہیں"

قرآن مجید نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کی صدہا بار کی تکرار کے علاوہ خاص طور سے ۵۷ موقعوں پر خدا کو اس رحمان کے نام سے یاد کیا ہے۔

ابھی اس سے پہلے باب میں اسمائے الٰہی کا ایک ایک نام تمہاری نظر سے گذر چکا ہے، ان ناموں میں اللہ تعالیٰ کے جلالی و جمالی اوصاف آگئے ہیں، استقصا کرو تو معلوم ہوگا کہ ان میں بڑی تعداد انہی ناموں کی ہے جن سے اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور مہر و محبت کا اظہار ہوتا ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام یا ایک وصف اَلْوَدُوْدُ (سورۂ ذات البروج میں) آیا ہے، جس کے معنی "محبوب" اور "پیارے" کے ہیں کہ وہ سراپا مہر و محبت اور عشق اور پیار ہے، اسکے سوا خدا کا ایک اور نام الولی ہے جسکے لفظی معنی "یار" اور "دوست" کے ہیں، خدا کا ایک اور نام جو قرآن مجید میں بار بار استعمال ہوا ہے، الرؤف ہے، رؤف کا لفظ رافت سے نکلا ہے، رافت کے معنی اُس محبت اور تعلق خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے، اسی طرح خدا کا ایک اور نام "حنّان" ہے جو حنّ سے مشتق ہے۔

Marfat.com

حق اور حنین اس سوز دل اور محبت کو کہتے ہیں، جو ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے، یہ الفاظ ان مجازی اور مستعار معانی کو ظاہر کرتے ہیں جو اسلام نے خالق و مخلوق اور عبد و معبود کے ربط و تعلق کے اظہار کے لیے اختیار کیے ہیں، دیکھو وہ ان رشتوں کے نام نہیں لیتا لیکن ان رشتوں کے سبب سے محبت اور پیار کے جو خاص جذبات پیدا ہوتے ہیں، ان کو خدا کے لیے بے تکلف استعمال کرتا ہے اور اس طرح مادیت اور جسمانیت کا تخیل آئے بغیر وہ ان روحانی معنوں کی تلقین کر رہا ہے،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ غفار (بخش کرنے والا) اور غفور (بخشنے والا) یعنی بندوں کے گناہوں کو معاف کرنے والا ہے، وہ سَلَام (امن و سلامتی) ہے یعنی اپنے بے پناہ بندوں کے لیے وہ سراپا امن و سلامتی ہے، وہ مُؤْمِن (امن دینے والا) ہے، وہ اَلْعَدْل ہے، یعنی سراپا انصاف ہے، وہ اَلْعَفُوُّ (معاف کرنے والا) ہے، اَلْوَهَّابُ (عطا کرنے والا) ہے، اَلْحَلِيْم (بردبار) ہے، اَلصَّبُوْرُ (بندوں کی گستاخیوں پر صبر کرنے والا) ہے، اَلتَّوَّابُ (بندوں کے حال پر رجوع ہونے والا) ہے، اَلْبَرُّ (نیک اور مجسم خیر) ہے، اور اَلْمُقْسِط (منصف و عادل) ہے، ان میں سے ہر لفظ پر ٹھہر کر ذرا غور کرو کہ اسلام کا تخیل کس قدر بلند اور برتر ہے۔

توراۃ کے اسفار، انجیل کے صحائف اور وید کے حصص کا ایک ایک ورق پڑھ جاؤ، کیا اللہ تعالیٰ کے لیے ایسے پر محبت اور سراپا مہر و کرم سے لبریز اسماء و صفات کی یہ کثرت تم کو وہاں ملیگی؟ یہ سچ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کے لیے ماں اور باپ کا لفظ یہود و نصاریٰ اور ہنود کی طرح استعمال کرنا جائز نہیں سمجھتا، مگر اس سے یہ قیاس کرنا غلطی ہے کہ وہ اس لطیف احساس اور مہر و کرم کے جذبات و عواطف سے یکسر خالی ہے، جن کو یہ فرقے اپنا مخصوص سرمایہ سمجھتے ہیں، بات یہ ہے کہ اسلام ان روحانی جذبات اور

معنوی احساسات کے ساتھ شرک و کفر کی اس ضلالت و گمراہی سے بھی انسانوں کو بچانا چاہتا ہو جو خدا کی لفظی غلط فہمی سے مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھ کر پاک اور سراپا روحانی معنوں کو مادی اور مجسم تعین کر لیتے ہیں، اور اس طرح وہ توحید کی بلند ترین سطح سے بہت نیچے گر کر سرشتۂ حقیقت کو ہاتھ سے کھو بیٹھتے ہیں

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ازل کا آخری پیغام لیکر آئے تھے، اس لیے ضرورت تھی کہ آپ کی تعلیم اس قسم کی لغزشوں سے پاک و مبرا ہو، روحانی حقائق کی تعبیر کے لیے جیسا کہ پہلے کہا جا چکا، یقیناً مادی اور جسمانی استعارات و مجازات سے چارہ نہیں، تاہم ایک معیاری تعلیم کا یہ فرض تھا کہ اپنے کو استعمالات کی غلطیوں اور مجازات کی غلط فہمیوں سے محفوظ رکھتی، چنانچہ اسلام نے اسی بنا پر ان استعارات و مجازات کے استعمال میں بڑی احتیاط برتی ہے، اور خدا کے لطف و کرم اور عشق و محبت کے تذکروں کے ساتھ ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہیں کیا ہے، قرآن مجید اور احادیث روحانی عشق و محبت کی ان ولولہ آمیز اور ولولہ انگیز حکایات سے معمور ہیں، بایں ہمہ اسلام انسان کو بیٹا اور خدا کو (باپ) نہیں کہتا کہ عبد و معبود کے تعلقات کے اظہار کیلیے اسکے نزدیک یہ کوئی بلند تر تعبیر نہیں، وہ خدا کو اَب (باپ) کے بجائے "رب" کہہ کر پکارتا ہے، وہ اسکو تمام دنیا کا باپ نہیں بلکہ تمام دنیا کا رب کہتا ہے،

اَب اور رَب ان دونوں لفظوں کا باہمی معنوی مقابلہ کرو تو معلوم ہوگا کہ عیسائیوں اور یہودیوں کا تخیل اسلام کے مطمح نظر سے کس درجہ پست ہے، اَب یعنی باپ کا تعلق اپنے بیٹے سے ایک خاص نسبت کی بنا پر ایک خاص لحظہ میں قائم ہوتا ہے، اور پھر اس کی حیثیت بدل کر پرورش اور حفاظت کی صورت میں بچپن کے ایک محدود عرصہ تک قائم رہتا ہے، اس طرح گو باپ کو بیٹے کے وجود میں ایک گونہ تعلق ضرور ہوتا ہے، مگر یہ تعلق محدود درجہ ناقص، محدود اور آنی ہوتا ہے، بیٹے کے وجود، قیام و بقا،

خصوصیاتِ زندگی، سلسلۂ حیات، نشو و نما اور ارتقاء کسی چیز میں باپ کی ضرورت نہیں ہوتی، وہ ہمیشہ باپ سے الگ مستقل اور بے نیاز زندگی بسر کرتا ہے۔ مگر غور کرو کہ عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان جو رابطہ و تعلق ہے اس کا انقطاع کسی وقت ممکن ہے؟ کیا بندہ اپنے خدا سے ایک دم اور ایک لمحہ کے لیے بھی بے نیاز اور مستغنی ہو سکتا ہے؟ کیا یہ تعلق باپ اور بیٹے کے تعلق کی طرح محدود اور مخصوص الاوقات ہے؟

ربوبیت (پرورش) عبد و معبود اور خالق و مخلوق کے درمیان اسی تعلق کا نام ہے جو آغاز سے انجام تک، پیدائش سے وفات تک بلکہ وفات کے بعد سے ابد تک قائم رہتا ہے، جو ایک لمحہ کے لیے منقطع نہیں ہو سکتا، جس کے بل اور سہارے پر دنیا اور دنیا کی مخلوقات کا وجود ہے، وہ گہوارۂ عدم سے لیکر فنائے محض کی منزل تک ہر قدم پر ہر موجود کا ہاتھ تھامے رہتا ہے، انسان ذرہ ہو یا جسمِ زندہ، قطرۂ آب ہو یا قطرۂ خون، مضغۂ گوشت ہو یا مشتِ استخواں، شکمِ مادر میں ہو یا اس سے باہر، بچہ ہو یا جوان، ادھیڑ یا بوڑھا، کوئی آن، کوئی لمحہ، رب کے مہر و کرم اور لطف و محبت سے مستغنی اور بے نیاز نہیں ہو سکتا۔

علاوہ ازیں باپ اور بیٹے کے الفاظ سے علویت، جسمانیت، ہم جنسی اور برابری کا جو تخیل پیدا ہوتا ہے، اس سے لفظ رب یکسر پاک ہے، اور اس میں ان ضلالتوں اور گمراہیوں کا خطرہ نہیں جن میں نصرانیت اور ہندویت نے ایک عالم کو مبتلا کر رکھا ہے۔

اب ان آیتوں اور حدیثوں کو دیکھو جن سے یہ روشن ہوتا ہے کہ اسلام کا سینہ اس انسانی ابدی عشق و محبت کے نور سے کس درجہ معمور ہے، اور وہ نغمۂ الست کی سرشاری کی یاد بھولے ہوئے انسان کو کس طرح دلا رہا ہے۔ اسلام کا سب سے پہلا حکم ایمان ہے، ایمان کی سب سے بڑی خاصیت اور علامت حبِ الٰہی ہے، اور یہی وہ دولت ہے جو اہلِ ایمان کی پہلی جماعت کو عطا نصیب ہو چکی تھی، زبانِ وحی نے شہادت دی،

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ) — اور جو ایمان والے ہیں وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں

اس نشۂ محبت پر باپ ماں، اولاد، بھائی، بیوی، جان، مال، خاندان، سب کو قربان اور نثار ہو جانا چاہیے، ارشاد ہوتا ہے،

اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَ
اِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ
وَاَمْوَالُ ِۨاقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ
تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ
اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ
وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا
حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (توبہ ۳۰)

اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری
بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ دولت جو تم نے کمائی
ہے اور وہ سوداگری جس کے مندا پڑ جانے کا تمکو
اندیشہ ہو اور وہ مکانات جنکو تم پسند کرتے ہو
خدا اور اسکے رسول اور اسکی راہ میں جہاد کرنے
سے تمکو زیادہ محبوب اور پیارے ہیں تو اس وقت
تک منتظر رہو کہ خدا اپنا فیصلہ لے آئے۔

ایمان کے بعد بھی اگر نشۂ محبت کی سرشاری نہیں ملی تو وہ بھی جادۂ حق سے دوری ہے، چنانچہ جو لوگ راہِ حق سے بھٹکنا چاہتے تھے۔ ان کو پکار کر سنا دیا گیا،

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ
بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗۤ
(مائدہ ۷-۸)

مسلمانو اگر تم میں کوئی اپنے دین (اسلام)
سے پھر جائیگا تو خدا کو اسکی کچھ پروا نہیں، وہ
ایسے لوگوں کو لا کر کھڑا کریگا جنکو وہ پیار کریگا
اور وہ اس کو پیار کریں گے۔

حضرت مسیحؑ نے کہا درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ ہر معنوی اور روحانی حقیقت ظاہری

Marfat.com

آثار اور جسمانی علامات سے پہچانی جاتی ہے۔ تم کو زید کی محبت کا دعویٰ ہے، مگر نہ تمہارے دل میں اس کے دیدار کی تڑپ ہے، نہ تمہارے سینہ میں صدمۂ فراق کی جلن ہے اور نہ آنکھوں میں ہجر و جدائی کے آنسو ہیں، تو کون تمہارے دعویٰ کی تصدیق کریگا، اسی طرح خدا کی محبت اور پیار کے دعویدار تو بہتیرے ہو سکتے ہیں، مگر اس غیر محسوس کیفیت کی مادی نشانیاں اور ظاہری علامتیں اس کے احکام کی پیروی اور اس کے رسول کی اطاعت ہے، خدا کے رسول کو اس اعلان کا حکم ہو،

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ	اگر تم کو خدا سے محبت ہو تو میری پیروی کرو
يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران-۴)	کہ خدا بھی تم کو پیار کریگا۔

محبت کیونکر حاصل ہو، وحی محمدی نے اس رتبۂ بلند کے حصول کی تدبیر بھی بتا دی، فرمایا،

اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ	جو لوگ ایمان لائے اور نیک کام کیے، رحمت
سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم)	والا خدا ان کے لیے محبت پیدا کرے گا۔

اس آیت میں محبت کے حصول کے دو ذریعے بتائے گئے ہیں، ایمان اور عملِ صالح یعنی نیک کام۔ چنانچہ طبقاتِ انسانی میں متعدد ایسے گروہ ہیں جن کو ان ذریعوں سے خدا کی محبت اور پیار کی دولت ملی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (مائدہ بقرہ)	خدا نیکی کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ (بقرہ ۲۸)	خدا توبہ کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ (آل عمران)	خدا توکل کرنے والوں کو پیار کرتا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (مائدہ و حجرات)	خدا منصف مزاجوں کو پیار کرتا ہے،

Marfat.com

اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ (توبہ ۱-۲)	خدا پرہیزگاروں کو پیار کرتا ہے،
اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ (صف-۱)	خدا ان کو پیار کرتا ہے جو اس کے راستے میں لڑتے ہیں،
وَاللّٰهُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیْنَ (آل عمران)	اور خدا صبر کرنے والوں کو پیار کرتا ہے،
وَاللّٰهُ یُحِبُّ الْمُطَّهِّرِیْنَ (توبہ-۳)	اور خدا پاک صاف لوگوں کو پیار کرتا ہے،

مسند احمد میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے آدمیوں سے محبت کرتا ہے، اور تین قسم کے آدمیوں کو پیار نہیں کرتا، محبت ان سے کرتا ہے جو اس کی راہ میں خلوص نیت کے ساتھ اپنی جان فدا کرتے ہیں، اور ان سے جو اپنے پڑوسی کے ظلم پر صبر کرتے ہیں اور ان سے جو وضو کر کے خدا کی یاد کیلیے اس وقت اٹھتے ہیں جب قافلہ رات کے سفر سے تھک کر آرام کے لیے بستر لگاتا ہے، اور خدا کی محبت سے محروم یہ تین ہیں، اترانے والا مغرور، احسان دھرنے والا بخیل، جھوٹی قسمیں کھا کھا کر مال بیچنے والا سوداگر،

دنیا کے عیش و مسرت میں اگر کوئی خیال کانٹا سا چبھتا ہے اور ہمیشہ انسان کے عیش و سرور کو مکدر اور منغص بنا کر بے فکری کی بہشت کو فکر و غم کی جہنم بنا دیتا ہے، تو وہ ماضی اور حال کی ناکامیوں کی یاد اور مستقبل کی بے اطمینانی ہے، پہلے کا نام حزن و غم اور دوسرے کا خوف و دہشت ہے یعنی غم اور خوف یہی دو کانٹے ہیں، جو عاجز و درماندہ انسان کے پہلو میں ہمیشہ چبھتے رہے ہیں، لیکن جو محبوب حقیقی کے طلب گار اور اس کے والہ و شیدا ہیں، ان کو بشارت ہے کہ ان کے عیش کا چمن زار ان کانٹوں سے پاک و صاف ہوگا۔

[1] احمد بن حنبل مسند ابوذر جلد ۵ ص ۱۰۶

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ — ہاں خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہو

وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (یونس ۔۷) — اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

محبت کا وہ درجہ جو بڑے کو چھوٹے کے ساتھ احسان، نیکی، درگذر اور عفو و بخشش پر آمادہ کرتا ہے، اس کا نام رحم اور رحمت ہے۔ اسلام کا خدا سراسر رحم ہے، اسکی رحمت کے فیض سے جہاں کائنات کا ذرہ ذرہ سیراب ہے۔ اس کا نام رحمان و رحیم ہے، جو کچھ یہاں ہے سب اسکی رحمت کا ظہور ہے، وہ نہیں تو کچھ نہیں۔ اسلیے اسکی رحمت سے ناامیدی جرم اور مایوسی گناہ ہے۔ مجرم سے مجرم اور گنہگار سے گنہگار کو وہ نوازنے کے لیے ہر وقت آمادہ و تیار رہتا ہے۔ گنہگاروں اور مجرموں کو وہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے میرے بندو! کہکر انکے پاس تسلی کا یہ پیام بھیجتا ہے۔

قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا — اے پیغمبر! میرے ان بندوں کو پیام پہنچادے
عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ — جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ تم اللہ کی رحمت
رَحْمَةِ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ — سے مایوس نہ ہو، اللہ یقیناً تمام گناہوں
الذُّنُوبَ جَمِيعًا ۚ إِنَّهُ هُوَ — کو بخش سکتا ہے، بیشک وہی بخشش کرنے
الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (زمر ۔۶) — والا اور رحم کھانے والا ہے۔

فرشتے حضرت ابراہیم کو بشارت سناتے ہیں تو کہتے ہیں،

فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَانِطِينَ (حجر ۔۴) — تم ناامید ہونے والوں میں سے نہ ہو،

خلیل اللہ اس رمز سے ناآشنا نہ تھے کہ مرتبۂ خلت، محبت سے مافوق ہے، اسلیے جواب دیا،

وَمَنْ يَقْنَطُ مِنْ رَحْمَةِ رَبِّهِ — اپنے پروردگار کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے

Marfat.com

اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (حجر - ۴) سوا اور کون نا امید ہوتا ہے؟

بندوں کی جانب سے خدا پر کوئی پابندی عائد نہیں، مگر اس نے اپنی رحمت کے اقتضاء سے اپنے اوپر خود کچھ چیزیں فرض کرلی ہیں، منجملہ انکے ایک رحمت بھی ہے، خدا مجرموں کو سزا دیسکتا ہے گنہگاروں پر عذاب بھیج سکتا ہے، سیہ کاروں کو انکی گستاخیوں کا مزہ چکھا سکتا ہے، وہ غالب ہے قاہر ہے، جبار ہے، منتقم ہے، لیکن ان سب کے ساتھ وہ غفار و غفور بھی ہے، رحمان و رحیم بھی، اور عفو و رؤف بھی ہے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس نے اپنے اوپر رحمت کی پابندی خود عائد کرلی ہے، اور اس کو اپنے اوپر فرض گردان لیا ہے،

کتب علی نفسہ الرحمۃ (انعام - ۲) اللہ نے از خود اپنے اوپر رحمت کو لازم کرلیا ہے

قاصد خاص کو حکم ہوتا ہے کہ ہمارے گنہگار بندوں کو ہماری طرف سے سلام پہنچا دو اور تسلی کا یہ پیام دو کہ ہمارا باب رحمت ہر وقت کھلا رہتا ہے،

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ	اے پیغمبر جب تیرے پاس وہ لوگ آئیں جو میری آیتوں
بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ	پر یقین رکھتے ہیں تو انسے کہہ کہ تم پر سلامتی ہو،
كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ	تمہارے پروردگار نے اپنے اوپر از خود اپنے بندوں
اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءً	پر مہربان ہونا لازم کرلیا ہے کہ جو کوئی تم میں سے
بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ	براہ نادانی برائی کر بیٹھے، پھر اسکے بعد بارگاہ الٰہی
وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ	کی طرف رجوع کرے اور نیک بنے تو بیشک
(انعام - ۶)	خدا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے،

Marfat.com

قرآن کی تعلیم کے مطابق اس وسیع عرصۂ کائنات کا کوئی ذرہ اس سایۂ رحمت سے محروم نہیں،

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (اعراف) اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے،

بخاری و ترمذی، بیہقی کی صحیح حدیثوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب اس عالم کو پیدا کیا تو از خود اپنے اوپر رحمت کی پابندی عائد کرلی، جامع ترمذی میں ہو کہ ایک دفعہ آپ نے فرمایا "اگر مومن کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کے پاس کتنا عقاب ہو تو وہ جنت کی طمع نہ کرتا اور اگر کافر کو یہ معلوم ہوتا کہ خدا کی رحمت کس قدر بے حساب ہے تو وہ جنت سے مایوس نہ ہوتا"۔ یہ اسلام کے تخیل کی صحیح تعبیر ہے، بارگاہ احدیت کا آخری قاصد اپنے دربار کی جانب سے گنہگاروں کو بشارت سناتا ہو کہ "اے آدم کے بیٹو جب تک تم مجھے پکارتے رہوگے اور مجھ سے آس لگائے رہوگے میں تمہیں بخشتا رہونگا خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پروا نہیں، اے آدم کے بیٹے اگر تمھارے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچ جائیں، اور پھر تم مجھ سے معافی مانگو تو میں معاف کردوں، خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں مجھے پروا نہیں، اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمھارے گناہوں سے بھری ہو پھر تم میرے پاس آؤ اس حال میں کہ کسی کو میرا شریک نہ بناتے ہو تو میں بھی تمھارے پاس پوری سطح زمین بھر مغفرت لے کر آؤں"[1]۔ کہ انسانوں کے کانوں نے اس رحمت، اس محبت اس عفو عام کی بشارت کسی اور قاصد کی زبان سے بھی سنی ہے؟

حضرت ابو ایوبؓ صحابی کی وفات کا وقت جب آیا تو انھوں نے لوگوں سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا اور کوئی مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی۔

---

[1] جامع ترمذی (ابواب الدعوات) و دیگر کتب احادیث دیکھو)

اور وہ اس کو بخشتا ہے[1] یعنی اللہ تعالیٰ کو اپنے رحم و کرم کے اظہار کے لیے گنہگاروں ہی کی تلاش ہے کہ نیکوکاروں کو تو سب ڈھونڈتے ہیں، مگر گنہگاروں کو صرف وہی ڈھونڈتا ہے،

دنیا میں انسانوں کے درمیان جو رحم و کرم اور مہرومحبت کے مظاہر پائے جاتے ہیں، اور جن کی بنا پر دوستوں، عزیزوں، قرابتداروں اور اولادوں میں میل ملاپ اور رحم و محبت جو نیز جس کی بنا پر دنیا میں عشق و محبت کے شاندار مناظر نظر آتے ہیں، تم کو معلوم ہو کہ یہ اس شاہد حقیقی کے سرچشمۂ محبت کا کونسا حصہ ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصے کیے، ان میں سے ایک حصہ اپنی مخلوقات کو عطا کیا جس کے اثر سے لوگ ایک دوسرے پر رحم کیا کرتے ہیں، باقی ننانوے حصے خدا کے پاس ہیں[2]، اس لطف و کرم اور مہرومحبت کی بشارتیں کس مذہب نے انسانوں کو سنائی ہیں، اور کس نے گنہگار انسانوں کے مضطرب قلوب کو اس طرح تسلی دی ہے، صحیح بخاری میں ایک واقعہ مذکور ہے، کہ ایک شخص شراب خوری کے جرم میں بار بار گرفتار ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا، صحابہ نے تنگ آکر کہا خداوندا! تو اپنی لعنت اس پر نازل کر کہ کس قدر بار بار لایا جاتا ہے۔ رحمۃ للعالمین کو لوگوں کی یہ بات ناپسند آئی، فرمایا "اس پر لعنت نہ کرو کہ اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے"[3] تم نے دیکھا کہ اسلام نے گنہگاروں کے لیے خدا کی محبت کا دروازہ کس طرح کھول رکھا ہے،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم نے ان عربوں کو جو خدا کی محبت کیا خدا کی معرفت سے بھی

---

[1] مسند ابن حنبل جلد ۵ ص ۴۳۹ [2] بخاری کتاب الادب باب صفحہ ۸۸۸ [3] بخاری کتاب الحدود باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر، ص ۱۰۰۲،

تھا انہوں نے کس طرح آشنائے حقیقت کر دیا، اور اُن کو ذاتِ الٰہی کے ساتھ وابستگی، محبت اور شناسائی کے لطف سے کس درجہ بہرہ اندوز کر دیا، بلال رض کو دیکھو، ٹھیک دوپہر کے وقت عرب کی جلتی ہوئی ریت پر اُن کو لٹایا جاتا ہے، ایک گرم پتھر سینہ پر رکھا جاتا ہے، اور خدائے واحد سے انحراف کیلئے اُن کو مجبور کیا جاتا ہے، وہ یہ سب تکلیفیں اٹھاتے ہیں، مگر زبان سے وہی احد احد (ایک ایک) کا ترانہ[1] نکلتا ہے، مکہ کا ذرہ ذرہ صدائے حق کا دشمن ہے، ابوذر غفاری رض یہ جان کر بھی صحنِ کعبہ میں جوشِ محبت پرستی سے سرشار ہو کر کلمۂ توحید کا بآوازِ بلند اعلان کرتے ہیں، ہر طرف سے پتھروں اور ڈنڈوں کی بارش ہوتی ہے، بعض لوگ آکر چھڑا دیتے ہیں، لیکن جب دوسری صبح نمودار ہوتی ہے، تو پھر محبتِ الٰہی کے کیف و مستی کا وہی عالم نظر آتا ہے، اور مشرکین کی طرف سے وہی سزا ملتی ہے[2]،

ایک صحابی جو رات کو میدانِ جنگ میں ایک پہاڑ پر پہرہ دینے کے لئے متعین تھے، وہ اپنی نیند ٹالنے کے لئے خدا کی یاد میں مصروف ہوتے ہیں، دشمن پے در پے تین دفعہ تیر مارتا ہے جو بدن میں پیوست ہو جاتا ہے اور وہ بدستور نماز میں محو رہتے ہیں، اُنکے ساتھی پوچھتے ہیں کہ تم نے نماز کیوں نہیں توڑی، کہتے ہیں کہ جو سورہ شروع کی تھی، جی نہ چاہا کہ اُسکو تمام کئے بغیر چھوڑ دوں[3]"،

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو جانشین عین حالتِ نماز میں زخم کھا کر گرتے ہیں مگر مقتدیوں کی صف اُس حی و باقی کے سامنے کھڑی ہو کر ہر فانی و میت ہستی کی جستجو سے بے نیاز رہتی

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ذکر عدوان المشرکین و اسد الغابہ جلد ۱ ص ۲۰۷ مصر [2] طبقات ابن سعد تذکرہ حضرت ابوذر غفاری [3] صحیح بخاری و سنن ابی داؤد، کتاب الطہارت باب الوضوء من الدم،

Marfat.com

ہے، اسی لئے خدا نے بشارت دی کہ وہ خدا کے محبوب اور خدا ان کا محبوب ہے۔ ابن ادرع رضی اللہ عنہ

مدینہ میں ایک اللہ والے مسلمان نے وفات پائی، اس کا جنازہ اٹھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کے ساتھ نرمی کرو کہ اللہ نے بھی اس کیساتھ نرمی کی ہے، کیونکہ اسکو اللہ اور اس کے رسول سے محبت تھی، قبر کھودی جانے لگی، تو فرمایا، اسکی قبر کشادہ رکھو کہ خدا نے بھی اسکے ساتھ کشادگی فرمائی ہے، اس بار بار کے اہتمام کو دیکھ کر صحابہؓ نے پوچھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کو اس مرنے والے کی موت کا غم ہے؟ فرمایا "ہاں، کیونکہ اسکو خدا اور رسول پیارے تھے"[1]

ایک دفعہ آپ نے ایک صاحب کو کسی جماعت کا افسر بنا کر بھیجا، وہ جب نماز پڑھاتے تو ہر سورۃ کے آخر میں قل ہو اللہ احد ضرور پڑھتے، جب یہ جماعت سفر سے لوٹ کر آئی تو خدمتِ اقدس میں یہ واقعہ عرض کیا، فرمایا ان سے پوچھو کہ وہ ایسا کیوں کرتے ہیں، لوگوں نے پوچھا تو جواب دیا کہ "یہ میں اسلئے کرتا ہوں کہ اس سورہ میں رحم والے خدا کی صفت کا بیان ہے تو مجھکو اسکے پڑھنے سے محبت ہے" فرمایا کہ اُن کو بشارت دو کہ وہ رحم کرنے والا خدا بھی ان سے محبت کرتا ہے"[2] یہ بشارت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے سوا کسی اور نے بھی سنائی ہے؟

صحیح بخاری اور مسلم میں متعدد طریقوں سے حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے خدمتِ والا میں حاضر ہو کر دریافت کیا کہ "یا رسول اللہ! قیامت کب آئیگی" فرمایا تم نے اسکے لئے کیا سامان کر رکھا ہے؟" انھوں نے نادم ہو کر شکستہ دلی سے عرض کی "یا رسول اللہ! میرے پاس نہ تو نمازوں کا بڑا ذخیرہ ہے، نہ روزوں کا، اور نہ صدقات و خیرات کا، جو کچھ سرمایہ ہے وہ صرف خدا اور

---

[1] ابن ماجہ کتاب الجنائز باب ما جاء فی حفر القبر۔ [2] مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرہا، باب فضل قراءۃ قل ہو اللہ احد و بخاری کتاب الصلوٰۃ باب الجمع بین السورتین میں دوسری طرح مروی ہے، اور اس میں رسول اللہ صلعم کے الفاظ بھی دوسرے ہیں،

Marfat.com

رسول کی محبت ہے، اس پر آپ نے فرمایا تو انسان جس سے محبت کریگا، اسی کے ساتھ رہیگا، صحابہؓ نے اس بشارت کو سن کر اُس دن بڑی خوشی منائی،[1]

صحیح مسلم کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا جب خدا کسی بندہ کو چاہتا ہے تو فرشتہ خاص جبرئیل سے کہتا ہے کہ میں فلاں بندہ کو پیار کرتا ہوں، تم بھی اسکو پیار کرو، تو جبرئیل بھی اسکو پیار کرتے ہیں اور آسمان والے بھی اسکو پیار کرتے ہیں اور پھر زمین میں اسکو ہر دلعزیزی اور حسنِ قبول بخشا جاتا ہے[2]

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ اپنی طاعتوں سے میری قربت کو تلاش کرتا رہتا ہے، تو میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں یہاں تک کہ میں اسکا کان بنجاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اور اسکی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے، میں ہاتھ بنجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور پاؤں بنجاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے[3] یہ دولت یہ نعمت یہ سعادت آستانۂ محمدیؐ کے سوا کہیں اور نہیں ملتی،

امام بزار نے مسند میں حضرت ابو سعیدؓ سے روایت نقل کی ہے، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں ان لوگوں کو پہچانتا ہوں جو نہ نبی ہیں اور نہ شہید ہیں لیکن قیامت میں انکے مرتبہ کی بلندی پر انبیا اور شہدا بھی رشک کرینگے، یہ وہ لوگ ہیں جنکو خدا سے محبت ہے، اور جنکو خدا پیار کرتا ہے، وہ اچھی باتیں بتاتے اور بُری باتوں سے روکتے ہیں[4] الخ یہ قابلِ رشک رتبہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کس کے ذریعہ عطا ہوا ہے،

---

[1] مسلم کتاب الادب باب المرء مع من احب بخاری کتاب الادب باب ما جاء فی قول الرجل ویلک [2] مسلم کتاب الادب باب اذا احب اللہ عبداً حببہ لعبادہ [3] بخاری کتاب الرقاق باب التواضع [4] اسکی ہم معنی حدیثیں ترمذی، مالک اور شعب الایمان بیہقی میں بھی ہیں، دیکھو مشکوٰۃ کتاب الادب، باب الحب فی اللہ فصل ثانی،

امام مالک نے روایت کی ہو کہ آپ نے فرمایا خداوند تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے، کہ ان کو پیار کرنا مجھ پر لازم ہے، جو آپس میں ایک دوسرے کو میری محبت کے سبب سے پیار کرتے ہیں، اور میری محبت میں ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں، اور میری محبت میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں، اور میری محبت میں ایک دوسرے کے لئے اپنی جان و مال وقف کرتے ہیں"

یہ محبت الٰہی کی نیرنگیاں اسلام ہی کے پردہ پر نظر آتی ہیں،

ترمذی میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہو کہ آپ نے فرمایا لوگو اللہ سے محبت کرو کہ وہ تمہیں اپنی نعمتیں عطا کرتا ہے، اور اسی کی محبت کے سبب سے مجھ سے محبت کرو، اور میری محبت کے سبب سے میرے اہل بیت سے محبت کرو" یہ عشق و محبت کی دعوت محبوبِ ازل کے سوا اور کون دے سکتا ہے؟

عام مسلمانوں میں پیغمبر اسلام کا لقب حبیب خدا ہے،" دیکھو کہ حبیب اور محبوب میں خلوتِ محبت کے کیا کیا ناز و نیاز ہیں، آپ خشوع و خضوع کی دعاؤں اور خلوت و تنہائی کی روحانی ملاقاتوں میں کیا ڈھونڈتے اور کیا مانگتے تھے، کیا چاہتے اور کیا سوال کرتے تھے، امام احمد اور بزاز نے اپنی اپنی مسندوں میں، ترمذی نے جامع میں، حاکم نے مستدرک میں اور طبرانی نے معجم میں متعدد صحابیوں سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دعاؤں میں محبتِ الٰہی کی دولت مانگا کرتے تھے، انسان کو اس دنیا میں سب سے زیادہ محبوب اپنی اولاد، اپنے اہل و عیال کی جان ہے لیکن محبوبِ خدا کی نگاہ حق بیں میں سب سے بیش قیمت یہ تھی، دعا فرماتے تھے، خداوندا

اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُحِبُّكَ	میں تیری محبت مانگتا ہوں، اور جو تجھ سے محبت
وَحُبَّ عَمَلٍ يُقَرِّبُ اِلٰى حُبِّكَ	کرتا ہو اس کی محبت اور اس کام کی محبت جو
(احمد، ترمذی، حاکم)	تیری محبت سے قریب کر دے

اللّٰھمّ اجعل حبک احب الی من	الٰہی تو اپنی محبت کو میری جان، جی، مال و
نفسی و اھلی و من الماء البارد،	عیال سے اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ
(ترمذی و حاکم)	میری نظر میں محبوب بنا،

عرب میں ٹھنڈا پانی دنیا کی تمام دولتوں اور نعمتوں سے زیادہ گراں اور قیمتی ہے لیکن حضورؐ کی پیاس اس مادی پانی کی خنکی سے نہیں بجھتی تھی، وہ صرف محبت الٰہی کا زلالِ خالص تھا، جو اس تشنگی کو تسکین دیتا تھا، عام انسان روٹی سے جیتے ہیں، مگر ایک عاشقِ الٰہی (مسیح) کا قول ہے کہ انسان صرف روٹی ہی سے نہیں جیتا، پھر وہ کون روٹی ہے جسکو کھا کر انسان پھر کبھی بھوکا نہیں ہوتا، حضور دعا فرماتے ہیں،

اللّٰھمّ ارزقنی حبک وحب من	خداوندا! تو اپنی محبت اور اس کی محبت جو
ینفعنی حبہ، (ترمذی)	تیری محبت کی راہ میں نافع ہو مجھے روزی کر،

عام ایمان خدا اور رسول پر یقین کرنا ہے، مگر جانتے ہو کہ اس راہ میں آخری منزل کیا ہے صحیحین میں ہے،

من کان اللّٰہ و رسولہ احب الیہ[1]	یہ کہ خدا اور رسول کی محبت کے آگے
مما سواھما،	ماسوا کی محبتیں ہیچ ہو جائیں،

بعض مذاہب کو اپنی اس تعلیم پر ناز ہے کہ وہ انسانوں کو یہ سکھاتے ہیں کہ وہ اپنے خدا کو ماں باپ سمجھیں اور اُس سے اسی طرح محبت کریں جس طرح اپنے والدین سے کرتے ہیں اور چونکہ اسلام نے اس طریقۂ تعبیر کو اس بنا پر کہ وہ شرک کا راستہ ہے، ممنوع قرار دیا ہے، اسلئے

[1] مسلم کتاب الایمان باب بیان خصال من اتصف بہن وجد حلاوۃ الایمان، بخاری کتاب الایمان باب حلاوۃ الایمان

Marfat.com

ان مذاہب کے بہت سے پیرو یہ سمجھتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم محبت الٰہی کے مقدس جذبات سے خالی ہے، لیکن جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ یہ دعویٰ سرتاپا بے بنیاد ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ تعلیم محمدی کی بلندی تعلق اور محبت کا طریقہ معیار دونوں ان مذاہب کے پیش کردہ تعلق و معیار سے بہت بالاتر ہیں، ثبوت میں قرآن کی یہ آیت پاک بھی پہلے پیش کی جا چکی ہے،

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْرًا (بقرہ ۔ ۲۵)

تم خدا کو اس طرح یاد کرو جس طرح اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو بلکہ اس سے بہت زیادہ یاد کرو،

لیکن احادیث سے ہمارا دعویٰ اور بھی زیادہ واضح ہو جاتا ہے، لڑائی کا میدان ہے، دشمنوں میں بھاگ دوڑ مچی ہے، جس کو جہاں امن کا گوشہ نظر آ رہا ہے، اپنی جان بچا رہا ہے، بھائی بھائی سے، باپ بچہ سے، بچہ ماں سے الگ ہے، اسی حال میں ایک عورت آتی ہے جس کا بچہ میدان حشر میں گم ہو گیا ہے، محبت کی دیوانگی کا یہ عالم ہے کہ جو بچہ بھی اس کے سامنے آ جاتا ہے، اسکو اپنے بچہ کے جوش محبت میں چھاتی سے لگا لیتی ہے، اور دودھ پلا لیتی ہے، دفعۃً رحمۃ للعالمین ؐ کی نظر پڑتی ہے، اور آپ صحابہ سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں "کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچہ کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے" لوگ عرض کرتے ہیں "ہرگز نہیں" آپ فرماتے ہیں "تو جتنی محبت ماں کو اپنے بچہ سے ہے، خدا کو اپنے بندوں سے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے[1]"

ایک دفعہ ایک غزوہ سے آپ واپس تشریف لا رہے ہیں، ایک عورت اپنے بچہ کو گود میں لیکر سامنے آتی ہے اور عرض کرتی ہے "یا رسول اللہ! ایک ماں کو اپنی اولاد سے جتنی محبت ہوتی ہے، کیا

[1] صحیح بخاری کتاب الادب، باب رحمۃ الولد.

Marfat.com

خدا کو اپنے بندوں کا اس سے زیادہ نہیں ہے؟ فرمایا ہاں بیشک اس سے زیادہ ہے، تو بولی کوئی ماں تو اپنی اولاد کو خود آگ میں ڈالنا گوارا نہ کریگی یہ سن کر فرط اثر سے آپ پر گریہ طاری ہو گیا، پھر اٹھاکر فرمایا خدا صرف اس بندہ کو عذاب دیتا ہے، جو سرکشی سے ایک کو دو کہتا ہے[۱]۔

آپ ایک مجلس میں تشریف فرما ہیں، ایک صحابی ایک پرند کو مع اس کے بچوں کے چادر میں باندھ کر لاتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ یارسول اللہ! میں نے ایک جھاڑی سے ان بچوں کو اٹھا کر کپڑے میں لپیٹ لیا، ماں نے یہ دیکھا تو میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے ذرا کپڑے کو کھول دیا تو فوراً آکر بچوں پر گر پڑی، ارشاد ہوا، کیا بچوں کے ساتھ ماں کی اس محبت پر تمکو تعجب ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس نے مجھکو حق کیساتھ مبعوث کیا، جو محبت اس ماں کو اپنے بچوں کے ساتھ ہے، خدا کو اپنے بندوں کے ساتھ اس سے بدرجہا زیادہ ہے[۲]۔

ایک صاحب ایک چھوٹے بچہ کو لیکر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے ہیں، محبت کا یہ حال تھا کہ وہ بار بار اسکو گلے سے لگائے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا تمکو اس بچہ سے محبت ہے انہوں نے کہا ہاں، فرمایا تو اللہ کو تم سے اس سے زیادہ محبت ہے، جتنی تمکو اس بچہ سے ہے، وہ تمام رحم کرنے والوں میں سب سے بڑا رحم کرنے والا ہے[۳]۔

جمالِ حق کا پہلا مشتاق، اور مستورِ ازل کے زیر نقاب چہرہ کا پہلا بند کشا، زندگی کے آخری مرحلوں میں ہے، مرض کی شدت ہے، بدن بخار سے تپ رہا ہے، اٹھ کر چل نہیں سکتا، لیکن یکایک اپنے میں ایک اعلان خاص کی طاقت پاتا ہے، مسجد نبوی میں جاں نثار حاضر ہوتے ہیں، سب کی

---

[۱] سنن ابن ماجہ باب مایرجی من رحمۃ [۲] مشکوٰۃ بحوالہ ابو داود کتاب الجنائز باب سبقت رحمتہ غضبہ [۳] ادب المفرد امام بخاری باب رحمۃ العیال ص ۱۰۵۔ مصر،

نظریں حضورؐ کی طرف لگی ہیں، نبوت کا آخری پیغام سننے کی آرزو ہے، وہ فرشتہ لب پکار رہے ہیں اور یہ آنحضرتؐ کہتے ہیں، لوگو! میں خدا کے سامنے اس بات کی برأت کرتا ہوں کہ انسانوں میں میرا کوئی دوست ہے، مجھکو خدا نے اپنا پیارا بنایا ہے، جیسے ابراہیمؑ کو اس نے اپنا پیارا بنایا تھا، یہ تو دنیا کے لیے کا اعلان تھا، عین حالت نزع میں زبان مبارک پر یہ کلمہ تھا "خداوندا رفیق"۔

اللہ تعالیٰ کی کریمی و رحیمی، اسکی بیچارہ نوازی، عاجزوں اور درماندوں کی دستگیری اور اپنے گنہگار بندوں پر اسکی شانِ بخشش کا تماشا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے کانوں سے سنا، اور نادم و تائب سیہ کاروں تک اس مژدہ کو پہنچا کر ان کے شکستہ اور زخمی دلوں پر مرہم رکھا، حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ حضرت رحمۃ للعالمینؐ نے یہ پیام ربانی ہم کو سنایا

میرے بندو! میں نے اپنے اوپر بھی اور تمہارے درمیان بھی ظلم کو حرام کیا ہے، تو ایک دوسرے پر تم ظلم نہ کیا کرو، اے میرے بندو! تم میں ہر ایک گمراہ تھا، لیکن جسکو میں نے راہ دکھائی، تو مجھ سے راستہ پوچھو، میں بتاؤنگا، اے میرے بندو! تم میں ہر ایک بھوکا تھا، لیکن جسکو میں نے کھلایا، تو مجھ سے کھانا مانگو، میں تمکو کھلاؤنگا، اے میرے بندو! تم میں ہر ایک پیاسا تھا، لیکن جسکو میں نے پلایا، تو مجھ سے پانی مانگو، میں تمکو پلاؤنگا، اے میرے بندو! تم میں ہر ایک ننگا تھا، لیکن جسکو میں نے پہنایا، تو مجھ سے کپڑا مانگو، میں تمکو پہناؤنگا، اے میرے بندو! تم دن رات گناہ کرتے ہو، اور میں سب گناہوں کو معاف کرتا ہوں، تم مجھ سے معافی مانگو، میں تمکو معاف کرونگا، اے میرے بندو! مجھے نقصان پہنچانا تمہاری طاقت میں نہیں ہے اور نہ مجھے نفع پہنچانا تمہاری قدرت میں ہے، اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جن و انس، چھوٹے اور بڑے، مرد و عورت، دنیا کے سب سے بڑے پرہیزگار کے دل کے برابر ہو جائیں، تو میری شہنشاہی میں ایک ذرہ اضافہ نہ ہوگا، اور اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے، جن و انس، چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورت تمام

کے سب سے بڑے گنہگاروں کے برابر ہو جائیں تو بھی میری شہنشاہی میں ذرہ برابر کمی نہ ہوگی
اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور جن و انس، سب کسی ایک زمین میں کھڑے ہو کر
مجھ سے مانگیں، اور میں سب کے سوال کو پورا کردوں، تو میرے خزانہ میں کچھ کمی نہ ہوگی لیکن اتنی
جتنی ایک سوئی سمندر کے پانی میں ڈبو کر نکال لیجائے، اے میرے بندو! تمہارے ہی عمل ہونگے
جنکو میں گن گن کر تمکو واپس کرونگا اور پورا کرونگا تو جس کو بھلائی ملے وہ خدا کا شکر ادا کرے، اور جس کو
برائی ملے، وہ خود اپنے ہی کو ملامت کرے[1]،

محبت کا یہ پُر کیف نغمہ دنیا نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان مبارک سے سنا،
تسلی و تشفی کا یہ روح افزا پیام آپ ہی کے مبارک لبوں سے ادا ہوا، عفو و کرم کے بحر بیکراں کا
ساحل امید آپ ہی کے دکھلانے سے ہمکو نظر آیا، اور گنہگاروں کو "میرے بندو!" کہہ کر پکارے
جانے کی عزت آپ ہی کے وسیلے میسر آئی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔

---

[1] صحیح مسلم و ترمذی کتاب الزہد و مسند احمد بن حنبل جلد ۵ ص ۱۶۰ و صفحہ ۱۷۷، و ادب المفرد امام بخاری
باب الظلم، ص ۵۰ و مصنف نے صحیح مسلم کی روایت سامنے رکھی ہے لیکن بعض الفاظ مسند سے لیکر بڑھائے
ہیں، اس کے بعض بعض ٹکڑے ترمذی میں بھی ملتے ہیں، دیکھو ص ۲۰۵-۲۰۶ تا ۲۰۵ مگر دونوں کے ملانے سے
وہی فرق نمایاں ہوتا ہے جو ناقص اور کامل میں ہونا چاہئے،

فرشتوں پر ایمان

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

ملائکہ کا لفظ جمع ہے، اس کا واحد مَلَک بِمَلاک اور مالک تین طرح سے مستعمل ہے۔ اس کے لغوی معنی قاصد اور رسول کے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں ملائکہ کے لیے رُسُل کا لفظ بھی آیا ہے، جن کے معنی قاصد اور پیام رساں کے ہیں۔ ان سے مراد وہ غیر مادی مگر مخلوق نیک ہستیاں یا ارواح ہیں، جو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق عالم اور اس کے اسباب و علل کے کاروبار کو چلا رہی ہیں۔ اگر یہ عالم ایک مشین ہے تو ملائکہ اسکا انجن اور اس کے کل پرزوں کو حرکت دینے والی قوتیں ہیں، جو خدا کے مقررہ احکام اور قوانین کے مطابق انکو حرکت دے رہے ہیں اور چلا رہے ہیں یعنی وہ خالق اور اسکی مخلوقات کے درمیان پیام رسانی اور سفارت کی خدمت اسطرح انجام دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے حکم اور مرضی کو اُن پر القا کرتا ہے، اور وہ ایک بے اختیار محکوم کی طرح اسکو مخلوقات میں جاری اور نافذ کرتے ہیں، انکو خود نہ کوئی ذاتی اختیار ہے اور نہ انکا کوئی ذاتی ارادہ ہے وہ سرتاپا اطاعت ہیں اور خدا کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے، گویا ان کی خلقت ہی اطاعت اور فرمانبرداری کیلئے کی گئی ہے، دنیا پر رحمت یا عتاب جو کچھ نازل ہوتا ہے وہ انہی کے ذریعہ سے ہوتا ہے، اور خدا

Marfat.com

انبیا پر اپنے جو احکام اتارتا یا ان سے کلام کرتا ہے، وہ انہی کی وساطت سے کرتا ہے،

دنیا کے تمام مذاہب بلکہ قدیم یونانی مصری فلسفہ میں بھی اس قسم کی ہستیوں کا وجود تسلیم کیا گیا ہے، صابئی مذہب میں یہ ستاروں اور سیاروں کی صورت میں مانے گئے ہیں یونانی مصری (اسکندری) فلسفہ میں انکا نام عقول عشرہ (دس عقلیں) رکھا گیا ہے اور ساتھ ہی نو آسمانوں کے اندر بھی الگ الگ ذی ارادہ نفوس تسلیم کئے گئے ہیں بلکہ خالص یونانی فلسفہ میں بھی بعض غیر مادی ارواحِ مجردہ کا پتہ لگتا ہے، جنمیں سب سے اہم لوگس کا تخیل ہے، جس سے مقصود وہ اولین ہستی ہے جسکو خدا نے تمام کائنات کی پیدائش کا ذریعہ اور واسطہ قرار دیا ہے اور جسکو اہلِ فلسفہ عقلِ اول سے تعبیر کرتے ہیں، پارسیوں میں ان ہستیوں کا نام امشا سپندے ہے اور انکی بے شمار تعداد قرار دیگئی ہے، یہودی انکو کروبیم" کہتے ہیں، اور ان میں سے خاص خاص کے نام جبریل اور میکائیل وغیرہ رکھتے ہیں، عیسائی بھی انکو انہی ناموں سے یاد کرتے ہیں اور جبریل روح القدس وغیرہ الفاظ سے انہیں کی تعبیر کرتے ہیں، ہندوؤں میں وہ دیوتاؤں اور دیویوں کے نام سے، روشناس ہیں جاہل عرب انکو خدا کی بیٹیاں کہہ کر پکارتے تھے، بہرحال یہ تمام مختلف صحیح اور غلط نام ایک ہی حقیقت کی مختلف تعبیریں ہیں، جس سے مراد وہ روحانی وسائط ہیں، جو صانع ومصنوعات اور خالق ومخلوقات کے درمیان اسکے حکم کے مطابق عمل پیرا اور کار فرما ہیں،

مذاہبِ سابقہ میں ان غیر مادی ذی روح مخلوق ہستیوں کی حیثیت نہایت مشتبہ تھی وہ کبھی مخلوق کہی جاتی تھیں، اور کبھی خدائی کے مرتبے تک بھی بلند کر دیجاتی تھیں، ہندوؤں کے دیوتاؤں اور دیویوں کی یہی کیفیت تھی، پارسیوں میں امشا سپند کا بھی یہی حال تھا کہ کبھی انکی حیثیت

Marfat.com

فرشتوں کی رہتی تھی، کبھی وہ خدا کے مقابل بنائی جاتی تھیں، اور کبھی خود خدا اُن میں سے ایک ہوجاتا تھا
ہندوؤں کی طرح پارسیوں میں بھی وہ قابل پرستش سمجھی جاتی تھیں، انکے نزدیک سب سے عالی
رتبہ اشا سپند وہ تھے، اور ان کے تحت میں ۳۳ پھر ان میں سے ہر ایک کے ماتحت ہزاروں تھے
اور چونکہ پارسی نیکی اور بدی کے دو متقابل خداؤں کے قائل تھے، اسلئے دونوں کے ماتحت اچھے اور بُرے
فرشتوں کی بیشمار تعداد تھی، نیکی کے فرشتے براہِ راست نیکی کی چیزوں کو اور بُرائی کے فرشتے مصیبتوں
ہلاکتوں اور بُرائیوں کو دنیا میں پیدا کرتے تھے، اور اپنے اپنے خدا کی طرف سے ان اشیاء پر حاکم
سمجھے جاتے تھے، دونوں خدا اپنی فوجوں اور لشکروں کے پرے لیکر باہم نبرد آزما رہتے تھے، یہ بھی انکا
اعتقاد تھا کہ ہر اشا سپند یعنی فرشتہ کے ساتھ ایک پیرو یعنی مادہ (فرشتہ) بھی ہوتی تھی، جو اسکی بیوی تھی،
ہندوؤں میں نر دیوتاؤں اور مادہ دیبیوں کا تصور تھا، مگر ان نر و مادہ ہستیوں میں کسی نر کو کسی مادہ
سے خصوصیت خاص نہ تھی، بلکہ ہر ایک جنس کا ہر فرد دوسری جنس کے ہر فرد سے لطف اندوز ہوسکتا
تھا، یہودیوں میں فرشتوں کی حیثیت ایسی تھی کہ اُن کی تقدیس اور ثنا و صفت خدا سے مشتبہ ہوجاتی تھی
نظر آنے والے فرشتہ کی تعظیم کیجاتی تھی، اسکے آگے جھکا جاتا تھا، اور اسکو خداوند! کہکر اس طرح خطاب کیا جاتا
تھا کہ کہیں کہیں یہ شبہہ ہوجاتا ہے کہ خدا مخاطب ہے، یا فرشتہ (تکوین ۱۶، ۱۳، ۱۸، ۲۱، ۳۰، ۲۲) وہ بھی کبھی خدا کے بیٹے بھی
کہے جاتے تھے (تکوین ۶) عیسائیوں میں ان میں سے بعض روح القدس خدا کا ایک جزو تسلیم ہوکر تثلیث کا رکن ہے
صابئیوں میں فرشتوں کی قربانی کیجاتی تھی، انکے ہیکل بنائے جاتے تھے، اور اُن کو مظہر خدا تسلیم کیا
جاتا تھا، عربوں میں فرشتے مادہ سمجھے جاتے تھے، وہ خدا کی بیٹیاں کہکر پکارے جاتے تھے، انکی پرستش
ہوتی تھی، اور سمجھا جاتا تھا کہ وہ خدا کے دربار میں سفارشی ہونگے، یونانیوں میں عقل اول اور عقول عشرہ

Marfat.com

تمام عالم کے خالق، کار فرما اور مرجع کل مانے گئے، اور خدا کو معطل ٹھرایا گیا،

اسلام نے آکر ان تمام عقائد کو مٹا دیا، خدائی اور ربوبیت کی ہر صفت سے فرشتے محروم بنائے گئے، انکی پرستش ناجائز کی گئی، نر و مادہ کی مادی حیثیت سے وہ پاک کیے گئے، اور انسانوں کو ان پاک مخلوقات کی غلامی و بندگی سے آزاد کیا گیا، ان کی تعداد و شمار اور درجہ بندی کا کوئی تخیل باقی نہیں رکھا گیا، انکی ہستی خدائے تعالیٰ کے سامنے ایک سراپا مطیع و فرمانبردار غلام کی قرار دیگئی جس کا شب و روز صرف آقا کا حکم بجا لانا ہے، عالم میں انکا کسی قسم کا تصرف نہیں مانا گیا، اور نہ نیکی و بدی کی تقسیم کی گئیں، نہ وہ الگ الگ جنس مخلوقات کے حاکم و منتظم قرار دیئے گئے، قرآن میں انکی ہستی صرف اس قدر تسلیم کی گئی ہے کہ وہ غیر مادی ذی روح مخلوقات ہیں، جن کا کام خدا کی حمد و ثنا اور اطاعت و فرمانبرداری ہے، خالق اور اسکے مخلوقات کے درمیان وہ پیغام رسانی کا ذریعہ ہیں، خدا کے حکم کے مطابق وہ مخلوقات کے کارخانہ کو چلا رہے ہیں، لیکن اس چلانے میں خود ان کی ذاتی مرضی اور ارادہ کو کوئی دخل نہیں ہے، اسی لئے قرآن پاک نے یہودیوں کی طرح انکو خداوند کا خطاب نہیں دیا، نہ پارسیوں کی طرح انکو قابل پرستش کے لقب سے یاد کیا، نہ ہندوؤں کی طرح معبود یا دیوتا دیبی کہا، بلکہ صرف "ملک" اور رسول کے الفاظ استعمال کیے جنکے لفظی معنی فرستادہ، قاصد، پیغام رساں اور ایلچی کے ہیں، بلکہ قرآن نے آغاز خلقت انسانی کے قصہ میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ ملائکہ اس لائق نہیں ہیں کہ آدم انکو سجدہ کرے، بلکہ آدم میں یہ صلاحیت ہے کہ ملائکہ کا مسجود بنے، چنانچہ اسکو مرتبہ علم میں ان سے بالاتر ٹھرایا گیا، اور خدا کی جس تسبیح اور تقدیس کا انکو غرہ تھا اس کے باوجود جب انسان کا جوہر حقیقت انھوں نے پہچانا تو ان کو یہ تسلیم کرنا پڑا کہ،

سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا — تو پاک ہے ہمکو کوئی علم نہیں لیکن جو تونے

اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (بقرہ - ۴) ہمکو سکھایا بیشک تم ہی جانتے والا اور حکمت والا ہو

اس قصہ نے شروع ہی میں یہ واضح کردیا کہ وہ ہستیاں جن کو دوسرے مذاہب نے انسانوں کا دیوتا، انسانوں کا خداوند اور کبھی خدا کا ہمسر و متصرف مطلق قرار دیا تھا، اسلام میں انکی حیثیت انسان کے مقابلہ میں کیا ہے؟ انسان اور فرشتے خدا کے سامنے برابر کے مخلوق اور بندے اور یکساں عاجز و درماندہ ہیں، انسانوں کو مادی اشیاء پر حکومت بخشی گئی ہے کہ اپنے نفع و نقصان کیلئے ان سے کام لے سکیں اور ملائکہ کو اپنے حضور میں متعین فرمایا گیا ہے، کہ آسمان و زمین اور پوری مملکت الٰہی میں خدا کے احکام کی تعمیل و تنفیذ کریں،

دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اسباب و علل کا ایک سلسلہ رکھا ہے، جو ہر جگہ کار فرما نظر آتا ہے، لوگ انہی ظاہری اسباب و علل کو دیکھ کر دھوکا کھاتے ہیں اور انکی پرستش کرنے لگتے ہیں، مثلاً آگ جلاتی اور روشن کرتی ہے، اسکو دیکھ کر آتش پرست اور مادہ پرست یقین کرتے ہیں کہ خود آگ میں جلانے کی طاقت ہے لیکن فرق یہ ہے کہ آتش پرست اس کے آگے سجدہ میں گر پڑتے ہیں، اور مادہ پرست گو اپنا سر اس کے آگے نہیں جھکاتے مگر ان کا دل جھک جاتا ہے، کیونکہ وہ بھی یہ ایمان رکھتے ہیں کہ طاقت خود آگ کے اندر موجود ہے، کچھ لوگ ہیں، جو یہ سمجھتے ہیں کہ جلانے کی طاقت آگ میں نہیں ہے، بلکہ اس کا ایک مستقل دیوتا یا فرشتہ ہے، جو اس پر حکمراں ہے، یہ لوگ اس آگ کے فرمانروا کے سامنے جھکتے ہیں اسلام کے نظریہ توحید نے اس شرک کو بھی مٹایا، اور بتایا کہ آگ اور آگ کا اگر کوئی فرشتہ ہے، تو وہ کل کے کل اسی ایک رب العالمین، اور فرمانروائے ارض و سما کے حکم کے تابع ہیں، اسی کے آگے جھکنا چاہئے اور اسی کی بندگی کرنی چاہئے،

اسلام میں فرشتوں کی حقیقت کیا ہے؟ اس کا جواب ان نصوص سے مل سکتا ہے جو ان کے

کاموں کے متعلق قرآن میں مذکور ہیں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان سے مراد وہ غیر مادی ذی روح ہستیاں ہیں جو احکام خداوندی اور پیغام الٰہی کو دنیائے خلق تک پہنچاتے اور نافذ کرتے ہیں اور وہ اسباب و علل جن کو مادہ پرست ذاتی طور سے موثر جانتے اور جن کو بت پرست دیوتاؤں کا کرشمہ سمجھتے ہیں انکو فرشتے احکام الٰہی کے مطابق کام میں لگاتے اور مرضیِ الٰہی کو پورا کرتے ہیں،

عملی حیثیت سے یہ عقیدہ بھی اسی طرح قبول اور انکار کے قابل ہے جس طرح عقلیات کے دوسرے عقائد اور نظریے ہیں، جن کی تصدیق یا تکذیب عقل کی دسترس سے باہر ہے، اسلئے اس عقیدہ کو یہ کہکر کوئی رد کرنے کی جرات نہیں کر سکتا کہ یہ خلافِ عقل ہے بلکہ جس طرح قیاسات اور عقلی نکتہ پردازی سے دوسرے عقلی مباحث کا فیصلہ کیا جاتا ہے، ویسا ہی یہاں بھی کیا جاسکتا ہے، اشیاء میں خصائص اور لوازم کے وجود اور اُن کے اسباب و علل کا مسئلہ عقلاء میں ہمیشہ اختلافات کا دنگل رہا ہے اور یہ معما آج بھی اسی طرح لاینحل ہے جس طرح پہلے تھا، اسکا حل سائنس کی مادی تحقیقات اور تجربوں کی طاقت سے باہر ہے اور فلسفہ بھی اسکی گتھی سلجھانے سے عاجز ہے اسلئے اگر حکمائے ملحدین کی شاہراہ سے الگ ہٹ کر اُسکے حل کی کوئی صورت اربابِ مذاہب نے نکالی ہے تو وہ محلِ اعتراض نہیں ہو سکتی اور نہ خلاف عقل کہی جا سکتی ہے، کائنات کے حوادث میں جس طرح مادی علل و اسباب کارفرما ہیں، اسی طرح ان سے بالاتر روحانی علل و اسباب بھی ساتھ ساتھ کارفرما ہیں اور ان دونوں قسم کے اسباب کے توافق سے حوادث کا وجود ہوتا ہے، یہی سبب ہے کہ انسان اکثر مادی علل و اسباب موجود ہونے یا نہ ہونے کے باوجود کامیاب یا ناکام ہوتا ہے اور اس کا نام بخت و اتفاق رکھتا ہے، حالانکہ مسئلہ علل و اسباب کو مان لینے کے بعد بخت و اتفاق کوئی چیز نہیں رہ جاتا یہی روحانی علل و اسبا

ہیں جنکا سررشتہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مرضی سے ان فرشتوں کو سپرد کیا ہے جو فرمانبردار چاکروں کی حیثیت سے نظام عالم کو چلاتے ہیں، ہمارے اور دوسرے متکلمین اور حکما کے اصطلاحات میں فرق یہ ہے کہ وہ ملائکہ کی تعبیر اسباب و علل کے "قوائے طبعی" سے کرتے ہیں اور ہم قوائے روحانی سے،

اس تقریر کا یہ منشا نہیں ہے کہ اشیا میں خواص و طبائع، اور اس مادہ کی ملکیت میں مقررہ طبعی اصول و قوانین موجود نہیں ہیں، بلکہ یہ مقصد ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ازلی اندازہ و تقدیر کے مطابق ہر چیز کے خصائص و طبائع اور اصول و قوانین مقرر کر کے ملائکہ کو حکم دیا ہے کہ وہ اسکو ان ہی اصول و طبائع مقررہ کے مطابق چلاتے رہیں،

سمجھنے کے لیے اسکی ایک مثال خود انسان بلکہ ہر جاندار ہستی ہے، مخلوقات کی دو قسمیں ہیں ذی روح اور غیر ذی روح، ذی روح مخلوقات کے اکثر افعال و حرکات انکی روح کی ارادی قوت کی وساطت سے انجام پاتے ہیں، ذی روح اسکے ہاتھ پاؤں اور تمام اعضا، بلکہ ہر عضو کی ایک ایک رگ و ریشہ پر حکمران اور مسلط ہے لیکن باینہمہ وہ روح اصول مقررہ کے تحت ہی اعضا سے کام لیتی ہے اور ان اصول سے باہر نہیں جاتی اسیطرح غیر ذی روح اشیا ابر و باد سے لیکر دریا پہاڑ ہوا اور سورج تک پر ارواح مقرر ہیں، جو ان اشیا سے خدا کے اصول مقررہ کے مطابق یکساں افعال و حرکات کا صدور کراتی ہیں جس طرح ہماری روح اپنے اعضا اور اعصاب کے ذریعہ سے مادہ میں جو تغیرات پیدا کرتی ہے وہ اشیاء کے مقررہ خواص و طبائع کے مطابق کرتی ہے اسیطرح ملائکہ بھی انہی مقررہ خواص و طبائع کے ذریعہ اپنے مفوضہ فرائض انجام دیتے ہیں،

الغرض جس طرح ہمارے ارادی افعال اور حکم الٰہی کے درمیان ہماری انسانی ارواح و نفوس واسطہ ہیں اسیطرح تمام عالم مخلوقات اور کائنات کے افعال اور حکم الٰہی کے درمیان یہ ملکوتی ارواح اور

نفوس مجردہ وو اسطہ ہیں اور جس طرح ہماری انسانی ارواح کی بوساطت سے خدا کی حکومت علی الاطلاق پر کوئی اعتراض نہیں واقع ہوتا اسی طرح ان ملکوتی ارواح کی بوساطت سے بھی خدا کی علی الاطلاق حکومت میں کوئی نقص نہیں واقع ہوتا نیز یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ ہمارے ارادی افعال میں اختلافات کی اتنی نیرنگیاں نظر آتی ہیں. مگر ہمارے اور عالم کائنات کے جو نوعی افعال ہیں ان میں اختلافات اور نیرنگیوں کے بجائے یکسانی، ہمرنگی اور عدم اختلاف پایا جاتا ہے؟ کیونکہ انسان کو ارادہ کا کسی قدر ذاتی اختیار دیا گیا ہے، اور یہی ذاتی اختیار انکے افعال اختیاری کی ذمہ داری، بازپرس، اور مواخذہ کی بنیاد ہے، اور جس کی بنا پر وہ اپنی اطاعت کے ذریعے ثواب اور عصیان کر کے عقاب کا مستحق ہوجاتا ہے، مگر دنیا کی یہ ملکوتی ارواح مجردہ یعنی یہ ملائکہ ذاتی ارادہ اور اختیار سے تمام تر محروم ہوکر صرف اطاعت فرمانبرداری اور انقیاد کیلئے پیدا کئے گئے ہیں، اسلئے ان میں عصیان، تمرد، سرکشی، اور حکم الٰہی سے انحراف کی کوئی صلاحیت نہیں ہے، اسی بنا پر اشیاء کے تمام نوعی افعال وحرکات اور خصائص میں یکسانی ہمرنگی، اور عدم اختلاف پایا جاتا ہے یہی حقیقت ہے جو فطرت، طبیعت اور نوعی خاصیت کی اصطلاح کی صورتوں میں ہمارے لئے دھوکا اور اشتباہ کا باعث بن گئی ہے،

۱- اب ہم کو تعلیمات نبوی یعنی آیات واحادیث سے ملائکہ کی حیثیت کو روشن کرنا چاہئے، ملائکہ کی سفارت وپیام رسانی یعنی خالق کے احکام اور مرضی کو مخلوقات تک پہنچانا اور اس کام میں ان کا بے اختیار ہونا ان دو آیتوں سے ثابت ہوتا ہے،

اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَةِ رُسُلًا	خدا ہی ہے جو فرشتوں اور آدمیوں میں سے پیام
وَّمِنَ النَّاسِ ط اِنَّ اللّٰہَ سَمِیْعٌ بَصِیْرٌ	رساں اور قاصد منتخب کرتا ہے، بیشک خدا سننے

Marfat.com

وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ (الحج-۱۰) کا مال بلا شبہ ہی اور تمام کاموں کا مرجع خدا ہے

یعنی پیام رسانی اور سفارت کے سوا انکو اس حکم میں کوئی دخل نہیں ہے کہ تنفیذات سب خدا کے ہاتھ میں ہیں اور وہی تمام امور اور انتظامات کا مرجع کل ہے، دوسری جگہ ہے،

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	حمد ہو اس خدا کی جو آسمانوں اور زمین کا
جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ	پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو دو دو تین
مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ	تین اور چار چار پر والے پیغام رساں
مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ	بنانے والا ہے وہ پیدائش میں جو چاہے بڑھاتا ہے
مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا	وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہ لوگوں کیلئے رحمت
مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا	کھولے تو کوئی اس کا روکنے والا نہیں اور جو
مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ	روک دے تو اسکے سوا کوئی چھوڑنے والا نہیں
الْحَكِيْمُ (فاطر-۱)	اور وہی غالب حکمت والا ہے،

اس آیت پاک میں بھی یہی حقیقت ظاہر کی گئی ہے کہ ملائکہ سفارت اور درمیانگی کے علاوہ اور کوئی اختیار نہیں رکھتے، رحمت کے دروازوں کا کھولنے والا اور بند کرنے والا صرف خدا ہے یہ تعلیم اس غلط عقیدہ کی تردید کرتی ہے، کہ فرشتوں کو دنیا کی حکمرانی اور انتظامات میں کوئی ذاتی دخل ہے، یا ان میں الوہیت یا ربوبیت کا کوئی شائبہ ہے، یا وہ پرستش کے قابل ہیں یا ان کی دہائی بھی پکارنی چاہیے،

۲۔ ملائکہ خدا کے احکام کو دنیا میں جاری کرتے ہیں،

إِذْ يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنِّي — یاد کرو جب تیرا پروردگار فرشتوں کو حکم
مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِينَ آمَنُوا (انفال ۲) — کر رہا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مومنوں کو
تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا — اس میں فرشتے اور روح اپنے پروردگار کے
بِإِذْنِ رَبِّهِمْ مِنْ كُلِّ أَمْرٍ (قدر ۱) — حکم سے ہر کام کو لیکر نیچے اترتے ہیں،

وہ جس طرح احکام لیکر اترتے ہیں اسی طرح دربار الٰہی تک عروج بھی کرتے ہیں،

تَعْرُجُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ إِلَيْهِ (معارج) — فرشتے اور روح اس تک چڑھتے ہیں،

موت کے وقت روح کا قبض کرنا انہی سے متعلق ہے،

قُلْ يَتَوَفَّاكُمْ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِي — کہدو کہ موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے
وُكِّلَ بِكُمْ (سجدہ ۲-۱) — تم پر موت طاری کریگا،
وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ — اور اگر دیکھو تم جب گنہگار موت کے سکرات
الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ — میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھوں کو پھیلائے
أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ (انعام ۱۱) — ہوں کہ نکالو اپنی جانوں کو،
وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَفَّى الَّذِينَ كَفَرُوا — اور اگر دیکھو جب فرشتے کافروں کو
الْمَلَائِكَةُ (انفال ۷) — موت دے رہے ہوں،

اسی کے ہم معنی اور بھی کئی آیتیں ہیں جن سے ظاہر ہے کہ حکم الٰہی کے مطابق موت و فنا کی تدبیر عمل و اسباب کی انہی روحانی قوتوں سے متعلق ہے،

دنیا میں کسی شے کے وجود و انقلاب اور فنا کے لئے کسی ایک علت و سبب کا وجود کافی نہیں ہے،

بلکہ مقصود یہ ہے کہ اُس کے متعلقہ علل و اسباب کی تمام کڑیاں باہم پیوستہ اور ایک دوسرے کی معاون ہوں اور موانع اور عوائق معدوم ہوں، یہ متعلقہ علل و اسباب کا توافق اور موانع کا انسداد وہی تدبیر ہے جو بحکم الٰہی ملائکہ کے سپرد ہے، اس تدبیر کو کبھی اللہ تعالیٰ اپنی طرف منسوب کرتا ہے یُدَبِّرُ الْاَمْرَ (وہ کام کی تدبیر کرتا ہے) اور کبھی ملائکہ کی طرف،

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا (نازعٰت-۱)

ڈوب کر زور سے کھینچنے والوں کی قسم، اور گرہوں کی گرہ کھولنے والوں کی قسم، پھر اس فضائے آسمانی میں تیرنے والوں کی، پھر تدبیر کرنے والوں کی اسباب و علل پر سے آگے بڑھ جانے

[illegible]

پس ملائکہ خدا اور رسولوں کے درمیان بھی سفیر ہیں،

اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِهٖ مَا یَشَآءُ، (شوریٰ-۵)

یا خدا آدمی سے اس طرح باتیں کرتا ہو کہ اپنا ایک ایک سفیر بھیجتا ہے تو وہ اس (خدا) کی اجازت سے جو وہ خدا چاہتا ہے وحی کرتا ہے

دوسری جگہ ہے،

یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (نحل-۱)

خدا روح کے ساتھ فرشتوں کو اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اتارتا ہے،

خاص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہے،

۱؎ صحیح بخاری کتاب بدء الخلق باب ذکر الملائکہ میں ہے کہ رحم مادر میں ایک فرشتہ مقرر ہے جو بچہ کی نسبت خدا تعالیٰ کو تحریک

فَاِنَّہٗ نَزَّلَہٗ عَلٰی قَلْبِکَ بِاِذْنِ اللّٰہِ — پس اس (جبریل فرشتہ) نے قرآن کو خدا کے

(بقرہ - ۱۲) حکم سے تمہارے دل پر اتارا،

۴- یہ لوگوں پر بشارت اور عذاب لیکر بھی اترتے ہیں،

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰھِیْمَ بِالْبُشْرٰی (ہود) — ہمارے سفیر ابراہیم کے پاس بشارت لیکر آئے

اسی طرح حضرت زکریا اور حضرت مریم علیہما السلام کو انھوں نے بشارت دی،

اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ — میں تیرے پروردگار کا فرستادہ ہوں کہ

لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا (مریم - ۲) — تجھے ایک پاک لڑکا بخشوں،

حضرت لوطؑ کے پاس ان کی قوم کی بربادی کے لئے آئے اور

قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّکَ (ہود ۷) — کہا اے لوط ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں

اس کے بعد یہ فرشتے حضرت لوطؑ کی قوم پر کوہ آتش فشاں کا منہ کھول دیتے ہیں اور تمام قوم برباد ہو جاتی ہے، یہ کام اگرچہ فرشتوں نے انجام دیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے اسکو خود اپنی طرف منسوب کیا ہے، کیونکہ وہ فرشتوں کے ذاتی اختیار کے بجائے خدا ہی کے حکم سے ہوا تھا،

فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَھَا — تو جب ہمارا حکم آیا تو ہم نے اس کے اوپر

سَافِلَھَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْھَا حِجَارَۃً مِّنْ — کو نیچے کر دیا، (یعنی زمین الٹ دی) اور

سِجِّیْلٍ مَّنْضُوْدٍ (ہود - ۷) — اس پر تہ بہ تہ پتھروں کی بارش کی،

۵- فرشتے انسانوں کے اعمال کی نگہبانی اور نگرانی کرتے ہیں، اور ان کے ثواب و گناہ کے کاموں کو محفوظ رکھتے ہیں،

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ
يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ (انفطار-١)

بیشک تم پر نگہبان ہیں جو بزرگ ہیں لکھنے
والے ہیں، جو تم کچھ کرتے ہو، اسکو وہ جانتے ہیں

مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ
عَتِيْدٌ (ق-٢)

کوئی بات منہ سے نہیں نکلتا، لیکن اس کے
پاس ایک نگہبان حاضر ہو،

سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَ
مَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ
بِالَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ
مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ
مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ (رعد-٢)

تم میں سے کوئی بات چھپا کرکے یا زور سے کہے
یا دن رات میں چھپے یا دن کو کرے، خدا کے
تعاقب کرنے والے اس کے سامنے اور
اس کے پیچھے، خدا کے حکم سے اس کی
نگرانی کرتے ہیں،

وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا
جَاۗءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ
رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ (انعام-٨)

اور وہ (خدا) تم پر نگراں بھیجتا رہتا ہے کہ تم میں سے
جب کسی کی موت آتی ہو تو ہمارے قاصد اس کو
پوری کرتے ہیں اور وہ اپنے اس کام میں کمی نہیں کرتے،

٦- وہ انسانوں کے اعمال کے مطابق اُن پر خدا کی رحمت یا لعنت کے نزول کا ذریعہ ہوا کرتے ہیں

لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ
الْمَلٰۗىِٕكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ
تُوْعَدُوْنَ (انبیاء-٧)

نیکوکاروں کو وہ بڑی گھبراہٹ قیامت غمگین نہ کریگی
اور فرشتے انکے آگے بڑھ کر استقبال کرینگے کہیں گے
وہ دن ہے جسکا تم سے وعدہ کیا گیا تھا

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ

جن لوگوں نے یہ کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے

اَسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ (فصلت - ۴)

پھر اس پہ قائم رہے ان پر فرشتوں یہ کہتے ہوئے اتریں گے کہ نہ ڈرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی خوشخبری سنو جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا، ہم ہیں جو تمہاری پہلی اور اُس دوسری زندگی میں تمہارے رفیق ہیں،

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰٓئِکَتُهٗ (احزاب)

وہی خدا تم پر رحمت بھیجتا ہے، اور اسکے فرشتے

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِکَتَهٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ (ایضاً)

اللہ اور اسکے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں،

وَیَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ (شوریٰ - ۱)

اور جو زمین میں ہیں اُن کے لئے وہ خدا سے مغفرت کی دعا مانگتے ہیں،

اسی طرح وہ بدکاروں پر لعنت بھی کرتے ہیں،

اُولٰٓئِکَ جَزَآؤُهُمْ اَنَّ عَلَیْهِمْ لَعْنَةَ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (آل عمران)

اُن کی سزا یہ ہو کہ ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ کُفَّارٌ اُولٰٓئِکَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِکَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ (بقرہ-۱۹)

جو کفر کی حالت میں مر گئے، ان پر اللہ کی اور فرشتوں کی، اور لوگوں کی سب کی لعنت ہے،

۷. جنت اور دوزخ کا کاروبار بھی ملائکہ کے زیر اہتمام ہوگا،

وَسِیْقَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اِلٰی جَهَنَّمَ

اور کفر کرنے والے گروہ گروہ کرکے دوزخ

زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ
مِّنْكُمْ، (زمر - ۸)
وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ
زُمَرًا حَتّٰى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ
اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا
سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا
خٰلِدِيْنَ، (زمر - ۸)
وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ
مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا
صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ (رعد - ۳)
عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (تحریم)
وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً (مدثر)

کی طرف ہانکے جائیں گے یہاں تک کہ جب وہاں
پہنچیں گے تو اسکے دروازے کھولے جائیں گے اور
ان سے کہیں گے داروغے کیا نہیں آئے تمہارے پاس
اور جو اپنے پروردگار سے ڈرتے تھے وہ گروہ
در گروہ جنت میں لے جائے جائیں گے یہاں تک کہ جب
وہ اسکے پاس پہنچیں گے اور اسکے دروازے کھولے
جائیں گے اور اسکے پاسبان کہیں گے تم پر سلامتی ہو
خوش و خوش جنت میں ہمیشہ کیلئے داخل ہو جاؤ
اور ان (جنتیوں) پر فرشتے ہر دروازے سے
داخل ہو کر کہیں گے تم پر سلامتی ہو تمہارے
صبر کا بدلہ ہے کیا اچھا عاقبت کا گھر ہے
اس دوزخ پر سخت دل طاقتور فرشتے مقرر ہیں
اور ہم نے دوزخ کا داروغہ فرشتوں ہی کو بنایا ہے

۵۔ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ قدس کے حاضر باش ہیں،

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ
يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ (زمر - ۸)
لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى (صٰفّٰت)

اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد
احاطہ کئے ہوئے اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کرتے ہیں
عالم بالا کی باتیں شیاطین نہیں سن سکتے

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ — مجھے خدا کے بلند درباریوں کا علم نہیں جب

إِذْ يَخْتَصِمُونَ ، (ص-٥) — وہ باتیں کرتے ہیں،

قیامت کے دن بھی یہ تختِ الٰہی کے حامل اور اس بارگاہ کے حاضر باش ہونگے جو ہر وقت اُس کے ہر حکم کو بجالانے کے لیے تیار رہیں گے،

وَالْمَلَكُ عَلَىٰ أَرْجَائِهَا وَيَحْمِلُ عَرْشَ — اور فرشتے اس کے کنارے پر ہونگے اور تیرے پروردگار

رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ (حاقہ) — کے تخت کو آٹھ (فرشتے) اس دن اپنے اوپر اٹھائے ہونگے

كَلَّا إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا وَجَاءَ — ہرگز نہیں جب زمین ریزہ ریزہ کر دی جائیگی اور

رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا (فجر-١) — اور تیرا رب تشریف فرما ہوگا، اور فرشتے قطار

يَوْمَ يَقُومُ الرُّوحُ وَالْمَلَائِكَةُ صَفًّا (نبا) — جس دن روح اور فرشتے صف باندھے کھڑے ہونگے

۹- فرشتے خدا سے سرکشی اور اُسکی نافرمانی نہیں کرتے ہمیشہ اُسکی تہلیل و تقدیس اور حمد و ثنا میں مصروف رہتے ہیں، اُس کے جلال و جبروت سے ڈرتے اور کانپتے رہتے ہیں اور اُس کے حضور میں اہلِ زمین کے لیے عموماً اور نیکوکاروں کے لیے خصوصاً مغفرت کی دعا مانگا کرتے ہیں،

وَالْمَلَائِكَةُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ — اور فرشتے حمد کے ساتھ اپنے رب کی تسبیح کرتے

وَيَسْتَغْفِرُونَ لِمَنْ فِي الْأَرْضِ أَلَا — رہتے ہیں اور زمین والوں کی بخشش کی دعا مانگا کرتے

إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (شوریٰ) — ہیں ہشیار کہ بخشنے والا اور رحم کرنیوالا خدا ہی ہے

یعنی یہ دھوکا نہ ہو کہ فرشتوں کی دعا ہی رحمت و برکت کا ذاتی سبب ہے، بلکہ بخشش اور رحمت کرنیوالا صرف وہی خدائے واحد ہے اور یہ بخشش و رحمت اسی کے دستِ اختیار میں ہے،

الَّذِينَ يَحْمِلُونَ الْعَرْشَ وَمَنْ
حَوْلَهُ يُسَبِّحُونَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ
يُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ
آمَنُوا (مومن-۱)

جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہیں اور جو اسکے
پاس ہیں وہ سب اپنے پروردگار کی حمد اور
تسبیح کرتے ہیں اور اس پر ایمان رکھتے ہیں
ایمان لانے والوں کی بخشش کی دعا کرتے ہیں

وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ
وَمَنْ عِنْدَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ
عِبَادَتِهِ وَلَا يَسْتَحْسِرُونَ يُسَبِّحُونَ
اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُونَ،
(انبیاء-۲)

آسمانوں میں اور زمین میں جو کوئی ہے اسی کا ہے
اور جو اسکے پاس ہیں (یعنی فرشتے) وہ اسکے
سامنے اپنی عجز و بندگی کے اظہار سے غرور نہیں کرتے
اور نہ اسکی عبادت سے تھکتے ہیں رات دن
خدا کی پاکی بیان کرتے ہیں اور سست نہیں پڑتے

بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ لَا يَسْبِقُونَهُ
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ
...... وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ
(انبیاء-۲)

بلکہ وہ بزرگ بندے ہیں جناب میں اس کی
پر پیش دستی نہیں کرتے اور وہ اسکے حکم پر عمل
کرتے ہیں..... اور وہ اس کے خوف سے
ترساں رہتے ہیں،

لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَ
يَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ (تحریم-۱)

خدا انکو جس بات کا حکم دیتا ہے وہ اس میں اسکی
نافرمانی نہیں کرتے اور وہی کرتے ہیں جس کا انکو حکم

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ
مِنْ خِيفَتِهِ (رعد-۲)

اور بجلی کی کڑک اور فرشتے خدا کے ڈر سے اسکی حمد
و تسبیح کرتے ہیں،

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا	اور آسمانوں میں اور زمین میں جو چارپائے
فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَ	اور فرشتے ہیں وہ سب خدا کو سجدہ کرتے ہیں
هُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ	اور اس کے سامنے اپنی بڑائی نہیں کرتے وہ
مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ	اپنے مالک سے جو ان کے اوپر ہے ڈرتے رہتے
(نحل ۔ ۷)	ہیں اور وہی کرتے ہیں جس کا ان کو حکم دیا جاتا ہے

گذر چکا ہے کہ ملائکہ کا اعتقاد دنیا کے تمام مذہبوں اور قوموں میں کسی نہ کسی طرح رہا ہے لیکن ان کے اس اعتقاد میں بہت سی باتیں ایسی داخل تھیں جو توحید کامل کے منافی تھیں، اسکندریہ کے نو افلاطونی فلسفہ کے رو سے عقل اول کی اضطراری پیدائش کے بعد خدا کو معطل ہو جانا پڑا، اور فرشتوں کو عقول کی صورت میں اصلی کارفرما قرار دیا گیا تھا، عراق کے صابی اجرام سماوی کی شکل میں انکی پرستش کرتے تھے، اور ان ہی کو عالم کا فرمانروا مانتے تھے، یہود بھی انکو کسی قدر صاحب اختیار تصور کرتے تھے، اور کبھی کبھی ان کو خداوند کا درجہ دیتے تھے، جیسا کہ توراۃ (صحیفہ تکوین ۱۶ر۷، ۱۰، ۱۳، ۲۲ و ۲۱) کے قصوں میں کہیں کہیں نظر آتا ہے، ان کو وہ خدا کے بیٹوں کے خطاب سے بھی کبھی کبھی یاد کرتے تھے (دیکھو تکوین ۶ر۲) ہندوؤں میں وہ دیوتا اور دیبی بن کر ایک طرف انسانی خصائص سے ملوث تھے، اور دوسری طرف اپنے ذاتی اختیارات کے لحاظ سے چھوٹے خداؤں کے مرتبہ پر بھی مانے تھے، عیسائی ان میں سے بعض مثلاً روح القدس کو خدا کا ایک جزو تسلیم کرتے تھے اور یہ تثلیث کا ایک رکن تھا، عربوں میں فرشتے خدا کی بیٹیوں کا درجہ رکھتے تھے، وہ ان کی پوجا کرتے، اور ان کو اپنے گناہوں کا شفیع سمجھتے تھے،

Marfat.com

تعلیم محمدیؐ نے ان تمام عقائد باطلہ کو مٹا دیا، اور ایک ایک کرکے اُن میں ہر عقیدہ کی تردید کردی اور بتایا کہ فرشتے بھی خدا کی دوسری مخلوقات کی طرح ایک مخلوق ہیں، اُن کو خدائی کا کوئی حصہ حاصل نہیں، وہ صرف خدا کی اطاعت، عبادت اور اس کے احکام کی بجا آوری میں مصروف رہتے ہیں اور اُن میں سے جس کے جو کام سپرد ہے وہ اُسی کو انجام دیتا ہے، وہ ہماری ہی طرح بندۂ محض ہیں، وہ نہ عبادت کے مستحق ہیں، نہ خدا کے بے اذن وہ شفاعت کا ایک حرف زبان سے نکال سکتے ہیں، اور نہ خدا کے سامنے کچھ عرض کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں، یہودی ان کو خدا کے بیٹے اور عرب خدا کی بیٹیاں سمجھتے تھے، قرآن نے دونوں کی تردید کی اور بتایا کہ وہ انسانی خصائص اور میلانات سے پاک ہیں، وہ نہ مرد ہیں نہ عورت ہیں، نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں، اور نہ خدائی کا دعویٰ کر سکتے ہیں، وہ خدا کے خوف سے ہمیشہ کانپتے اور لرزتے رہتے ہیں،

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ
بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ
بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ يَعْلَمُ
مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا
يَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ
مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ وَمَنْ يَّقُلْ
مِنْهُمْ اِنِّىْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ
نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (انبیاء - ۲)

مشرکوں نے کہا کہ رحمان خدا نے بیٹا (بیٹیاں) بنایا ہے، وہ
اس سے پاک ہے، بلکہ یہ (فرشتے) اس کے معزز بندے ہیں
جو بات میں اس سے پیش دستی نہیں کرتے اور وہ
اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں، اللہ ان کے اگلے اور پچھلے کو
جانتا ہے، وہ شفاعت نہیں کرتے لیکن
اسی کی جس کو خدا پسند کرتا ہو، اور وہ خدا کے
خوف سے ڈرتے رہتے ہیں، اور ان میں جو یہ کہے
کہ میں خدا ہوں تو اس کو بھی اسی طرح ہم جہنم کی
سزا دیں گے، ہم ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں،

إِنَّمَا اللّٰهُ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ أَنْ	خدا تو ایک ہی ہے، وہ اس سے پاک ہے کہ
يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ	کوئی اس کا اولاد ہو، آسمانوں میں اور زمین میں
وَمَا فِي الْأَرْضِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا	جو کچھ ہے وہ اُسکی ملکیت ہے، اور خدا کافی وکیل
لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ أَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا	ہے کافی ہے، مسیح کو اس سے عار نہ ہوگا کہ وہ
لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ	خدا کا بندہ ہو، اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہوگا
يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ	ہے اور جو لوگ اسکی عبادت سے عار اور غرور کرینگے تو
فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيْعًا (نساء)	اُن سب کو اپنے پاس اکٹھا کریگا،
وَلَا يَأْمُرَكُمْ أَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ	خدا اس کا حکم تم کو نہیں دیتا، کہ تم فرشتوں کو
وَالنَّبِيّٖنَ أَرْبَابًا أَيَأْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ	اور پیغمبروں کو خدا بنا دو کیا تمکو مسلمان ہونے کے
بَعْدَ إِذْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ (آل عمران)	بعد کفر کرنے کا حکم دیگا،
وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ يَقُوْلُ	اور جس دن وہ سب کو جمع کریگا، پھر فرشتوں
لِلْمَلٰٓئِكَةِ أَهٰٓؤُلَآءِ إِيَّاكُمْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ	سے کہیگا کہ کیا یہ مشرکین تمہیں کو پوجتے تھے، وہ
قَالُوْا سُبْحٰنَكَ أَنْتَ وَلِيُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ	کہینگے پاک ہے تو، تو ہمارا والی ہے، وہ نہیں
بَلْ كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ	بلکہ وہ جنوں کو پوجتے تھے، اور اکثر انہیں
بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ (سبا - ٥)	جنوں پر ایمان لائے تھے،
يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا	جس دن روح اور فرشتے صف بستہ خدا کے
لَا يَتَكَلَّمُوْنَ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ	سامنے کھڑے ہونگے تو کچھ بول نہ سکیں گے لیکن

Marfat.com

الرحمن وقال صوابا (نبا-٢)
وكم من ملك في السموات لا تغني
شفاعتهم شيئا الا من بعد ان
ياذن الله لمن يشاء ويرضى (نجم)
افاصفاكم ربكم بالبنين واتخذ
من الملئكة اناثا انكم لتقولون
قولا عظيما، ولقد صرفنا في هذا
القران ليذكروا وما يزيدهم
الا نفورا قل لو كان معه الهة
كما يقولون اذا لابتغوا الى ذي العرش
سبيلا سبحنه وتعالى عما
يقولون علوا كبيرا تسبح له
السموت السبع والارض ومن
فيهن (اسرائيل ١٥-٥)
وجعلوا الملئكة الذين هم عبد
الرحمن اناثا اشهدوا خلقهم
ستكتب شهادتهم ويسئلون و

وہ جسکو وہ مہربان اجازت دے اور وہ ٹھیک بات کہے
اور آسمانوں میں کتنے فرشتے ہیں جن کی سفارش
کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچا سکتی لیکن اسکے بعد کہ
خدا جسکو چاہے اجازت دے اور پسند کرے،
کیا تمہارے خدا نے بیٹوں کو پسند کیا اور خود
فرشتوں میں سے لڑکیاں اپنے لئے پسند کیں تم یقیناً
بہت بڑی بات منہ سے نکالتے ہو، اور ہم نے
اس قرآن میں پھیر پھیر کر سمجھنے کو باتیں بیان
کی ہیں، لیکن یہ انکی نفرت کو اور بڑھاتا ہے کہدو اے
پیغمبر کہ اگر اس ایک خدا کے ساتھ اور بھی چند
خدا ہوتے تو اس تخت والے خدا کی طرف وہ راستہ
ڈھونڈتے کہ اسکے ہاتھ سے حکومت چھین کر خود
قبضہ کر لیں، یہ مشرک جو کہتے ہیں، خدا اس سے بلند
و برتر ہے ساتوں آسمان اور زمین اور جو انمیں ہیں
اور ان مشرکوں نے فرشتوں کو جو رحمت والے خدا
کے بندے ہیں عورتیں بنا دیا، کیا وہ انکی پیدائش
کے وقت حاضر تھے ہم انکی گواہی لکھیں گے،

Marfat.com

وَقَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَا لَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ (زخرف-۲)

اور اُن سے اُن کی بازپرس کی جائیگی اور انھوں نے کہا کہ اگر خدا چاہتا تو ہم اُن (فرشتوں) کو نہ پوجتے، انہیں اس کا (تحقیقی) علم نہیں، وہ محض

قرآن پاک میں اس مفہوم کی اور بہت سی آیتیں ہیں، مگر یہاں استقصار مقصود نہیں، یہودیوں کا خیال تھا کہ فرشتے کھاتے پیتے بھی ہیں، چنانچہ توراۃ میں جہاں حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتوں کے آنے کا ذکر ہے، یہ بھی مذکور ہے کہ ابراہیمؑ نے اُن کے لئے دعوت کا سامان کیا اور انھوں نے کھایا" (تکوین ۱۸-۸) لیکن قرآنِ پاک نے اس قصہ کو دہرا کر یہ تصریح کر دی ہے کہ فرشتے انسانی ضرورتوں سے پاک ہیں، چنانچہ حضرت ابراہیمؑ نے اُن کے لئے دعوت کا سامان کیا مگر،

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّاۤ اُرْسِلْنَاۤ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ (ھود-۷)

جب ابراہیمؑ نے دیکھا کہ وہ کھانے کو ہاتھ نہیں لگاتے تو انکو وہ انجان معلوم ہوئے اور دل میں ڈر ... انھوں نے کہا ڈرو نہیں ہم لوط کی قوم کی طرف

کفارِ قریش کا مطالبہ تھا کہ انسان کے بجائے کوئی فرشتہ پیغمبر بنا کر کیوں نہیں بھیجا گیا، اُس کے جواب میں کہا گیا،

وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۝ (انعام-۱)

اور اگر ہم پیغمبر کو فرشتہ بنا کر بھیجتے تو آدمیوں کیلئے اسکو بھی آدمی ہی بناتے اور جس شبہ میں اب ہم نے ان کو ڈالا ہے، اسی میں وہ پھر بھی پڑے رہتے (زمین میں بسنے والے کہتے) کہ تم

اس آیت اور دوسری آیتوں سے ملکوتیت اور بشریت کی قوتوں کا اختلاف ظاہر ہے، تاہم فرشتے

کبھی کبھی عارضی طور سے انسان کے مثالی لباس میں بھی جلوہ گر ہوتے ہیں، جیسا کہ حضرت مریمؑ وغیرہ کے قصوں میں ہے،

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (مریم رکوع ۲) وہ فرشتہ ایک اچھے خاصے بشر کی مثالی صورت میں ظاہر ہوا

یہی وہ صورت تھی جس میں حضرت ابراہیمؑ کو فرشتوں کے انسان ہونے کا دھوکا ہوا اور اُن کے لئے دعوت کا سامان کیا، مگر یہ دھوکا جلد رفع ہوگیا اور معلوم ہوگیا کہ وہ انسان کی مثالی صورت میں فرشتے ہیں

ان تمام تفصیلات کے بعد یہ غور کرنا ہے کہ فرشتوں پر ایمان لانے سے اسلام کا کیا مقصود ہے؟ حقیقت میں ان سے دو باتیں مقصود ہیں۔

۱۔ ایک یہ کہ اسلام سے پہلے بُت پرست اقوام اور دوسرے اہلِ مذاہب میں ان فرشتوں کو خدائی کا جو مرتبہ دیا گیا تھا، اُس غلط عقیدہ کو مٹا کر یہ حقیقت ظاہر کیجائے کہ اُنکی حیثیت بلحاظ رتبہ محکوم بندہ کی ہے، جب تک اسکی تصریح نہ ہوتی، کلمۂ احد کی تکمیل ممکن نہ تھی،

۲۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ مادہ کے خواص وطبائع کو دیکھ کر مادہ پرست جہاں مادی خواص وطبائع کی بالذات کارفرمائی کا یقین کرتے ہیں، اسکا ازالہ کیا جائے، کیونکہ یہی چیز انکی ٹھوکر کا باعث ہوتی ہے اور بالآخر خدا کے انکار تک انکو لیجاتا ہے، در حقیقت ان مادی خواص طبائع پر روحانی اسباب مسلط ہیں جو خدا کے حکم سے اسکے مقررہ اصول کے مطابق نظام عالم کو چلارہے ہیں، مادہ اور اُسکے خواص بالذات مؤثر نہیں بلکہ کوئی دوسرا ہے جو اپنے ارواحِ مجردہ کے ذریعہ سے انکو مؤثر بناتا ہے، اس عقیدہ سے مادیت کا بت ہمیشہ کیلئے ٹوٹ جاتا ہے، غرض منزہ خالق اور مادی مخلوق کے درمیان احکام وشرائع کا نزول اور قدرتِ الٰہی کے افعال کا صدور ان ارواحِ مجردہ کے ذریعہ ہوتا ہے۔

Marfat.com

رسولوں پر ایمان

درس سولہ

یہ عقیدہ اسلام کی ان خصوصیات میں سے ہے جن کی تکمیل صرف انہی کے ذریعہ سے انجام کو پہنچی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وجودِ مبارک سے پہلے دنیا کی ہر قوم کو، بجائے خود یہ خیال تھا کہ وہی اللہ تعالیٰ کی خاص محبوب اور پیاری ہے، تمام دنیا کی قوموں میں ہدایت ربانی کیلئے وہی منتخب کی گئی ہے اس کے علاوہ دنیا کی تمام قومیں اس فیض سے قطعاً محروم ہیں اور رہیں گی اسی کی سرزمین دیوتاؤں اور دیبیوں کا مسکن اور اسی کی زبان خدا کی خاص مقدس زبان ہے، بابل و نینوا ہو یا مصر و یونان، ایران ہو یا آریہ ورت ہندوستان، ہر ملک کے لوگوں کو بجائے خود تنہا خدا کی مقدس اور برگزیدہ مخلوق ہونے کا دعویٰ تھا، اور وہ صرف اپنے کو خدا کے پیغام اور خطاب سے مشرف ہونے کا مستحق جانتے تھے، لیکن تعلیم محمدی نے تنگ خیالی کے اس محدود دائرہ کو دنیا کی عظیم الشان وسعت سے بدل دیا، آپ نے یہ سکھایا کہ دنیا کی تمام قومیں خدا کی نظر میں یکساں ہیں، نہ عرب کو عجم پر اور نہ عجم کو عرب پر فضیلت ہے اور نہ کالے کو گورے پر اور نہ گورے کو کالے پر کوئی تقدم حاصل ہے[1] ساری زمین خدا کی ہے اور تمام قومیں ایک خدا کی مخلوق ہیں، آپ نے فرمایا لوگو تم سب ایک ہی باپ آدم کی

---

[1] مسند احمد بن حنبل، انا ابو نضرۃ باہلی،

اولاد ہو، اور وہ مٹی سے پیدا ہوا تھا،[1] اسی طرح یہ بھی تعلیم دی کہ انسانوں اور قوموں کا امتیاز رنگ روپ، ملک، وطن، قوم اور زبان سے نہیں ہے، بلکہ صرف تقویٰ اور نیکوکاری سے ہے،[2]

اس تعلیم کا سب سے پہلا نتیجہ یہ تھا کہ قوموں اور ملکوں کی فطری فضیلت کی پرانی داستان فراموش ہوگئی، دنیا کی تمام قومیں ایک سطح پر آگئیں، اور مساواتِ انسانی کا راستہ صاف ہوگیا، بنی اسرائیل جن کو خدا کا کنبہ ہونے پر ناز تھا، وحی محمدی نے ان کی اس حیثیت کے تسلیم کرنے سے انکار کیا،

بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ (مائدہ ۳)	بلکہ تم بھی خدا کی مخلوقات میں بشر ہو،

بنی اسرائیل کو دعویٰ تھا کہ نبوت و پیغمبری صرف انہی کے خاندان کا ورثہ ہے، جس طرح اس آریہ ورت کا دعویٰ ہے کہ خدا کی بولی صرف یہیں کے رشیوں اور منیوں نے سنی جو وید کے اوراق میں محفوظ ہے، اسی طرح دوسری قوموں کو بھی اپنی اپنی جگہ پر یہی خیال تھا، اسلام نے اس تخصیص کو خدا کے انصاف و عدل و کرم اور رحمتِ عام کے منافی قرار دیا، اور کہدیا،

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ	یہ (نبوت) اللہ کی مہربانی ہے جسکو چاہے دے
وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (جمعہ ۱)	اور اللہ بڑی مہربانی والا ہے،
قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ اَنْ	کہدو کہ ہدایت اللہ کی ہدایت ہے (آل عمران)
يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ	اپنے ہم مذہبوں سے کہتے ہیں کہ کیا یہ ممکن ہے کہ جیسا
عِنْدَ رَبِّكُمْ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ	دین تمکو دیا گیا کسی اور کو بھی ملنے پائے گا
يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ	والے تم سے خدا کے آگے جھگڑ سکیں کہدو کہ

[1] جامع ترمذی آخر کتاب المناقب [2] قرآن اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ،

يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔

(آل عمران ـ ٨٠)

(یہ نبوت کا) فضل اللہ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے اس کو دیتا ہے اور اللہ کی رحمت سب پر عام ہے اور وہ سب کی مصلحتوں کو اچھی طرح جانتا ہے اور جسکو چاہتا ہے اپنی رحمت کیساتھ مخصوص کر لیتا ہے وہ بڑے فضل والا ہے۔

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (بقرہ ـ ١٣)

اہل کتاب میں جو منکر ہیں وہ نہیں پسند کرتے اور نہ مشرکین پسند کرتے ہیں کہ تم پر تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی بھلائی نازل ہو اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جسکو چاہتا ہے مخصوص کرتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے

اس نے یہ تعلیم دی کہ روئے زمین کی ہر آبادی میں، ہر قوم میں اور ہر زبان میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسکی راہ دکھانے والے، اسکی آواز پہنچانے والے اور انسانوں کو انکی غفلت سے جگانے والے پیغمبر پے بہ پے آئے اور یہ سلسلہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تک برابر جاری رہا۔

بعثتِ محمدیؐ سے پہلے دنیا کی کل آبادی مختلف گھرانوں میں بٹی ہوئی اور ایک دوسرے سے ناآشنا تھی ہندوستان کے رشیوں اور منیوں نے آریہ ورت کے باہر کی دنیا کو خدا کی آواز سننے کا کبھی مستحق نہیں سمجھا تھا ان کے نزدیک پرمیشور صرف آریہ ورت کی ہدایت اور رہنمائی کا خواہاں تھا زردشت نے پاک نژادانِ ایران کے سوا سب کو یزدان کے جلوہ نورانی سے محروم یقین کیا تھا بنی اسرائیل اپنے خانوادہ کے سوا کہیں اور کسی نبی یا رسول کی بعثت کا تصور بھی نہیں کر سکتے

عیسائی صرف اپنے کو خدا کی فرزندی کا حق سمجھتے تھے لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر بتایا کہ خدا کی ہدایت اور رہنمائی کے ظہور کے لیے کسی ملک قوم اور زبان کی تخصیص نہیں، انکی نگاہ میں عرب و عجم، شام و ہند سب برابر ہیں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر ہیں انھوں نے پورب پچھم اتر دکھن ہر ملک اور ہر قوم میں خدا کا نور دیکھا اور ہر زبان میں اس کی آواز سنی۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس)	اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔
وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (نحل)	اور یقیناً ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا
وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ رُسُلًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ (روم-۵)	اور ہم نے تجھ سے پہلے کتنے رسول انکی اپنی قوم میں بھیجے۔
وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (رعد-۱)	اور ہر قوم کے لیے ایک رہنما آیا۔
وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر-۳)	اور کوئی قوم نہیں جس میں ایک ہشیار کرنے والا نہ آیا ہو۔
وَكَمْ أَرْسَلْنَا مِن نَّبِيٍّ فِي الْأَوَّلِينَ	اور ہم نے پہلی قوموں میں کتنے پیغمبر بھیجے
وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ (ابراہیم)	اور ہم نے ہر پیغمبر کو اس کی قوم کی بولی میں بھیجا تاکہ وہ انکو بتا سکے

اس آخری آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ رسول تعلیم الٰہی تشریح و بیان کے لیے مامور ہیں، ایک یہودی کے لیے حضرت موسیٰ کے سوا کسی اور کو پیغمبر ماننا ضروری نہیں ایک عیسائی تمام دوسرے پیغمبروں کا انکار کر کے بھی عیسائی رہ سکتا ہے ایک ہندو تمام دنیا کو ملیچھ، شودر اور

چنانچہ کہکر بھی پکا ہندو رہ سکتا ہے، ایک زردشتی تمام عالم کو بحر ظلمات کہکر بھی نورانی ہو سکتا ہے، اور وہ ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کو نعوذ باللہ جھوٹا کہکر بھی دینداری کا دعوی کرسکتا ہے، لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ناممکن کردیا ہے، کہ کوئی اُن کی پیروی کا دعویٰ کرکے ان سے پہلے کسی پیغمبر کا انکار کرسکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تہجد میں جو دعا پڑھتے تھے، اُس میں ایک فقرہ یہ بھی ہوتا تھا، وَالنَّبِيُّوْنَ حَقٌّ وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ[1] سب نبی برحق تھے اور محمد بھی برحق ہیں، غرض کوئی شخص اُس وقت تک محمدی نہیں ہو سکتا، جبتک وہ پہلے موسوی عیسوی اور سلیمانی و داؤدی نہ بن لے، اور کوئی شخص اُس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا، جبتک وہ دنیا کے تمام پیغمبروں کی یکساں صداقت حقانیت، راستبازی اور معصومیت کا اقرار نہ کرے اور یہ یقین نہ کرے کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے عرب کی طرح ہر قوم کو اپنی ہدایت اور رہنمائی سے سرفراز کیا ہے اور انکا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا کہ

إِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ	بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں کا انکار
وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ	کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں
رُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ	کے درمیان فرق کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض کو
وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا	مانیں گے اور بعض کو نہیں مانیں گے اور چاہتے
بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ	ہیں کہ اسکے بیچ بیچ میں کوئی راستہ نکالیں
الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا وَاَعْتَدْنَا	وہی درحقیقت میں کافر ہیں اور کافروں کے
لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا وَالَّذِيْنَ	لیے ہم نے اہانت والا عذاب تیار رکھا ہے،

[1] صحیح بخاری باب التہجد،

آمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا
بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ
يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (نساء - ۲۱)

اور جو اللہ پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے
اور ان رسولوں میں سے کسی کے درمیان فرق
نہیں کیا تو وہی لوگ ہیں جن کی مزدوری خدا
ان کو دیگا اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے

وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ
(بقرہ - ۲۲)

اور فرشتوں پر کتاب پر اور سب نبیوں
پر ایمان لانا نیکی ہے،

وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَ
كُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ
ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا (نساء - ۲۰)

اور جس نے خدا کا اور اس کے فرشتوں کا
اور اس کی کتابوں کا اور اسکے رسولوں کا
اور قیامت کا انکار کیا، وہ نہایت سخت گمراہ ہوا

بقرہ کے خاتمہ میں ہے،

كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ
وَرُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ
رُّسُلِهٖ (بقرہ - ۴۰)

ہر ایک خدا پر اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی
کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا ہم
خدا کے رسولوں کے درمیان تفریق نہیں کرتے

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ،
(بقرہ - ۱۷ - و آل عمران - ۹)

ہم ان پیغمبروں میں سے کسی کے درمیان تفریق
نہیں کرتے،

پیغمبروں میں تفریق کرنے کے یہ معنی ہیں کہ ان میں سے بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں، اسلام نے اس کی ممانعت کی، اور عام حکم دیا کہ دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کو یکساں خدا کا رسول تسلیم

اور راست باز تسلیم کیا جائے،

یہودی حضرت عیسیٰ کو نعوذ باللہ جھوٹا اور کاذب سمجھتے اور اُن پر طرح طرح کی تہمتیں لگاتے تھے، اور اب بھی ان کا یہی عقیدہ ہے، یہودیت اور اسلام میں جو اشتراک ہے، وہ مسیحیت سے زیادہ ہے، اس لیے اگر اسلام کی راہ میں حضرت مسیح کا نام نہ آئے، تو بہت سے یہود مسلمان ہونے کو تیار ہو جائیں، مگر اسلام نے کبھی یہ ننگ گوارا نہیں کیا، اور جب تک کسی یہودی سے حضرت عیسیٰ کی نبوت معصومیت اور تقدس کا اقرار نہیں لے لیا، اسکو اپنے دائرہ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی، چنانچہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بہت سے یہود آپ کی رسالت اور شریعت پر ایمان لانے کو تیار تھے مگر حضرت عیسیٰ کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انکی دوستی کے عظیم الشان فائدوں سے محروم رہنا گوارا کیا، مگر مسیح علیہ السلام کی سچائی سے انکا محروم رہنا قبول نہ فرمایا، اور اُن سے صاف کہا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقِمُونَ مِنَّا	اے یہود! کیا ہم سے تمکو صرف یہ ہی کہ ہم
إِلَّا أَنْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا	خدا پر، اور جو ہماری طرف اُتارا گیا، اور
وَمَا أُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ وَأَنَّ أَكْثَرَكُمْ	جو پہلے اتارا گیا، اس پر ایمان رکھتے ہیں اور
فَاسِقُونَ (مائدہ ۲-۹)	تم میں اکثر بے حکم ہیں،

خود قریش کا یہ حال تھا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے نام سے جلتے تھے، تاہم اُن کی خاطر سے حضرت عیسیٰ کی نبوت، تقدس، اور معصومیت کا انکار نہیں کیا گیا، قرآن نے کہا،

وَلَمَّا ضُرِبَ ابْنُ مَرْيَمَ مَثَلًا إِذَا	اور جب مریم کے بیٹے کی کہاوت بیان کیگئی

قَوْمُكَ مِنْهُ يَصِدُّونَ وَقَالُوا أَآلِهَتُنَا خَيْرٌ أَمْ هُوَ مَا ضَرَبُوهُ لَكَ إِلَّا جَدَلًا بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُونَ، إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ، (زخرف ۲۰)

تو تیری قوم اس سے چلانے لگتی ہے اور بولی کہ ہمارے معبود اچھے ہیں، یا وہ، یہ نام جو وہ تجھ پر دھرتے ہیں، صرف جھگڑنے کو بلکہ وہ جھگڑالو ہیں، وہ ایک بندہ ہے جس پر ہم نے فضل کیا،

قریش کو معلوم تھا کہ اسلام عیسیٰ بن مریم کو بندہ اور رسول مانتا ہے، خدا نہیں، باوجود اس کے عیسائیوں کی طرح مسلمانوں پر بھی حضرت عیسیٰ کے ماننے کی وجہ سے عیسیٰ پرستی کا الزام دھرتے تھے، قرآن نے ان کے اس بے معنی اعتراض کی تردید کی،

اسلام میں پیغمبروں کی کوئی تعداد محدود نہیں ہے، طبرانی کی ایک ضعیف روایت میں ہے کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء مبعوث ہوئے، دوسری روایت میں اس سے کم تعداد بھی مروی ہے، قرآن پاک میں نام کے ساتھ صرف انہی انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہے، جن سے عرب مانوس تھے، یا ان کے ہمسایہ یہود و نصاریٰ کے صحیفوں میں جن کے تذکرے تھے، قرآن میں بعض ایسے انبیاء بھی مذکور ہیں جن سے صرف عرب واقف تھے، اور یہود و نصاریٰ بے خبر تھے، مثلاً حضرت ہودؑ اور حضرت شعیبؑ، بعض ایسے بھی ہیں، جن کو یہود و نصاریٰ جانتے تو تھے، لیکن پیغمبر نہیں تسلیم کرتے تھے، مثلاً حضرت داودؑ، اور حضرت سلیمانؑ، وحی محمدی نے ان سب کو پیغمبر تسلیم کیا، اور ان کی صداقت و عظمت کا اقرار کیا،

اسی سلسلہ میں ایک اور واقعیت کی طرف بھی اشارہ کر دینا مناسب ہے، اسلام سے پہلے نبوت و رسالت، اور پیغمبری کی کوئی خاص واضح اور غیر مشتبہ حقیقت دنیا کے سامنے نہ تھی، یہود کے

Marfat.com

ہاں نبوت کے معنی صرف پیشین گوئی کے تھے، اور نبی پیشین گو کو کہتے تھے، اور جس کے متعلق وہ یقین رکھتے تھے، کہ اُس کی دعا یا بددعا فوراً قبول ہو جاتی ہے، اسی لئے حضرت ابراہیمؑ، حضرت یونسؑ، حضرت اسحقؑ، حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی نبوت اور رسالت کا محض دھندلا سا خاکہ اُن کے ہاں موجود ہے بلکہ حضرت ابراہیمؑ کے مقابلہ میں شام کے کاہن ملک کی پیغمبرانہ شان انکے نزدیک زیادہ نمایاں معلوم ہوتی ہے،[1] حضرت داودؑ اور سلیمانؑ کی حیثیت انکے ہاں صرف بادشاہ کی ہے، اور اُن کے زمانہ کے پیشین گوئی کرنے والے پیغمبر اور ہیں یہی سبب ہے کہ یہود کے قصوں اور کتابوں میں اسرائیلی پیغمبروں کی طرف نہایت بخت باتیں بے تامل منسوب کی گئی ہیں، عیسائیوں کے ہاں بھی رسالت اور نبوت کی کوئی واضح حقیقت نہیں بیان کی گئی ہے ورنہ یہ نہ کہا جاتا کہ مجھ سے پہلے جو آئے، وہ چور اور ڈاکو تھے،[2] موجودہ انجیلوں میں نہ خدا کے نبیوں کی تعریف ہے، نہ انکے تذکرے ہیں، نہ انکی سچائی اور صداقت کی گواہی ہے، حضرت زکریاؑ اور حضرت یحییٰؑ جن کے تذکرے انجیل میں ہیں، وہ بھی پیغمبرانہ شان کے ساتھ اُن کے ہاں مسلّم نہیں لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر اس جلیل القدر منصب کی حقیقت ظاہر کی، اسکے فرائض بتائے، اسکے خصوصیات کا اظہار کیا، اور اُن سب پر ایمان لانے کو نجات کا ضروری ذریعہ قرار دیا، آپ نے بتایا کہ نبوت و رسالت خاص خاص انسانوں کو خدا کا بخشا ہوا ایک منصب ہے جنکو دیکر وہ دنیا میں اس غرض سے بھیجے گئے کہ وہ خدا کے احکام لوگوں کو بتائیں اور سچائی اور نیکی کا راستہ اُن کو دکھائیں، وہ ہادی (رہنما) نذیر (ہشیار کرنیوالے) داعی (خدا کی طرف بلانیوالے) مبشر (خوشخبری

---

[1] دیکھو توراۃ صحیفہ تکوین باب ۲۰، ۷ ع تکوین ۱۴-۱۸ ع[2] انجیل،

Marfat.com

سنانے والے، معلم (سکھانے والے) مبلّغ (خدا کے احکام پہنچانے والے)، اور نور و روشنی تھے، خدا اُن سے ہم کلام ہوتا تھا، اپنی باتوں سے اُن کو مطلع کرتا تھا، اور وہ اُن سے دوسرے انسانوں کو آگاہ کرتے تھے، وہ گناہوں سے پاک اور برائیوں سے محفوظ تھے، وہ خدا کے نیک اور مقبول بندے تھے، اور اپنے عہد کے سب سے بہتر انسان تھے، اُن کے سب کام خدا کے لیے تھے، اور خدا اُن کے لیے تھا۔ یہ ہستیاں اپنے فرائض کو انجام دینے کے لیے ہر قوم میں پیدا ہوئیں، جنھوں نے اُن کو مانا، نجات پائی، اور جنھوں نے جھٹلایا، ہلاک و برباد ہوے، قرآنِ پاک نے اُن کی زندگی کے سوانح، اُن کی تبلیغ کی روداد، اُن کے اخلاق کی بلند مثالیں، اور اُن کی خداپرستی کا اخلاص اس طرح بیان کیا ہے کہ اُن کے پڑھنے اور سننے سے اُن کی پیروی کا جذبہ، اُن کے اتباع کا شوق، اور اُن کی صداقت کا یقین دلوں میں پیدا ہو جاتا ہے، اور ساتھ ہی اُس نے شانِ نبوت کے خلاف جو غلط باتیں دوسرے صحیفوں میں اُن کی طرف منسوب تھیں اُنکو چھوڑ دیا ہے، اور یا اُنکی تردید کر دی ہے۔

الغرض نبوت اور رسالت کی سب سے اہم خصوصیت اسلام نے جو یہ قرار دی کہ نبی اور رسول گناہوں سے پاک اور برائیوں سے محفوظ اور معصوم ہوتے ہیں، بنی اسرائیل کو نبوت اور رسالت کے اس بلند تخیل کی ہوا بھی نہیں لگی تھی، اس لیے انھوں نے نہایت بے باکی سے اپنے پیغمبروں کی طرف ہر قسم کے گناہ منسوب کر دیئے، عیسائی ایک حضرت عیسیٰ کو تو معصوم کہتے ہیں، باقی سب کی گنہگاری کے قائل ہیں، لیکن اسلام نے دنیا کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کی عظمت کی ایک ہی سطح قائم کی ہے، اُنکے نزدیک گناہوں سے پاکی اور عصمت تمام انبیاء اور مرسلین کا مشترک وصف ہے، کیونکہ گنہگار گناہگاروں کی رہنمائی کا مستحق نہیں، اور اندھا اندھے کو راہ نہیں دکھا سکتا، اس بنا پر مجھے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی و تعلیم نے خدا کے تمام معصوم رسولوں کی عظمت و جلالت دنیا میں قائم کی اور جن کو باطنیوں نے ان کی عصمت و بے گناہی کے دامن پر اپنے وہم و نادانی سے داغ لگائے تھے ان کو دھو کر پاک صاف کیا، اور یہ رسالت محمدی کا عظیم الشان کارنامہ ہے،

خود انجیل کے واقعہ سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ احکام عشرہ کے برخلاف اپنی ماں کی عزت نہیں کرتے تھے، قرآن نے اس کی تردید کی، اور حضرت عیسیٰ کی زبان سے کہلوایا،

وَبَرًّا بِوَالِدَتِي وَلَمْ يَجْعَلْنِي جَبَّارًا شَقِيًّا (مریم-۲)	اور مجھ کو اپنی ماں کے ساتھ نیکی کرنے والا، اور مجھ کو خدا نے جبار اور بدبخت نہیں بنایا

کیونکہ احکام عشرہ کے مطابق ماں باپ کا ادب بھی کرنا نیکی تھی، اسی طرح موجودہ انجیل نے حضرت عیسیٰ پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ نماز و روزہ کی پروا نہیں کرتے تھے، قرآن نے انکی زبان سے کہلوایا

وَأَوْصَانِي بِالصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ مَا دُمْتُ حَيًّا (مریم-۲)	اور خدا نے مجھ کو نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا، جب تک میں جیتا رہوں،

یہود حضرت مریم پر تہمت رکھتے تھے، قرآن نے اس الزام کو دور کیا، اور کہا،

وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيهِ مِن رُّوحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمَاتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهِ وَكَانَتْ مِنَ الْقَانِتِينَ (تحریم-۲)	اور مریم بنت عمران جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو ہم نے اس میں اپنی روح پھونکی اور اس نے اپنے پروردگار کی باتوں اور اس کی کتابوں کو سچ جانا، اور وہ بندگی کرنے والوں میں تھی

وہم پرست یہود حضرت سلیمانؑ کو گنڈہ، تعویذ اور عملیات وغیرہ کا موجد سمجھتے تھے حالانکہ سحر و جادو

وغیرہ توراۃ میں شرک قرار دیا جا چکا تھا، قرآن نے علانیہ یہودیوں کے اس الزام کی تردید کی،

وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَٰكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ (بقرہ ۱۲)

اور سلیمان نے کفر کا کام نہیں کیا، بلکہ شیطانوں نے کیا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے،

اسی طرح حضرت لوطؑ پر بدکاری کا جو الزام یہود لگاتے ہیں اس کی تردید کی،

اوپر گذر چکا ہے کہ قرآن نے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے تمام پیغمبروں کے نام نہیں بتلائے ہیں کہ صرف ناموں کی فہرست یا نامعلوم اشخاص کے نام لے لینے سے دلوں میں جوش عقیدت نہیں پیدا ہو سکتا، تاہم معلوم تھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدائے دعوت ایک دن دنیا کے کناروں تک پہنچے گی، اور بہت سی غیر قومیں اور دوسرے انبیاء کی امتیں اس حلقہ میں داخل ہونگی اور اپنے اپنے انبیاء کا نام و نشان صحیفۂ محمدی میں تلاش کریں گی، اس لئے ایک جامع آیت میں تمام انبیاء کا تذکرہ کر دیا گیا، اور ان کی صداقت کی پہچان بتادی گئی، فرمایا،

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِن بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَىٰ وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ

ہم نے اے محمد تمہارے پاس وحی بھیجی جس طرح نوحؑ اور ان کے بعد کے پیغمبروں کے پاس بھیجی اور ہم نے ابراہیمؑ کو اور اسمٰعیل کو اور اسحاق کو اور یعقوب کو اور ان کی اولاد کو اور عیسیٰ کو اور ایوب کو اور یونس کو اور ہارون کو اور سلیمان کو وحی بھیجی، اور داؤد کو زبور عطا کی اور دوسرے رسولوں کو بھیجا جن کا حال ہم

مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ
وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوسٰى تَكْلِيمًا رُسُلًا
مُّبَشِّرِينَ وَمُنْذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ
لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ
وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيزًا حَكِيمًا،
(نساء-۲۳)

ہم نے پہلے بیان کیا ہی اور ان رسولوں کو جن کا
حال ہم نے تم سے بیان نہیں کیا، اور خدا نے
موسیٰ سے بات کی، اور ان رسولوں کو خوشخبری
سنانے والا اور ہشیار کرنے والا بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کو
رسولوں کے آجانے کے بعد خدا کے آگے کوئی عذر باقی
نہ رہ جائے اور خدا غالب و دانا ہے،

انبیا کے متعلق یہی حقیقت سورۂ مومن میں دوبارہ بیان کی گئی ہے،

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ
مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ
مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ (مومن)

اور ہم نے یقیناً تم سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے
ان میں کچھ وہ ہیں جن کا حال تم سے بیان کیا گیا
اور کچھ وہ ہیں جن کا حال تم سے بیان نہیں کیا

تعلیم محمدی کے اصول کے مطابق یہ یقین کرنا ضروری ہو کہ دنیا کی بڑی بڑی قوموں اور ملکوں جیسے چین، ایران اور ہندوستان میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے خدا کے انبیاء مبعوث ہو چکے ہیں اور اس لیے یہ تمام قومیں اپنے جن بزرگوں کی عزت و عظمت کرتی ہیں اور اپنے دینی مذہب کو جنکی طرف منسوب کرتی ہیں، ان کی صداقت اور راستبازی کا قطعی انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا، اسی بنا پر بعض علمائے ہندوستان کے کرشن اور رام[1] کو بلکہ ایران کے زردشت[2] کو بھی، اور بعض صاحبوں نے تو بودھ تک کو پیغمبر کہا ہی، بہر حال امکان میں تو شک ہی نہیں لیکن یقین کے ساتھ ان

---

۱ کلمات طیبات حضرت شاہ مرزا مظہر جانجاناںؒ ۲ ملل و نحل ابن حزم

ناموں کی تعیین بھی حد سے تجاوز کرنا ہے۔ اصل یہ ہے کہ قرآن نے انبیا کی دو قسمیں کی ہیں، ایک وہ جن کے ناموں کی اُس نے تصریح کی ہے اور دوسرے وہ جن کے نام اُس نے بیان نہیں کیے ہیں۔ اس لیے حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کے نام مذکور ہیں، تمام مسلمانوں کو اُن پر نام بنام ایمان لانا چاہیے اور جن کے نام مذکور نہیں، اُنکی نسبت صرف یہ اجمالی ایمان کافی ہے کہ ان قوموں میں بھی خدا کے فرستادہ اور پیغمبر آئے تھے، گو بہ تخصیص اُن کے نام نہیں معلوم ہیں۔ سو وہ قومیں جن کا نام لیتی ہیں، اگر اُنکی زندگی اور اُنکی تعلیم نبوت اور رسالت کی شان کے مطابق ہیں، تو ان کی نبوت اور رسالت کی طرف رجحان اور میلان بلکہ قرینۂ غالب ہو سکتا ہے، لیکن یقین اس لیے نہیں کیا جا سکتا کہ ہمارے پاس ان باتوں پر یقین کرنے کا ذریعہ صرف وحی ہے، اور وہ اس تخصیص و تعیین سے خاموش ہے،

اس قسم کے انبیاء جن کے نام گو قرآن میں مذکور نہیں، مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے گذر چکے ہیں، اور اُن کے پیرو اُن کو اپنے ہاں نبوت و رسالت کا درجہ دیتے ہیں، اُنکی شناخت اور پہچان کا ایک اصول قرآن نے مقرر کیا ہے اور وہ یہ ہے کہ انھوں نے اپنی قوم کو توحید کی تعلیم دی ہو

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا	اور ہم نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ
أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ (نحل-۵)	کی پرستش کرو، اور جھوٹے معبود سے بچے رہو،
وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ	اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں بھیجا
إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا	لیکن اس کو یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی خدا
أَنَا فَاعْبُدُونِ (انبیاء-۲)	نہیں مجھی کو پوجو،

اس لیے وہ تمام قدیم رہبرانِ انسانی اور رہنمایانِ عالم جو دنیا میں کسی مذہب کو لائے اور

جنکی تبلیغ و تعلیم توحید کی دعوت اور بت پرستی سے اجتناب تھی اور جن کی زندگی اس تعلیم کے شایانِ شان تھی ان کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اپنی قوم کے اور اپنے وقت کے رسول اور پیغمبر نہ تھے کہ ایسی بڑی بڑی قومیں خود قرآن کے اصول کے مطابق انبیاء اور رسولوں کے وجود سے خالی نہیں رہ سکتی تھیں یہی بنا اسلام کی ان تلقینات میں سے جن کے تسلیم کیے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا ایک یہی ہے کہ وہ تمام ملکوں کے پیغمبروں اور تمام قوموں کے رسولوں کو جو حضرت خاتم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے پہلے پیدا ہوئے یکساں صداقت کے ساتھ تسلیم کرے، ان سب نے تمام دنیا کو ایک ہی تعلیم دی اور وہ توحید ہے البتہ ان انبیاء میں سے ایک کو دوسرے پر بعض بعض حیثیتوں سے ترجیح ہے۔

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى	ان رسولوں میں سے ہم نے کسی کو کسی پر فضیلت
بَعْضٍ مِنْهُمْ مَنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَ	دی ان میں سے کسی سے اللہ نے کلام کیا اور
رَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ وَاٰتَيْنَا	کسی کے بہت درجے بڑھائے اور ہم نے عیسیٰ
عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ	ابن مریم کو نشانیاں دیں اور روح پاک کی مدد سے
بِرُوْحِ الْقُدُسِ (بقرہ-۳۴)	اس کی تائید کی

آپ نے دوسرے انبیاء کی جائز تعظیم و تکریم یہاں تک کی ہے کہ ان کے مقابلہ میں کبھی کبھی اپنی ہستی بھی فراموش کر دی ہے، ایک دفعہ ایک صحابی نے آپ کو یَا خَیْرَ الْبَرِیَّۃ "اے بہترین خلق" کہکر خطاب کیا، فرمایا وہ تو ابراہیم تھے[1] ایک دفعہ ایک صاحب نے دریافت کیا کہ سب سے عالی خاندان کون تھا، فرمایا یوسف پیغمبر بن پیغمبر بن پیغمبر بن خلیل اللہ[2] ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ ایک یہودی

[1] مسند ابن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۵۳ [2] صحیح بخاری کتاب الانبیاء مناقب حضرت یوسف ص ۴۷۸

مدینہ میں کہہ رہا تھا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے موسیٰ کو بشر پر فضیلت دی! ایک مسلمان یہ کھڑے سُن رہے تھے، ان کو غصہ آگیا کہ ہمارے پیغمبر کی موجودگی میں تم یہ کہہ رہے ہو! اور اسکو ایک تھپڑ کھینچ مارا، اس نے دربار نبوی میں جاکر شکایت کی، آپ نے اُن صحابی کو بلا بھیجا، اور مقدمہ کی روداد سنی، ؟ پر نہایت برہم ہو کر فرمایا کہ پیغمبروں میں باہم ایک دوسرے پر فضیلت نہ دو، یعنی ایسی فضیلت جس سے کسی دوسرے نبی کی تنقیص ہوتی ہو،

یہی وہ تعلیمات محمدی ہیں جن کے ذریعہ سے دنیا میں وحدتِ مذاہب، روحانی مساوات، انسانی اخوت اور، تمام انبیا اور پیغمبروں کے ادب احترام کے جذبات پیدا ہوئے، بنی اسرائیل کے وہ پیغمبر جن کو ماننے والے تمام دنیا میں چند لاکھ سے زیادہ نہ تھے، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ان کی عظمت و جلالت اور ادب احترام کرنے والے چالیس کروڑ سے زیادہ ہوگئے، وہ حضرت مریمؑ اور حضرت عیسیٰؑ جو چھ سو برس تک یہودیوں کی جھوٹی تہمت سہتے رہے، محمد رسول اللہ نے یکدفعہ اس کو مٹادیا، اور ان کی پاکی کی گواہی دی، جس کے بدولت آج چالیس کروڑ زبانیں ان کی عصمت کی شہادت دے رہی ہیں، ہندوستان، ایران، چین، جن کے سچے رہنماؤں کا اُن کے ملک سے باہر کوئی ادب احترام نہ تھا، جہاں جہاں مسلمان گئے اُن کے جائز ادب احترام کو اپنے ساتھ لیتے گئے،

وہ عرب جو پیغمبروں کے ناموں تک سے ناواقف تھے، جو نبوت و رسالت کے خصائص کے علم سے محروم تھے، جو انبیاء اور رسولوں کی سیرتوں سے ناآشنا تھے، جو اُن کے ادب و احترام اور تصدیق و اعتراف سے بیگانہ تھے، جن کو اپنے دیوتاؤں کے سامنے عیسیٰؑ بن مریمؑ پر تحقیرانہ ہنسی آتی تھی، اور جو حضرت موسیٰؑ کی فضیلت کا ذکر سُن کر اپنے غصہ کو ضبط نہیں کرسکتے تھے، محمد رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے اُن کا یہ حال تھا کہ وہ ایک ایک پیغمبر کے نام و نشان اور تاریخ و سیرت سے واقف ہو گئے، اور تبرکاً اُن کے ناموں پر اپنی اولادوں کے نام رکھنے لگے، اور جو آج بھی تمام مسلمانوں میں شائع اور ذائع ہیں، انھوں نے پیغمبروں کی صداقت اور سچائی کی گواہی دی، اُن کے ادب احترام کو اپنے سینوں میں جگہ دی، اُن کی تعظیم و تکریم کو اپنے دین ایمان کا جزو بنالیا، دنیا کی کسی قوم میں یہ رواج نہیں ہے کہ انبیاء علیہم السّلام کے نام ادب سے لے جائیں مگر ایک مسلمان کیلئے لازم ہے کہ جب کسی پیغمبر کا نام لے تو ادب سے لے اور اُن پر درود و سلام پڑھے

Marfat.com

کتبِ الٰہی پر ایمان

وَكُتُبِهٖ

ایک مسلمان کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے پیغمبر کے صحیفۂ وحی پر ایمان لائے ہر چند یہ عقیدہ گذشتہ عقیدۂ رسالت کا لازمی نتیجہ ہے، یعنی رسول کو رسول مان لینا، اُنکی تعلیمات اور وحی کو مان لینے کے مرادف ہے، تاہم یہ تصریح اس لیے کی گئی، تاکہ پوری طرح صاف اور واضح ہو جائے کہ رسول کو رسول مان لینے کے بعد اُس کے صحیفۂ وحی کو مان کر اسکی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری ہے، سورہ بقرہ کے شروع ہی میں سچے مومنوں کی تعریف میں کہا گیا ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ	اور جو اس (کتاب یا وحی) پر ایمان رکھتے ہیں
اِلَيْكَ (بقرہ۔ ۱)	جو تجھ پر (اے محمد) اُتاری گئی،

کتابِ الٰہی پر ایمان لانے سے مقصود، اُن تمام صداقتوں اور حکموں کو بجان و دل قبول کرنا ہے جو اس میں مذکور ہیں، یہ گویا پوری شریعتِ مطہرہ کو قبول کر لینے کا مختصر ترین طریقۂ تعبیر ہے، اور اسلئے ایمانیات کی بہت سی دوسری باتیں جنکی تفصیل ہر موقع پر ضروری نہیں، اس ایک فقرہ کے تحت میں آجاتی ہیں، قرآن پر ایمان لانے کے معنی یہ ہیں کہ جو کچھ قرآن میں علمی و عملی عقائد و عبادات و احکام

مذکور ہیں ان سب کو بے کم وکاست ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اگر کوئی سرے سے انکو تسلیم ہی نہیں کرتا تو ان کی تعمیل و پیروی کا اس سے کیونکر مطالبہ کیا جا سکتا ہے؟ اسی بنا پر اس کی تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان الفاظ میں فرمائی ہے کہ بما جئت بہ جو کچھ میں لیکر آیا اس پر ایمان لاؤ قرآن کہتا ہے

وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَى مُحَمَّدٍ (محمد ۱) اور ایمان لائے اس پر جو محمد پر اتارا گیا

لیکن قرآن اگر اتنا ہی کہتا کہ میرے پیرو صرف مجھ پر ایمان لائیں، تو یہ کوئی اہم بات نہ ہوتی کہ ہر صاحب مذہب کی یہی تعلیم ہوتی ہے، قرآن نے عقائد کی اس دفعہ میں بھی اپنے تکمیلی پہلو کو پیش نظر رکھا ہے، اور یہی ضروری قرار دیا ہے، کہ اہل قرآن قرآن کے ساتھ ہی دوسری آسمانی کتابوں کی صداقت کو بھی تسلیم کریں یعنی کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک صحف محمدی کے ساتھ ساتھ دوسرے پیغمبروں کے صحیفوں کو بھی منجانب اللہ تسلیم نہ کرے، چنانچہ سورہ بقرہ کی شروع والی مذکورہ بالا آیت کے ساتھ یہ بھی فرمایا،

وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ (بقرہ ۱) اور جو ایمان لائے اس پر۔۔۔ جو تجھ سے پہلے اترا

پھر اسی سورہ کے آخر میں فرمایا،

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْهِ مِن رَّبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ (بقرہ ۔ ۴۰) رسول ایمان لایا اس پر جو خدا کی طرف سے اس پر اترا اور اہل ایمان بھی، ہر ایک خدا پر اس کے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر ایمان لایا،

بقرہ کی آیتوں میں بعض انبیاء علیہم السلام کا تفصیلی اور بقیہ تمام انبیاء کا اجمالی ذکر کر کے انکی کتابوں اور وحیوں کی تصدیق کا حکم دیا گیا ہے،

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا	اے مسلمانو! تم کہو کہ ہم خدا پر اور جو کچھ ہماری
وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ	طرف اتارا گیا اس پر اور جو کچھ ابراہیم و اسمٰعیل
وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَ	اور اسحٰق اور یعقوب اور خاندان یعقوب کی طرف
مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ	اتارا گیا اس پر اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا
النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ،	اس پر اور جو کچھ اور سب پیغمبروں کو ان کے پروردگار
(بقرہ ۲-۱۶)	کی طرف سے دیا گیا ہم ان سب پر ایمان لائے

آلِ عمران میں کسی قدر اور تفصیل ہے،

قُلْ آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا	کہہ کہ ہم خدا پر اور جو کچھ ہم پر اتارا گیا اس پر اور
وَمَا أُنْزِلَ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ	جو کچھ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور
وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا	خاندانِ یعقوب پر اتارا گیا اس پر اور جو کچھ موسیٰ
أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَالنَّبِيُّونَ	اور عیسیٰ کو دیا گیا اس پر اور دوسرے سب پیغمبروں
مِنْ رَبِّهِمْ،	کو ان کے پروردگار کی طرف سے جو کچھ دیا گیا
(آلِ عمران-۹)	اس پر ہم ان سب پر ایمان لائے،

سورہ نساء میں اس پر ایمان لانے کے حکم کے ساتھ ساتھ اس کے انکار کو کفر بھی قرار دیا گیا ہے،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا آمِنُوا بِاللّٰهِ	اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو ایمان لاؤ خدا پر
وَرَسُولِهِ وَالْكِتَابِ الَّذِي نَزَّلَ	اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول
عَلَىٰ	پر اتاری، اور اس کتاب پر جو پہلے اتاری اور جو

نزّلہٖ والکتٰب الذی انزل من	خدا اس کے فرشتوں اور انکی کتابوں
قبل ومن یکفر باللہ وملٰئکتہٖ	.... کا انکار
وکتبہٖ ... فقد ضلّ ضلٰلاً	کیا وہ نہایت سخت گمراہ ہوا،
بعیدا، (الآیۃ) (نساء۔۲۰)	

سورہ مومن میں ان منکروں کو عذاب کی بھی دھمکی دیگئی ہو جو کسی پیغمبر کے پیغام کی تکذیب کریں،

الذین کذّبوا بالکتٰب وبما	جن لوگوں نے کتاب کو اور جو پیغام دیکر ہم نے
ارسلنا بہٖ رسلنا فسوف	اپنے پیغمبروں کو بھیجا، اسکو جھٹلایا، وہ عنقریب
یعلمون، اذ الاغلٰل فی اعناقھم	جانیں گے، جب انکی گردنوں میں طوق اور
والسلٰسل یسحبون (مومن۔۸)	زنجیریں ہونگی، وہ گھسیٹے جائیں گے،

نام کی تخصیص کے ساتھ قرآن پاک میں چار آسمانی کتابوں کا ذکر ہے، توراۃ جس کو ایک جگہ صحفِ موسیٰ بھی کہا گیا ہو (اعلیٰ ۱۔) اور حضرت داؤدؑ کی زبور، اور حضرت عیسیٰؑ کی انجیل اور خود قرآن، ان کے علاوہ ایک موقع پر صحفِ ابراہیم کا بھی تذکرہ ہو،

انّ ھٰذا لفی الصحف الاولیٰ	یہ باتیں گذشتہ صحیفوں میں بھی ہیں، ابراہیم
صحف ابراھیم وموسیٰ (اعلیٰ)	اور موسیٰ کے صحیفوں میں،

ان کے ماسوا اجمال کے ساتھ دو موقعوں پر گذشتہ آسمانی کتابوں اور صحیفوں کے الفاظ ہیں

اولم تأتھم بیّنۃ ما فی الصحف	کیا اگلے صحیفوں میں جو کچھ ہے، انکی گواہی
الاولیٰ (طٰہٰ۔۸)	ان کو نہیں پہنچی ؟،

Marfat.com

وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ (شعراء ۱۱-۲) اور یہ تعلیم پہلوں کی کتابوں میں مذکور ہے

اس بنا پر انبیاءؑ کی طرح ان کتابوں پر بھی ہر مسلمان کا تفصیلی اور اجمالی ایمان ہے، جن کتابوں کے نام مذکور ہیں ان پر ناموں کے ساتھ اور جن کے نام مذکور نہیں ان پر بالاجمال ایمان ضروری ہے کسی قوم میں اگر کوئی آسمانی کتاب ہے جس کا وجود قرآن سے پہلے ہے لیکن اس کا تصریحی نام قرآن میں مذکور نہیں ہے اور اس میں توحید الٰہی کی دعوت اور طاغوت سے بچنے کی نصیحت بھی ہے تو اگرچہ ہم اس کو بتصریح خدا کی کتاب تسلیم نہیں کر سکتے، تاہم بالتصریح اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے اسی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا کہ اہل کتاب کی نہ تصدیق کرو اور نہ تکذیب[1] یہی حال دوسری مشکوک کتابوں کا ہے یہود توراۃ کے سوا کچھ نہیں مانتے، عیسائی توراۃ کے احکام نہیں مانتے لیکن اس کی اخلاقی نصیحتوں کو قبول کرتے ہیں، تاہم انجیل سے پہلے کی دوسرے زمانوں اور ملکوں کی آسمانی کتابوں کی نسبت مسلمانوں کی طرح ادب اور احتیاط کا پہلو بھی اختیار نہیں کرتے، پارسی اوستا کے باہر خدا کے کلام ہونے کا شبہہ بھی نہیں کر سکتے، اور برہمن وید کے باہر خدا کے فیضان کا تصور بھی نہیں کر سکتے، لیکن قرآن پر ایمان لانے والا مجبور ہے کہ صحیفۂ ابراہیمؑ توراۃ، زبور اور انجیل کو خدا کی کتابیں یقین کرے اور دوسری اگلی آسمانی کتابوں کی جن میں آسمانی تعلیمات کی خصوصیتیں پائی جاتی ہوں تکذیب نہ کرے کہ ان کا کتب الٰہی ہونا ممکن ہے،

حقیقت میں اسلام کی یہ تعلیم دنیا کی تمام بالشان تعلیمات میں سے ہے جس کا وجود کسی دوسرے مذہب میں نہ تھا، یہ رواداری، بے تعصبی اور عام انسانی اخوت کی سب سے بڑی تعلیم ہے، یہودی اپنی

۱؎ صحیح بخاری کتاب التوحید و حدیث الافک و تفسیر سورۂ بقرہ

کتاب کو چھوڑ کر تمام دوسری آسمانی کتابوں سے انکار کر کے بھی نجات کا منتظر رہ سکتا ہے، عیسائی توراۃ اور تمام دوسرے صحیفوں کا انکار کر کے بھی آسمانی بادشاہی کا متوقع ہو سکتا ہے، پارسی اوستا کے سوا دوسری ربانی کتابوں کو باطل مان کر بھی مینو جنت کا استحقاق پیدا کر سکتا ہے، ہندو اپنے ویدوں کے سوا دنیا کی تمام آسمانی کتابوں کو جعل و فریب مان کر بھی آواگون سے نجات حاصل کر سکتا ہے، بودھ مت والے اپنے سوا تمام دنیا کی وحیوں کا انکار کر کے بھی نروان کا درجہ حاصل کر سکتے ہیں، مگر مسلمان جب تک قرآن کے ساتھ تمام دنیا کی آسمانی کتابوں کو منجانب اللہ تسلیم نہ کرے جنت کا مستحق نہیں ہو سکتا،

یہ تعلیم صرف نظریہ کی حیثیت نہیں رکھتی بلکہ عملاً اس پر اسلامی حکومت کے قوانین اور احکام مبنی ہیں، یہودیوں کی نظر میں صرف دو ہی قومیں ہیں، بنی اسرائیل اور غیر بنی اسرائیل یا اسرائیل کا گھرانا، اور غیر قومیں یا مختون اور غیر مختون، اور یہاں ہی دونوں تقسیموں پر ان کے قانون کی بنیاد ہے، عیسائیوں میں مذہبی حیثیت سے مسیحی یہود اور بت پرست گو تین قومیں مانی جاتی ہیں مگر چونکہ ان کے مذہب میں قانون نہیں ہے، اسلئے وہ اکثر امور میں رومن لا کے پیرو رہے ہیں، لیکن رومن عیسائیوں میں بھی ملکی حیثیت سے دو ہی تقسیمیں ہیں رومی اور غیر رومی، ایک رومی الملک میں غیر رومی کا کوئی حق نہیں کہ رومی حکومت کے لیے اور غیر رومی غلامی کے لیے پیدا ہوا ہے، پارسیوں میں بھی نژادان ایران اور بیرونی لوگ دنیا کی دو ہی حیثیتیں ہیں، ہندوؤں میں اونچی ذاتیں اور اچھوت قوموں کی دو ہی صورتیں ہیں،

مگر اسلام کے گذشتہ عقیدہ کی بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قانونی حیثیت سے دنیا کی قوموں کو

Marfat.com

چار طبقوں میں تقسیم فرمایا، اور ان کے علیحدہ علیحدہ حقوق قرار دیئے جن پر اسلام کی تیرہ صدیوں میں برابر عمل ہوتا رہا، یہ تقسیم حسب ذیل ہیں،

۱ مسلمان جو قرآن اور دوسری آسمانی کتابوں کو کتاب الٰہی یقین کرتے ہیں، ان میں سے ہر ایک دوسرے کا بھائی اور ہر اچھائی اور برائی میں ایک دوسرے کا شریک ہو، وہ آپس میں ایک دوسرے سے شادی بیاہ کر سکتے ہیں اور ہر ایک دوسرے کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں، اسلام کی سلطنت میں ان کے حقوق یکساں ہیں،

۲. اہل کتاب یعنی ان کتابوں کے پیرو جن کے نام قرآن میں مذکور ہیں، یا یوں کہو کہ جو قرآن کو گو آسمانی کتاب نہیں مانتے، مگر ان کتابوں میں سے جن کا نام قرآن میں مذکور ہے، کسی کو وہ آسمانی کتاب مانتے ہیں، وہ اپنی حفاظت کا مالی ٹکس (جزیہ) ادا کر کے اسلامی حکومت کی حدود میں رہ سکتے ہیں، ان کے معابد اور مذہبی عمارتیں محفوظ رہتی ہیں، ان کو اپنے مذہب کے بدلنے پر مجبور نہیں کیا جاتا، انکی جان و مال اور عزت و آبرو کے مسلمان محافظ ہوتے ہیں، ان کی عورتوں سے مسلمان نکاح کر سکتے ہیں اور ان کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور کھا سکتے ہیں، ان کا جائز کھانا وہ کھا سکتے ہیں، اور وہ اپنا کھانا ان کو کھلا سکتے ہیں،

۳۔ شبہ اہل الکتاب یعنی وہ لوگ جو قرآن اور توراۃ و انجیل و زبور کو نہیں مانتے مگر وہ خود ان کے علاوہ کسی آسمانی کتاب پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جیسے صابی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کے مدعی ہونے کے باوجود ستاروں کو پوجتے تھے اور مجوس یعنی پارسی جو ایک آسمانی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتے ہیں اور ساتھ ہی سورج، آگ اور دیگر مظاہر قدرت کی پرستش کرتے ہیں، ترکستان اور سندھ کی فتح کے

موقع پر علمائے اسلام نے انہی پر قیاس کرکے ہندوؤں اور بودھوں وغیرہ کو بھی اسی صنف میں داخل کیا، مسلمان ان کی عورتوں سے نکاح نہیں کرسکتے، اور ان کا ذبیحہ نہیں کھا سکتے، ان دو باتوں کے علاوہ اہل کتاب کے بقیہ تمام حقوق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو عطا کئے ہیں، وہ اسلامی حکومتوں میں ادائے جزیہ کے بعد ہر قسم کے ملکی حقوق میں شریک ہیں، ان کی جان، مال، آبرو اور ان کے معبدوں کی حفاظت اسلامی حکومتوں کا فرض ہے،

۴۔ کفار و مشرکین یعنی وہ لوگ جن کے پاس نہ کوئی آسمانی کتاب ہو اور نہ وہ کسی دین الٰہی کی طرف منسوب ہیں، ان کو چند شرائط کے ساتھ امن دیا جاسکتا ہے، لیکن حقوق حاصل کرنے کے لیے ان سے کہا جائیگا کہ وہ کسی نہ کسی آسمانی دین کے اندر اپنے کو داخل کریں، جیسا کہ عباسیوں کے ابتدائی زمانہ میں حرانی بت پرستوں نے اپنے کو صابیوں میں داخل کرکے اپنے لیے حقوق حاصل کئے تھے،

اس تفصیل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم نے دنیا میں امن امان اور مسلمانوں میں مذہبی رواداری کے پیدا کرنے میں کتنا عظیم الشان حصہ لیا ہے، یہی وہ نظریہ تھا جس نے مسلمانوں کو اپنے مذہبی عقائد و شریعت کی سخت پیروی کے باوجود دنیا کی دوسری قوموں کے ساتھ مشارکت اور میل جول کے لیے آمادہ کیا، اور مجوسیوں، صابیوں، یہودیوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کے ساتھ ملکر مختلف ملکوں میں ان ملکوں کے مناسب مختلف تمدنوں کی بنیاد رکھنے کی انہیں قوت پیدا کی

وحدۃ الادیان

تمام رسولوں اور ان کے صحیفوں کی تصدیق کا لازمی نتیجہ یہ ہو کہ محمد رسول اللہ کی تعلیم یہ ہو کہ آدم سے لیکر محمد علیہما السلام تک جتنے سچے مذہب خدا کی طرف سے آئے وہ سب ایک تھے، چنانچہ درحقیقت آپ کی یہی تعلیم تھی، اسلام اسی ایک مذہب کا نام ہے، جو آدم سے محمد علیہما السلام

Marfat.com

تک ساری پیغمبروں کے ذریعے آتا رہا اور انسانوں کو اسکی تعلیم دیجاتی رہی،

صحیفۂ محمدی نے ہمارے سامنے دو لفظ پیش کیے ہیں، ایک دین اور دوسرا شرعۃ، نسک اور منہاج، شرعۃ اور منہاج کے معنی راستے کے ہیں اور نسک کے معنی طریق عبادت کے ہیں، دنیا میں یہ راز سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک پر منکشف ہوا کہ دین الٰہی ہمیشہ سے ایک تھا ایک ہے اور ایک رہے گا، نور معرفت ایک ہے خواہ وہ کتنی ہی مختلف شکل و رنگ کی قندیلوں میں روشن ہو، اصل دین میں تمام پیغمبروں کی تعلیم یکساں تھی ایک ہی دین تھا جسکو لیکر اول سے آخر تک تمام انبیاء آتے رہے، اسمیں زمان و مکان کے تغیر کو کوئی دخل نہ تھا، اور نہ قوم و ملک کے اختلاف سے اسمیں کوئی اختلاف پیدا ہوا وہ ہر زمانہ اور ہر مقام میں یکساں آیا، اور ہر زمانہ میں ہر پیغمبر نے اسکی یکساں تعلیم دی، یہ دائمی حقیقت اور یکساں تعلیم کیا ہے، مذہب کے اصل اصول ہیں یعنی خدا کی ہستی، اس کی توحید، اس کے صفات کاملہ انبیاء اور مرسلین کی بعثت، خدا کی خالص عبادت حقوق انسانی اخلاق فاضلہ، اچھے اور برے اعمال کی باز پرس اور جزا و سزا، یہ تمام مذاہب کے وہ بنیادی امور ہیں، جن پر جملہ مذاہب حقہ کا اتفاق ہے، اگر ان میں کسی جہت سے کوئی اختلاف ہے، تو طریقۂ تعبیر کی غلطی ہے اور یا باہر سے آکر اس تعلیم میں کوئی نقص شامل ہو گیا ہے،

دوسری چیز جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ وحی ترجمان نے شرعۃ، منہاج اور نسک کہا ہے وہ جزئیاتِ احکام اور متفقہ مقصد کے حصول کے جدا جدا راستے ہیں جو ہر قوم و مذہب کی زمانی و مکانی خصوصیات کے سبب سے بدلتے رہتے ہیں، مثلاً عبادت الٰہی ہر مذہب کا جزو لازم ہے لیکن طریق عبادت میں تھوڑا تھوڑا اختلاف ہر مذہب میں موجود ہے، عبادت کیلئے کوئی خاص سمت ہر

مذہب نے مقرر کی ہے، مگر وہ سمت خاص خاص ملکوں کے لحاظ سے مختلف مقرر کی ہے، اسی طرح
اعمالِ قبیحہ کا انسداد تو تمام مذاہب کا متفقہ نصب العین ہے، مگر اس انسداد کے راستے اور طریقے جدا
جدا ہیں، غرض یہ راستے اور طریقے مختلف پیغمبروں کے زمانے میں اگر اصلاح اور تبدیل کے قابل
پائے گئے، تو بدلتے رہے، مگر اصل دین جو ازلی سچائی اور ابدی صداقت ہے، ناقابلِ تبدیل اور
ناقابلِ تغیر رہا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا دنیا میں وقتاً فوقتاً ظہور اسی ضرورت سے ہوتا رہا کہ وہ اس ازلی ابدی
صداقت کو ہمیشہ اہلِ دنیا کے سامنے پیش کرتے رہیں اور دین کو اُس کے اصل مرکز پر ہمیشہ قائم
رکھیں اور ساتھ ہی اپنی اپنی قوم و ملک اور زمانہ کے حالات کے مطابق خاص احکام اور جزئیات
جو قوم کے مناسب حال ہوں، وہ اس کو بتائیں، اور سکھائیں۔

انبیاءؑ کے سوانح پر نظر کرنے سے اس کی پوری تصدیق ہوتی ہے کہ ایک صاحبِ
شریعت نبی کے بعد دوسرا صاحبِ شریعت نبی اسی وقت مبعوث ہوا ہے، جب کہ اگلا صحیفہ
وحی جو دین و شریعت کا محافظ تھا، کھو گیا، یا انسانی دست برد سے ایسا بدل گیا کہ اس کی اصلیت مشتبہ
ہو گئی، صحیفۂ ابراہیمؑ کے گم ہو جانے کے بعد جس کا نہایت ناقص خلاصہ تورات کے سفرِ تکوین میں ہے، صحیفۂ موسیٰ
نازل ہوا، صحیفۂ موسیٰ کے نو پیدا اختلاف کو دور کرنے کیلئے زبور وغیرہ مختلف صحیفے آتے رہے، پھر
انجیل آئی، اور انجیل میں انسانی تصرفات کے راہ پانے کے بعد قرآن آیا، چونکہ قرآن دنیا کے
آخر تک کے لیے آیا ہے، اس لیے ہر تحریف اور انسانی تصرف سے اُس کی حفاظت کی گئی ہے، اور
قیامت تک کی جائے گی، اسی لیے اس کے بعد کسی اور صحیفہ کی ضرورت نہیں ہے، اور نہ کسی پیغمبر کی بعثت

Marfat.com

کی حاجت ہے، البتہ اس کے معانی کی صحیح تشریح اور بدعات و احداثات کے انسداد کے لیے ائمہ، خلفاء، مجددین، محدثین اور علمائے راسخین پیدا ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے، اور انکی اصلاح کی صداقت کی پہچان سنتِ محمدی کا احیاء اور بدعات کا قلع و قمع ہے۔

اب ہم کو پھر ادھر سے چلنا ہے اور اپنے ایک ایک دعویٰ کو وحی محمدیؐ کی روشنی میں دیکھنا ہے۔ وحدتِ دین کی حقیقت کو وحی اسلامی کے آخری ترجمان نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے:۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ	اس نے دین میں تمہارے لیے وہی راہ مقرر
نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا	کی جو نوح سے کہی تھی اور ہم نے تیرے پاس
وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى	جو حکم بھیجا اور جو کہہ دیا ہم نے ابراہیم سے اور
اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا	موسیٰ سے اور عیسیٰ سے کہ دین کو قائم رکھو
فِيْهِ ۭ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْ	اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ مشرکین کو جس چیز کی طرف تو
هُمْ اِلَيْهِ ۭ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ	بلاتا ہے، وہ ان پر گراں گزرتا ہے۔ خدا اپنی طرف
مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ...	جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اپنی طرف
وَمَا تَفَرَّقُوْٓا اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَ	اسکو راہ دیتا ہے جو (اسکی طرف) رجوع
هُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۭ وَلَوْلَا	کرتا ہے اور یہ تفرقے لوگوں نے جو کیے، علم (حقیقی)
كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰٓى اَجَلٍ	ملنے کے بعد آپس کی ضد و تعصب پیدا
مُّسَمًّى لَّقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۭ وَاِنَّ الَّذِيْنَ	کیے ہیں اور اگر تیرے رب کی طرف سے
اُوْرِثُوا الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ	ایک بات مدت مقررہ تک کیلئے نہ ہو چکی ہوتی

لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيبٍ ۝ فَلِذٰلِكَ
فَادْعُ وَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ ۚ وَلَا
تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَقُلْ آمَنتُ بِمَا
أَنزَلَ اللَّهُ مِن كِتَابٍ ۖ وَأُمِرْتُ
لِأَعْدِلَ بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ رَبُّنَا
وَرَبُّكُمْ ۖ لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ
أَعْمَالُكُمْ ۖ لَا حُجَّةَ بَيْنَنَا وَ
بَيْنَكُمُ ۖ اللَّهُ يَجْمَعُ بَيْنَنَا ۖ وَ
إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

(شوریٰ - ۲)

تو کشفِ حقیقت کرکے انکے اختلافات کا
فیصلہ کیا جاتا ، اور جن کو ان اگلوں کے بعد
کتاب وراثت میں ملی وہ اس امرِ حق کی طرف
سے ایسے شک میں ہیں جو انکو بے چین کئے دیتا ہے تو
سب کو اسی حقیقت کی طرف بلاؤ اور اسی پر استواری
سے قائم رہو جیسا کہ تمکو حکم دیا گیا ہے اور ان تفرقہ
اندازوں کی غلط خواہشوں کی پیروی نہ کرو اور کہہ دو کہ میں
ایمان لایا اس کتاب پر جو خدا نے اتاری اور مجھے حکم
ملا ہے کہ میں تمہارے بیچ میں انصاف کروں ہمارا رب
اور تمہارا رب وہی ایک اللہ ہے ہمکو ہمارے کاموں کا
بدلہ ملے گا اور تمکو تمہارے کاموں کا ، ہم میں تم میں
کوئی جھگڑا نہیں ، اللہ سب کو اکٹھا کرے گا اور اسی کی طرف سب کو جانا ہے ۔

ان آیاتِ مبارکہ میں کس خوبی کے ساتھ اس حقیقت کے چہرہ سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہی ایک دین ہے جو نوح کو، ابراہیم کو، موسیٰ کو اور تم کو اے محمد (صلوات اللہ علیہم) عطا کیا گیا ہے ، اگلوں کے بعد پچھلوں نے جن کو یہ کتاب ملی اپنے ذہنی تحریفات اور دستی تصرفات سے اس میں تفرقے پیدا کئے اور آپس کی ضد اور تعصبات سے فرقہ داری کی الگ الگ راہیں نکالیں ، پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اس وحدتِ دین کی حقیقت کا یقین اہلِ کتاب کو نہیں ہے حالانکہ وہ شکوک و شبہات کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں ، پھر حکم ہوتا ہے کہ اے محمد رسول اللہ ! تم اس حقیقت

Marfat.com

کی طرف لوگوں کو بلاؤ، اور استواری کے ساتھ اپنی اس دعوت اور دعویٰ پر قائم رہو اور یہ اعلان کر دو کہ میرا مسلک یہ ہے کہ خدا کی طرف سے جو کتاب بھی دنیا میں آئی ہے میں اسکی صداقت کو تسلیم کرتا ہوں اور تم اے اہل کتاب جو مختلف فرقوں اور مذہبوں میں بٹ گئے ہو، تمہارے ساتھ انصاف کروں یعنی جس میں جو سچائی ہے اس کو قبول کروں، یا معاملات میں تمہارے ساتھ عدل و انصاف کروں، پھر فرمایا ہمارا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے دو نہیں، اگر اتحاد چاہو تو اس نقطہ پر ہم تم متحد ہو سکتے ہیں، البتہ ہمارے اور تمہارے راستوں میں جو اختلاف ہے اسکے ذمہ دار ہم تم خود ہیں، نہ تم ہمارے کاموں کے جوابدہ ہو، اور نہ ہم تمہارے کاموں کے، اب ہمارے تمہارے درمیان کوئی جھگڑا نہیں،

اسی وحدت کی دعوت محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زبانِ وحی نے ایک اور آیت میں دی ہے،

یَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ	اے کتاب والو! آؤ ہم تم ایک بات پر جو ہمارے
سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ	تمہارے درمیان یکساں ہے متفق ہو جائیں،
إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَ	وہ یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہ کریں،
لَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِّن	اور نہ کسی کو اس کا شریک بنائیں، اور نہ
دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا	آپس میں ایک خدا کو چھوڑ کر رب بنائے،
اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ،	اگر وہ اسکو قبول نہ کریں تو کہدے کہ تم گواہ
(آل عمران ۔۷)	رہو کہ ہم حکم الٰہی کے تابع مسلم ہیں،

یہود و نصاریٰ جنھوں نے اپنی فرقہ واریوں کی اصل دین میں تفریقیں پیدا کر دی تھیں انکی طرف اشارہ کرکے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا،

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا	بیشک وہ جنہوں نے اپنے دین میں الگ الگ
شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ ۚ إِنَّمَا	راہیں نکالیں اور کئی فرقے ہوگئے تجھ کو ان سے
أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُم بِمَا	کوئی واسطہ نہیں، ان کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے
كَانُوا يَفْعَلُونَ (انعام-۲۰)	وہی ان کو جتادیگا جو وہ کرتے تھے۔

پھر دونوں کو اس کے بعد اصل "دین قیم" کی جو ابراہیم کا تھا، دعوت دی گئی۔

قُلْ إِنَّنِي هَدَانِي رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ	کہدے کہ میرے خدا نے اس سیدھی راہ کی
مُّسْتَقِيمٍ دِينًا قِيَمًا مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ	طرف میری رہنمائی کی، جو دین صحیح ہے ابراہیم
حَنِيفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ (انعام)	حنیف کا مذہب اور وہ (ابراہیم) مشرکوں میں نہ تھا۔

غرض اسلام وہ "دین قیم" ہے جو ہمیشہ انبیاء کا دین رہا، اور موجودہ دین اسلام یہود و نصاری کی تحریفات و تصرفات اور فرقہ بندیوں کو مٹا کر اسی ایک متحدہ دین کی پکار ہے جس کی طرف تمام انبیاء اپنے اپنے زمانوں میں ہمیشہ لوگوں کو بلاتے رہے، اسی لئے اکثر انبیاء علیہم السلام کے ناموں کو گنانے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت فرمائی گئی۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۖ	یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی
فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (انعام)	سو تو انہی کی راہ چل۔

بعض اسلامی حدود و شرائع کی تشریح کے بعد فرمایا گیا،

يُرِيدُ اللَّهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ	خدا چاہتا ہے کہ تمہارے واسطے بیان کرے
سُنَنَ الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ (نساء)	اور تم کو ان کے راستے دکھائے جو تم سے پہلے تھے

Marfat.com

اس سے معلوم ہوا کہ اسلام اپنے حدود و شرائع میں بھی اگلے پیغمبروں کی تعلیمات کے ساتھ تھا اور کہتا ہے، اور یہ امر واقعہ ہے جو لوگ قرآن کا اس لیے انکار کرتے تھے کہ یہ کوئی الگ صحیفہ ہے ان سے کہا گیا،

اِنَّ هٰذَا لَفِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى صُحُفِ	بے شبہہ یہ بات، اگلے صحیفوں میں بھی یعنی
اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى (اعلیٰ۔۱)	ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں،

ایک اور آیت میں کہا گیا،

وَاِنَّهٗ لَفِيْ زُبُرِ الْاَوَّلِيْنَ (شعراء۔)	اور یہی پہلے پیغمبروں کی کتابوں میں تھا

ایک مقام پر یہ فرمایا گیا،

مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ	(اے محمد) تجھ سے (اس کتاب) میں وہی کہا
مِنْ قَبْلِكَ (حم السجدہ ۔۵)	گیا ہے جو تجھ سے پہلے پیغمبروں سے کہا گیا،

اس اعلان میں یہ ظاہر کر دیا گیا کہ محمد رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) سے وہی کہا گیا جو اگلے پیغمبروں سے کہا جا چکا تھا، ان معنوں میں قرآن کوئی نئی دعوت لیکر نہیں آیا ہے بلکہ یہ اسی پرانی دعوت کی تکرار ہے جس کی آواز دنیا سے گم ہو چکی تھی، یا دب گئی تھی، اگر فرق ہے تو اجمال و تفصیل، یا نقص و تکمیل کا کہ اسلام گذشتہ اجمال کی تفصیل اور دینِ سابق کی تکمیل ہے،

اس لیے اسلام یہ ہے کہ اس پر یقین کیا جائے کہ وحی کے آغاز سے آخر تک ایک ہی پیغام تھا جو آتا رہا، ایک ہی دین تھا جو سکھایا جاتا رہا، اور ایک ہی حقیقت تھی، جو دہرائی جاتی رہی، لیکن وہ بار بار انسانوں کے نسیان و تغافل اور تصرف و تحریف سے بدلتی اور گم ہوتی رہی اور آخری دفعہ دنیا کے کمالِ بلوغ کے زمانہ میں وہ پوری حفاظت کے وعدہ کے ساتھ محمد رسول اللہ صلعم کے ذریعہ سے مفصل

اور کامل ہو کر نازل ہوئی اور قیامت تک محفوظ و باقی رہے گی۔

دوسری چیز جس کی مذہب میں ثانوی حیثیت ہے۔ اور جو اصل مقصد نہیں، ذریعہ ہے، وہ بدلتی رہتی ہے اور عہد محمدی تک برابر بدلتی رہی ہے، اس کا نام شرعہ، منہاج اور منسک ہے۔ یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض تھا کہ آپ یہودی شریعت کے جزئیات میں کیوں تبدیلی کرتے ہیں، قرآن نے اس کے جواب میں یہی ہمیشہ کہا کہ یہ مقصود نہیں ذرائع ہیں، اصول نہیں فروع ہیں، ہر قوم کی مناسبت سے ان میں تغیر ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔ اس کی ایک مثال قبلہ ہے کہ مقصود اصلی نماز ہے، اور سمت کا تعین ایک فرعی اور ثانوی چیز ہے، بنی اسرائیل کو اپنی آبائی مسجد بیت المقدس سے گرویدگی تھی، وہ ان کا قبلہ ہوئی، ابراہیمی سلسلوں کو اپنی مرکزی مسجد (کعبہ) سے دلی وابستگی اور لگاؤ تھا، اس لیے یہاں کا قبلہ بنی، چنانچہ قرآن نے تعیین قبلہ کے موقع پر کہا

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا	اور ہر ایک کے لیے ایک سمت ہے جدھر وہ
فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (بقرہ ۱۸-۱۸)	منہ کرتا ہے، سو تم نیکیوں کی طرف سبقت کرو،

یعنی سمتوں اور جہتوں کی تعیین کو اہمیت کی چیز سمجھو بلکہ نیکیوں کو اصلی اہمیت دو، اسلیے فرمایا

لَيْسَ الْبِرَّ أَن تُوَلُّوا وُجُوهَكُمْ	نیکی یہی نہیں ہے کہ تم پورب یا پچھم کی طرف
قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَٰكِنَّ	رُخ کرو بلکہ نیکی یہ ہے کہ جو ایمان لائے،
الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ الآیۃ (بقرہ ۲۲)	(اور دوسرے نیک کام کرے)

اسی طرح خانہ کعبہ کا حج یہودیوں میں نہ تھا۔ اسلام نے جب اس کو رائج کیا تو کہا ہر گروہ نے اپنے عام مذہبی اجتماع اور قومی عبادت کے لیے کوئی نہ کوئی طریقہ مقرر کیا ہے اور اسلام نے خانہ کعبہ

Marfat.com

کہ حج کو اس لیے تجویز کیا ہے۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ
فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ
رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُسْتَقِيمٍ
وَإِنْ جَادَلُوكَ فَقُلِ اللَّهُ أَعْلَمُ
بِمَا تَعْمَلُونَ
(حج ۹)

ہر قوم کے لیے ہم نے عبادت کا طریقہ بنایا
جس کی اس قوم کے لوگ پابندی کرتے
ہیں، سو اس بات میں وہ تجھ سے جھگڑا نہ کریں
تو اپنے رب کی طرف بلاتا جا تو ٹھیک سوجھ کی
سیدھی راہ پر ہے اور اگر وہ تجھ سے جھگڑنے لگیں
تو کہہ دو کہ اللہ بہتر جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

سورہ مائدہ میں عدل و انصاف اور قانونی جزا و سزا کے طریقوں کے ضمن میں ان یہودیوں اور عیسائیوں سے جنھوں نے اسلام قبول نہیں کیا یہی کہا گیا کہ وہ اپنی اپنی کتابوں ہی کے احکام پر عمل کریں جن کو وہ چھوڑ بیٹھے ہیں۔

پہلے یہودیوں سے کہا۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى
وَنُورٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ
أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّبَّانِيُّونَ
وَالْأَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ
وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ (مائدہ)

ہم نے توراۃ اتاری، اس میں ہدایت اور
روشنی تھی، پیغمبر جو حکم بردار تھے وہ یہود
کا فیصلہ کرتے، اور ان کے عالم اور
فقیہ کہ اللہ کی کتاب پر وہ نگہبان تھے
اور وہ تھے اس پر خبردار۔

پھر عیسائی شریعت کی نسبت کہا۔

Marfat.com

وَقَفَّيْنَا عَلٰى آثَارِهِمْ بِعِيْسَى ابْنِ
مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ
التَّوْرٰىةِ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ
هُدًى وَّنُوْرٌ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا
بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّ
مَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ
الْاِنْجِيْلِ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ

اور ہم نے ان پیغمبروں کے پیچھے مریم کے بیٹے
عیسی کو بھیجا سچ بتاتا ہوا اسکو جو اسکے پہلے
تھا یعنی توراۃ اور ہم نے اسکو انجیل دی جسمیں
ہدایت اور روشنی ہی اور تصدیق کرتی
ہوئی اپنے سے پہلے کی یعنی توراۃ کی اور ہدایت اور
نصیحت پرہیزگاروں کے لیے اور چاہیے کہ حکم کریں
والے انجیل اسکا حکم دین جو اُس میں خدا نے اتارا،

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے کہا،

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا
عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰهُ
وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ
مِنَ الْحَقِّ، (مائدہ ع ٧)

اور ہم نے تیری طرف یہ کتاب سچائی کے ساتھ
اتاری جو اپنے پہلے کی کتاب کی تصدیق کرتی
ہی اور امانت کے ساتھ اس پر شامل ہی سو
تو انکے درمیان اسکے مطابق فیصلہ کر جو خدا نے
اتارا اور تیرے پاس جو سچائی آئی ہی، اسکو
چھوڑ کر ان کی خواہشوں پر مت چل

دیکھو کس خوبی کیساتھ صحیفہ محمدی نے اگلی کتابوں کی تصدیق اور مدح و تعریف کی اور
اُن اہلِ مذاہب کو جو اسلام پر ایمان نہیں لائے، اپنی اپنی کتبِ منزلہ پر عمل کرنے کی دعوت دی اور
پھر یہ دعویٰ کیا کہ قرآن تمام گذشتہ کتابوں پر امین و محافظ بنکر آیا ہی، اور اس میں ان سب کتابوں کی
سچائیاں یکجا ہیں لیکن ان لوگوں نے اپنی اپنی کتابوں کو چھوڑ کر اہواء نفسانی اور خواہشوں کی پیروی شروع کر دی

یہ ہوا کیا ہیں کتب الٰہی میں تحریف وتصرف کرکے آسانیاں پیدا کرنا اور احکام الٰہی کے مقابلہ میں انسانی اجتہادات کی آمیزش (فَوَيْلٌ لِّلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ" افسوس ہے ان پر جو اپنے ہاتھوں سے کتاب بناتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے ہے، البقرہ-۹) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ شریعت الٰہی کو چھوڑ کر ان اہل کتاب کی ہوا کی پیروی نہ کریں، اس کے بعد حدود وجزا وسزا میں ان خفیف اختلافات اور تبدیلیوں کو جو توراۃ انجیل اور قرآن میں ہیں غیر اہم بنایا گیا، فرمایا۔

لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّ	ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک
مِنْهَاجًا (مائدہ-۷)	دستور اور ایک راستہ بنا دیا،

انہی اختلافات کی بنا پر یہود اور نصاریٰ دونوں ایک دوسرے کو برسرباطل کہتے تھے

وَقَالَتِ الْيَهُودُ لَيْسَتِ النَّصَارَىٰ عَلَىٰ	اور یہود نے کہا نصاریٰ کسی راہ پر نہیں اور
شَيْءٍ وَقَالَتِ النَّصَارَىٰ لَيْسَتِ الْيَهُودُ	نصاریٰ نے کہا یہود کسی راہ پر نہیں حالانکہ
عَلَىٰ شَيْءٍ وَهُمْ يَتْلُونَ الْكِتَابَ (بقرہ-۱۴)	وہ دونوں خدا کی کتاب پڑھتے ہیں۔

دونوں مل کر مسلمانوں سے کہتے تھے۔

وَقَالُوا كُونُوا هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ	اور انھوں نے کہا کہ یہودی یا نصرانی بن جاؤ
تَهْتَدُوا (بقرہ-۱۶)	تو ہدایت پاؤ گے،

ارشاد ہوا کہ تم دونوں اپنے اپنے الگ راستوں کو چھوڑ کر آؤ اور اصل دین ابراہیمی پر متفق ہو جاؤ

قُلْ بَلْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا وَ	کہہ کہ بلکہ ابراہیم کے دین کی پیروی کرو جو موحد

مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ. قُولُوا آمَنَّا	تھا مشرک نہ تھا۔ تم لوگ کہو کہ ہم خدا پر اور
بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا وَمَا أُنْزِلَ إِلَىٰ	جو کچھ ہماری طرف اتارا اور جو ابراہیم اور اسمٰعیل
إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ	اور اسحٰق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ	اتارا گیا، اور جو موسیٰ اور عیسیٰ کو دیا گیا اور جو
وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ مِنْ رَبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ	سب نبیوں کو انکے خدا کی طرف سے دیا گیا
بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ	اور سب پر ایمان لائے ہم ان رسولوں میں فرق
فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنْتُمْ بِهِ فَقَدِ	نہیں کرتے اور ہم اس ایک خدا کے تابع
اهْتَدَوْا وَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي	ہیں تو اگر یہ بھی اسی طرح لائیں جس طرح تم
شِقَاقٍ ج (بقرہ ع ۱۶-۱۷)	ایمان لائے ہو تو انھوں نے ہدایت پائی اور اگر روگردانی کریں تو وہی ہیں ضد اور مخالفت پر

یہود اور نصاریٰ کو یہ دعویٰ تھا،

لَنْ يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ كَانَ	یہود و نصاریٰ کے سوا کوئی جنت میں
هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ (بقرہ ع ۱۳)	داخل نہ ہوگا،

جواب دیا گیا،

تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ (بقرہ ع ۱۳)	یہ اُن کی باطل آرزوئیں ہیں،

بلکہ

بَلَىٰ مَنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ	ہاں جس نے بھی اپنے خدا کا مطیع بنایا اور
مُحْسِنٌ فَلَهُ أَجْرُهُ عِنْدَ رَبِّهِ وَلَا خَوْ	وہ نیکوکار ہے تو اسکی مزدوری اُس کے

Marfat.com

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (بقرہ ۱۴) — خدا کے پاس ہے نہ انکو خوف ہوگا اور نہ غم،

تمام اہلِ مذاہب کو یکساں خطاب کرکے فرمایا،

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا	بیشک جو ایمان لائے یعنی مسلمان اور جو یہودی
وَالنَّصٰرٰى وَالصَّابِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ	ہوئے اور نصاریٰ اور صابی جو بھی خدا پر اور
بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا	آخری دن پر ایمان لایا اور نیک عمل کیا تو انکی
فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَلَا خَوْفٌ	مزدوری انکے پروردگار کے پاس ہے، نہ ان
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (بقرہ ۸)	پر خوف ہوگا نہ وہ غمگین ہونگے،

اب جو ایمان لائے یعنی مسلمان اور جو یہودی ہے، اور نصاریٰ اور صابئین اُن میں سے جو بھی اپنے اپنے دورِ نبوت میں خدا کی توحید پر، روزِ آخر کی صداقت پر ایمان لایا اور اچھے عمل کیے، انکو اپنے کام کا پورا ثواب ملے گا، یعنی جس نے بھی اپنے اپنے پیغمبر کی اصلی تعلیم اور سچی شریعت کے مطابق جو شرک و کفر اور بت پرستی سے یقیناً پاک تھی عمل کیا، اسکو اس کا ثواب ملے گا، خدا کی توحید اور روزِ آخر کی صداقت پر ایمان لانا اور اچھے کام کرنا صرف عقل کی ہدایت سے نہیں ہو سکتا، بلکہ کسی رسول کی تعلیم ہی سے ہو سکتا ہے، اور اس پر تمام اہلِ مذاہب کا اتفاق ہے، اسلئے رسالت کی تصدیق بھی اسکے ضمن میں داخل ہے کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ	بیشک جو اللہ اور اسکے رسولوں کا انکار کرتے ہیں،
وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ	اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اسکے رسولوں میں جدائی
وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ	کریں اور کہتے ہیں، کہ ہم کسی کو مانتے ہیں اور
نَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ	کسی کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ وہ اس میں

Marfat.com

سَبِيْلًا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ	درمیان کا راستہ اختیار کریں وہی حقیقی کافر
حَقًّا وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا	ہیں اور ہم نے کافروں کے لیے اہانت کرنیوالا
وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ	عذاب تیار کر رکھا ہے اور جو لوگ اللہ اور اسکے
يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ	رسولوں پر ایمان لائے اور ان میں کسی کا کبھی
سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَكَانَ اللّٰهُ	انکار نہیں کیا یہ وہ ہیں جن کو انکی مزدوریاں خدا
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ (نساء ۲۱)	دیگا اور خدا بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

دوسری آیت میں ہے۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا	مومن وہی ہیں جو خدا اور اس کے رسول پر
بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (نور ۹)	ایمان لائے۔

اس بنا پر ان آیتوں سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ قبول عمل کے لیے ایمان شرط ہے، دوسری یہ کہ ایمان و عمل کے علم کے لیے نبی کی تصدیق ضروری ہے، اسی لیے اوپر جن جبار فرعونوں کا ذکر ہوا وہ جابروں وہ ہیں جو کسی نہ کسی پیغمبر کے ماننے والے ہیں، اس بنا پر کامل اسلام یہ ہے کہ تمام رسولوں کو صادق مانا جائے، چنانچہ اسکی تفصیل سورہ مائدہ میں ہے،

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ	کہدے اے کتاب والو تم کچھ نہیں جبتک تم
حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ	توراۃ اور انجیل کو اور جو کچھ تمہاری طرف اتارا
وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَيَزِيْدَنَّ	گیا اسکو قائم نہ کرو اور اے پیغمبر جو تیری طرف
كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ	اترا ہے وہ انکی سرکشی اور انکار کو اور بڑھا دیگا

Marfat.com

طُغْیَانًا وَّکُفْرًا ج فَلَا تَاْسَ عَلَی
الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ
الَّذِیْنَ ھَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی
مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ
صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ
یَحْزَنُوْنَ ۔ (مائدہ ع ۱۰)

تو ان منکروں کا غم نہ کرو اس میں کوئی
شبہہ نہیں کہ جو مسلمان ہوئے اور جو یہودی
ہوئے اور صابی اور عیسائی جو خدا پر
اور روز قیامت پر ایمان لایا اور اچھے
کام کئے، تو ان پر کوئی خوف نہیں اور نہ
وہ غمگین ہونگے،

اس کے بعد ہی اس کا ذکر ہے کہ یہودیوں نے ہمیشہ رسولوں کا انکار کیا اور نصاریٰ توحید کو چھوڑ کر تثلیث اور الوہیت مسیح میں مبتلا ہو گئے اسلئے اصل اسلام سے یہ دونوں بہت ہی خا[...] گئے

لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ
وَاَرْسَلْنَا اِلَیْھِمْ رُسُلًا ط کُلَّمَا جَآءَھُمْ
رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰی اَنْفُسُھُمْ فَرِیْقًا
کَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ وَحَسِبُوْا اَلَّا
تَکُوْنَ فِتْنَۃٌ فَعَمُوْا وَصَمُّوْا ثُمَّ
تَابَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا
کَثِیْرٌ مِّنْھُمْ ط وَاللّٰہُ بَصِیْرٌ بِمَا
یَعْمَلُوْنَ لَقَدْ کَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰہَ
ھُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ط وَقَالَ

بیشک ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا اور انکی
طرف کئی رسول بھیجے جب کبھی ان کے پاس
کوئی رسول انکی نفسانی خواہشوں کے خلاف
احکام لیکر آیا، تو بعض رسولوں کو جھٹلایا
اور بعضوں کا خون کرنے لگے اور خیال کیا کہ
اس سے کچھ خرابی نہ ہوگی، سو اندھے ہو گئے اور
بہرے پھر خدا ان پر رجوع ہوا، پھر ان میں
بہتیرے اندھے اور بہرے ہو گئے اور اللہ
دیکھتا ہے، وہ جو کرتے ہیں، بے شبہہ وہ کافر

المسیح یبنی اسرائیل اعبدوا اللّٰہ	ہوئے جنھوں نے یہ کہا کہ مریم کا بیٹا مسیح ہی اللہ
ربی وربکم انہ من یشرک باللہ	ہے۔ مسیح نے تو یہ کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل اللہ
فقد حرم اللہ علیہ الجنۃ وماوٰہ	کو پوجو جو میرا اور تمہارا رب ہے بیشک جو اللہ
النار وما للظلمین من انصار	کا شریک بنائے گا تو اللہ نے اس پر جنت حرام
لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث	کر دی اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور گنہگاروں
ثلثۃ وما من الہ الا الہ واحد	کی کوئی مدد کرنے والا نہیں۔ بے شبہ وہ کافر ہو
وان لم ینتھوا عما یقولون لیمسن	جنھوں نے کہا کہ اللہ تین میں تیسرا ہے حالانکہ کوئی
الذین کفروا منھم عذاب الیم	اللہ نہیں مگر وہی ایک۔ اگر وہ اپنے اس
(مائدہ ۔ ع ۱۰)	قول سے باز نہ آئے تو ان میں کافروں کو ضرور دردناک عذاب پہنچے گا

یہ تو ان یہود و نصاریٰ کے "ایمان" کا حال تھا اس کے بعد اسی رکوع میں ان کے حسنِ عمل کا بیان لیا گیا ہے اور اسی کے بعد ہی ان سے کہا گیا ہے

ولو کانوا یؤمنون باللہ والنبی	اور اگر اللہ اور اس نبی پر اور جو اس نبی پر اترا
وما انزل الیہ ما اتخذوھم اولیاء	اس پر یہ لوگ ایمان لے آتے تو ان کافروں کو
ولکن کثیرا منھم فسقون	دوست نہ بناتے لیکن ان میں اکثر نافرمان ہیں

اسلام یعنی تمام نبیوں اور رسولوں کے دین کا اصل الاصول دو باتیں ہیں، توحید کامل اور رسالت عمومی یعنی اللہ تعالیٰ کو توحید کی تمام صفتوں میں کامل بلا شریک ماننا اور اس کے تمام پیغمبروں اور رسولوں کو یکساں صادق اور راست باز تسلیم کرنا چنانچہ فرمایا،

Marfat.com

أَفَغَيْرَ دِينِ اللّٰهِ يَبْغُونَ وَلَهُ أَسْلَمَ
مَن فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّ
كَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُونَ ۝ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ
وَمَا أُنزِلَ عَلَيْنَا وَمَا أُنزِلَ عَلٰى
إِبْرٰهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ
وَالْأَسْبَاطِ وَمَا أُوتِيَ مُوسٰى وَعِيسٰى
وَالنَّبِيُّونَ مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ
أَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ۝
وَمَن يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَن
يُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ
الْخٰسِرِينَ ۝
(آلِ عمران ۶۰)

کیا وہ دین الٰہی کے سوا کوئی اور دین چاہتے ہیں
حالانکہ جو بھی آسمانوں میں ہے اور زمین میں ہیں وہ
خوشی سے یا مجبوراً اسلام یعنی فرمانبردار ہوا اور
اسی کی طرف سب لوٹائے جائیں گے (اے پیغمبر) کہہ
ہم اللہ پر اور جو کچھ ہم پر اتارا اور جو ابراہیم پر اور
اسمٰعیل پر اور اسحٰق پر اور یعقوب پر اور ان کی اولاد
پر اتارا اور جو کچھ موسیٰ اور عیسیٰ اور سب پیغمبروں کو
انکے رب کی طرف سے ملا ہم سب کی صداقت کو تسلیم
کرتے ہیں ہم ان میں سے کسی میں کوئی فرق نہیں کرتے
ہم اسی خدا کے مسلم یعنی فرمانبردار ہیں اور جو اسلام
کے سوا اور کوئی دین چاہیگا تو وہ اس سے قبول
کیا جائیگا اور وہ آخرت میں نقصان اٹھانیوالوں

اس آیت سے ظاہر ہے کہ خدا پر اور تمام رسولوں پر ایمان لانا دین اللہ ہے اور اسی کا نام اسلام ہے جس نے اس اصول کو قبول نہیں کیا وہ آخرت میں نقصان اٹھائیگا۔ آل عمران میں ہے کہ یہود و نصاریٰ تاویلاتِ باطلہ اور اتباع متشابہات کی وجہ سے گمراہ ہوگئے یعنی دین اسلام سے روگرداں ہوکر اختلافات میں پڑ گئے۔ فرمایا،

إِنَّ الدِّينَ عِندَ اللّٰهِ الْإِسْلَامُ
بیشک دین خدا کے نزدیک اسلام ہی اور

وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ إِلَّا
مِن بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا
بَيْنَهُمْ وَمَن يَكْفُرْ بِآيَاتِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ
سَرِيعُ الْحِسَابِ فَإِنْ حَاجُّوكَ فَقُلْ
أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ
(آل عمران-٢)

جن کو کتاب دی گئی، انھوں نے علم آنے کے بعد
اُس میں آپس کی ضد کے سبب اختلاف کیا
اور جو اللہ کی آیتوں کا انکار کریگا تو اللہ جلد
حساب لینے والا ہے، تو اگر اے پیغمبر یہ تجھ سے
کج بحثی کریں تو کہدے کہ میں نے اور میرے پیرو
نے تو اپنے کو خدا کا تابع فرمان (مسلم) کردیا ہے،

اسی کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ سے سوال کریں کہ وہ اسلام کو قبول کرتے ہیں یا نہیں؟

وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ
أَأَسْلَمْتُمْ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا
وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ
وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ،
(آل عمران-٢)

اور اے پیغمبر ان سے جن کو کتاب دی گئی اور
عرب کے جاہلوں سے کہدے کہ کیا تم نے بھی اسلام
قبول کیا اگر کیا تو انھوں نے سیدھی راہ پائی
اور اگر انکار کیا تو تجھ پر صرف پہنچا دینا ہے،
اور اللہ بندوں کو دیکھتا ہے،

یہود و نصاریٰ کو اس اسلام کے قبول کرنے پر ہدایت تامہ ملنے کی بشارت ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اسلام ہدایت تامہ ہے یہی دین ہے جس کو یہود و نصاریٰ اور تمام اہل مذاہب نے جو کسی گذشتہ پیغمبر کی اُمت ہوں کھو دیا تھا، اور اب جس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دوبارہ دنیا میں پیش کیا گیا ہے، اسلئے جو ہدایت اُن قوموں کے پاس تھی وہ ناقص تھی، اور

Marfat.com

اسلام جس کو لے کر آیا وہ کامل ہے، نیز یہ معلوم ہوا کہ جن آیتوں میں یہ کہا گیا ہے کہ "جو ایمان لائے اور جو یہودی ہوئے، اور نصرانی اور صابی جو بھی خدا اور یوم آخر پر ایمان لایا، اور اس نے نیک کام کیا، اس کو خوف وغم نہ ہوگا،" اُن میں خدا پر ایمان لانے سے مقصود توحید کامل ہے، اور اس کا یہ منشا نہیں کہ یہود و نصاریٰ اور صابی وغیرہ اپنے موجودہ گمراہ عقیدے کے باوجود نجات کے مستحق ہیں، یہود و نصاریٰ کیا مسلمان بھی اس توحید کامل کے بغیر نجات کے مستحق نہیں، جب تک مسلمانوں کا ایمان اور عمل صالح ٹھیک اس تعلیم کے مطابق نہ ہو جو ان کے رسول کے ذریعہ سے دنیا میں آئی ہے، یہ اصول ہر ایک کے لیے ہے، خواہ وہ مسلمان ہو یا یہودی، عیسائی ہو یا صابی، غرض کسی نبی کی پیروی کا مدعی ہو۔

نبوت محمدی کا یہ دعویٰ نہیں کہ وہی ایک ہدایت ہے، اور اُسکے سوا سب ضلالت ہے، بلکہ یہ دعویٰ ہے کہ وہی ایک کامل ہدایت ہے، اور بقیہ مذاہب سابقہ موجودہ حالت میں ناقص ہیں یعنی وہ ابدی کامل ہدایت جو اپنے اپنے وقتوں میں سب نبی لیکر آتے رہے، چونکہ انکے پیرو اپنے تاویلات، تحریفات، تصرفات اور اختلافات سے اسکو برباد کرچکے تھے، اسلئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی کو لیکر آخری دفعہ تشریف لائے اور اب وہ ہدایت ہمیشہ کامل رہیگی کبھی ناقص نہ ہوگی کیونکہ اسکا صحیفہ ہدایت (قرآن) تحریف و اختلافات اور تصرف سے محفوظ و پاک رہے گا،

یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ کو نبوت محمدیؐ کی دعوت جہاں دی گئی ہے ہدایت کی بشارت بھی سنائی گئی ہے، چنانچہ اسی آیت میں جو اوپر گزری یہ ہے:۔

وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ۭ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا (آل عمران-٢)

اے پیغمبر ان سے جن کو کتاب دی گئی اور عرب کے جاہلوں سے کہہ کیا تم اسلام لائے اگر اسلام لائے تو انھوں نے ہدایت پائی

سورہ بقرہ میں ہے،

قُولُوا آمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا
وَمَا أُنزِلَ إِلَىٰ إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمٰعِيلَ
وَإِسْحٰقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَمَا
أُوتِيَ مُوسَىٰ وَعِيسَىٰ وَمَا أُوتِيَ النَّبِيُّونَ
مِن رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ
مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ، فَإِنْ
آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا
وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ
(بقرہ ۱۶-۱۰)

ہدایت پانے کے معنی یہ ہیں

(اے مسلمانو!) کہو کہ ہم اللہ پر اور جو ہماری
طرف اترا اور جو ابراہیم اور اسمعیل پر اور اسحق پر
اور یعقوب پر اور انکی اولاد پر اترا، اور جو
موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور سب پیغمبروں کو انکے
پروردگار کی طرف سے دیا گیا، سب پر ایمان لائے
ہم ان میں سے کسی میں کچھ فرق نہیں کرتے،
اور ہم اسی خدا کے مسلم یعنی فرمانبردار ہیں،
تو اگر یہ بھی اسی طرح ایمان لائیں جس طرح تم نے
ایمان لایا تو انہوں نے سیدھی راہ پائی، اور اگر

یہود و نصاریٰ اور اہلِ کتاب کو تعلیم محمدی کی طرف دعوت اسی "ہدایت" کے پانے کے لیے ہے، جو اسلام یعنی انبیاء کے دینِ ازلی سے عبارت ہے اور جس کو لیکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اور اب فلاح و نجات اسی کے ماننے پر منحصر ہے

وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ
وَمَا أُنزِلَ مِن قَبْلِكَ وَبِالْآخِرَةِ
هُمْ يُوقِنُونَ أُولٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّن
رَّبِّهِمْ وَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ
(بقرہ ۱)

جو اسکو جو تیری (پیغمبر) طرف اترا اور جو تجھ
سے پہلے اترا دونوں کو مانتے ہیں اور پچھلی زندگی
پر یقین رکھتے ہیں وہی اپنے پروردگار کی ہدایت
پر ہیں اور وہی کامیاب ہیں،

حضرت موسیٰؑ کے قصے کے بعد فرمایا کہ رحمتِ الٰہی گو عام ہے مگر نعمت خاص طور سے ان کا حصہ ہے جو تعلیم محمدی کو قبول کریں اور وہی نجاتِ کامل کے مستحق ہیں۔

وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَأَكْتُبُهَا — اور میری رحمت ہر چیز کو سمائے ہے تو اس رحمت

لِلَّذِينَ يَتَّقُونَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ — کو میں ان کے لیے لکھ دونگا جو پرہیزگار ہیں اور زکوٰۃ

وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا يُؤْمِنُونَ الَّذِينَ — دیتے ہیں اور جو ہمارے حکموں کو مانتے ہیں

يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ — جو اس اُن پڑھ رسول پیغمبر کی پیروی کرتے

الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ — ہیں جس کو وہ اپنے ہاں توراۃ اور انجیل

فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ — میں لکھا پاتے ہیں، جو اُن کو نیکی کا حکم دیتا ہے

بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ — اور برائی سے باز رکھتا ہے اور اچھی چیزوں کو

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ — اُن کیلئے حلال کرتا اور بُری چیزوں کو حرام

الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ — کرتا ہے اور اُنکے بندھن کو اور اُن زنجیروں

وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ — کو جو اُن پر پڑی تھیں اُٹھاتا ہے تو جنہوں نے

آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ — اس پیغمبر کو مانا اور اسکی تائید کی اور اسکی مدد کی

وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنْزِلَ مَعَهُ — اور اس روشنی کے پیچھے چلے جو اسکے ساتھ اتری

أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ قُلْ — وہی کامیاب ہیں، کہدو اے پیغمبر کہ اے

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ — انسانو میں تم سب کی طرف محمد اللہ کا رسول

جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ — ہوں جسکی آسمانوں اور زمین کی شہنشاہی

Marfat.com

لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَ
يُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللّٰهِ وَرَسُولِهِ
النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَكَلِمٰتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ
(اعراف - ۲۰)

جس کے سوا کوئی خدا نہیں وہی جلاتا اور
مارتا ہے سو اللہ اور اسکے اس ان پڑھ
پیغام رساں رسول پر ایمان لاؤ اور جو اللہ کی
اور اسکی باتوں پر ایمان رکھتا ہے اور اس رسول
کی پیروی کرو تاکہ تم سیدھی راہ پاؤ

ان آیات میں صاف ظاہر کر دیا گیا کہ گذشتہ مذاہب کے پیرووں کو محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا اس لیے ضروری ہے کہ وہ دینِ خالص جو انسانی تصرفات اور آمیزشوں سے گم ہو گیا تھا وہ صحفِ الٰہی کی پیشینگوئیوں کے مطابق آپ کے ذریعہ سے پھر نکھارا گیا ہے، اور جن اضافوں اور جزئیات احکام کی سختیوں کو انسانوں نے اس میں شامل کر دیا تھا، وہ آپ کے ذریعہ سے دور کی گئیں، نیز آپ عالمگیر پیغمبر بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں، اس لیے ہدایت نامہ، نبوتِ عمومی اور نجاتِ کامل اور فلاحِ عام اب صرف وحیِ محمدیؐ کے اندر محدود ہے،

الغرض دینِ محمدیؐ کو قبول کرنا اس لیے تمام انسانوں پر ضروری ہے کہ وہ دینِ ازلی جو ہر مذہب کا جوہر تھا اور جو اس کے پیرووں کی تحریف و تصرف سے برباد ہو گیا تھا، اسی کو صحیفۂ محمدی لیکر آیا ہے، اب وہ ہمیشہ محفوظ رہیگا، کیونکہ اسکا نبی خاتم النبیین ہے، اسکا دین کامل دین اور اسکا صحیفہ تمام صحفِ الٰہی پر مہیمن اور حاوی ہے، اور قیامت تک خدا کی طرف سے اس کی پوری حفاظت اور بقا کا وعدہ کیا گیا ہے، یہ چاروں دعوے یعنی تکمیلِ دین، قرآن کا مہیمن ہونا، قیامت تک اس کا محفوظ و باقی رکھنا، اور ختمِ نبوت، حسبِ ذیل دلائل سے ثابت ہیں،

تکمیلِ دین

قرآن کے سوا کسی اور صحیفہ نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ مکمل ہے، اور اس کے ذریعہ سے دینِ الٰہی اپنے تمام اصول و فروع (مناسک مناہج و شرائع) کے لحاظ سے تکمیل کو پہنچ گیا، بلکہ گذشتہ مذاہب میں سے ہر ایک نے اپنے وقت میں یہی کہا کہ اس کے بعد ایک اور نبوت آئیگی جو اس کے کام کی تکمیل کرے گی۔ خدا نے حضرت موسیٰ سے فرمایا،

"میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنا کلام اسکے منہ میں ڈالونگا، اور جو کچھ میں اُسے فرماؤں گا، وہ سب اُن سے کہے گا۔" (استثنا ۱۸-۱۹)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ کے بعد اُن کے مانند ایک اور نبی آنے والا تھا جس کے منہ میں اللہ تعالیٰ خود اپنا کلام ڈالے گا، اس سے ثابت ہوا کہ حضرت موسیٰ کی طرح ایک اور صاحب شریعت نبی خدا کے نئے کلام کے ساتھ آئیگا، اسی طرح حضرت عیسیٰ نے بھی کہا:۔

"لیکن وہ فارقلیط (احمد) پاکیزگی کی روح ہے، جسے باپ (خدا) میرے نام سے بھیجے گا، وہی، تمہیں سب چیزیں سکھائیگا، اور سب باتیں جو میں نے تم سے کہی ہیں تمہیں یاد دلائیگا (یوحنا ۱۴-۲۶)

اور وہ فارقلیط (احمد) آکر دنیا کو گناہ سے راستی اور عدالت سے قصوروار ٹھہرائیگا، گناہ اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لائے ..... میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تم سے کہوں، پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے، لیکن جب وہ یعنی سچائی کی روح آئے گی تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتائے گی، اس لیے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ سنے گی سو کہے گی، میری بزرگی کرے گی۔" (یوحنا ۱۶-۲۰)

حضرت عیسیٰ نے بھی اپنے کلام کو منوز نا تمام ہی فرمایا، اور ایک آئندہ آنیوالے کا پتہ دیا،

جو اُس کی تکمیل کریگا۔

آخر وہ موعود والا امم (صلی اللہ علیہ وسلم) آیا اور دعویٰ کیا کہ میں موسیٰ کے مانند بنی اسرائیل کے بھائیوں یعنی بنی اسمٰعیل میں سے آیا ہوں، اور میرے منہ میں خدا نے اپنی بولی ڈالی ہے اور یہ دعویٰ کیا کہ میں ہی وہ سچائی کی روح ہوں جو مسیح کی اصلی بڑائی ظاہر کرنے، سچائی کی راہ بتانے اور مسیح کی ادھوری بات کو کامل کرنے کے لیے آئی ہے میں اپنی نہیں کہتا بلکہ وہی کہتا ہوں، جو اوپر سے سنتا ہوں اور آخر زمانۂ نبوت کے ختم پر وحیِ الٰہی نے اس کی زبان سے یہ اعلان عام کیا،

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَ	آج میں نے تمہارا دین کامل کردیا، اور اپنی
اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ	نعمت تم پر تمام کردی، اور تمہارے لیے
لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ ۱)	اسلام کا دین پسند کیا،

اسی تکمیل کا یہ اثر تھا کہ اُس نے یہود کے بعض سخت فقہی احکام کو جو اُن کی سخت گیری کیلئے اُن پر عائد تھے اور اصل دین ابراہیمی میں داخل نہ تھے[۱] یا انسانوں کے اضافے اور تصرفات تھے بدل کر ایسے مناسب اور آسان احکام عطا کیے جو ہر زمانہ کے لیے موزوں ہو سکتے ہیں، اسی لیے اس نے اپنے بعد کسی آنے والے پیغمبر کی پیشینگوئی نہیں کی، نہ کسی نئے کلام کے نزول کی خبر دی، نہ کسی نئی شریعت کا منتظر کیا، کہ تکمیل کے بعد اب کسی نئے آنے والے کسی نئے کلام اور کسی نئی شریعت کا موقع کہاں؟ اور اسی بنا پر قرآن نے ہر جگہ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ (جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے نازل کیا گیا) پر ایمان لانے کی تاکید کی لیکن وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ بَعْدِكَ کے قبول کرنیکا کہیں اشارہ تک نہیں کیا،

---

[۱] دیکھو آیت كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ الآیہ (آل عمران ۱۰)

Marfat.com

قرآن مہین کتب ہے	اس دینِ کامل کا صحیفہ تمام اگلی کتابوں کا مصدق ہے،

مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (مائدہ ۷) — اپنے آگے کی کتابوں کی تصدیق کرنے والا

وہ تمام اگلی کتابوں کی صداقتوں اور تعلیموں پر مشتمل ہے، اس لیے جو کوئی اس صحیفہ کو قبول کرتا ہے، وہ تمام اگلی کتابوں کی صداقتوں اور تعلیموں کو قبول کر لیتا ہے، یہ حیثیت قرآن کے سوا کسی دوسرے صحیفہ کو حاصل نہیں، فرمایا،

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا	اور ہم نے اے محمدؐ تیری طرف سچائی کیساتھ
لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ	یہ کتاب اتاری جو اپنے سے پہلے کی کتاب کی
مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ (مائدہ ۷)	تصدیق کرتی ہے اور اس پر شاہد و حاوی ہے،

لفظ مہیمن کی تفسیر اہلِ زبان مفسروں نے یہ کی ہے:-

ابن عباسؓ شاہد اور امین، قرآن اپنے پہلے کی ہر کتاب کا امین ہے،

قتادہؓ قرآن سے پہلے جو کتابیں تھیں، اُن کا وہ امین اور شاہد ہے،

غرض قرآن اگلی کتابوں کی صداقتوں اور سچی تعلیموں کی امانت اپنے اندر رکھتا ہے،

قرآن محفوظ ہے اور رہیگا	پیغمبر کی تعلیم کی حفاظت اُس کے صحیفہ الٰہی کی حفاظت پر موقوف ہے قرآن

سے پہلے کوئی کتاب الٰہی دانستہ اور نادانستہ لفظی تحریفات اور تصرفات سے پورے طور پر بری نہیں رہی، لاکھوں پیغمبروں میں سے چند کے سوا کسی کا صحیفہ دنیا میں باقی نہیں اور جو باقی ہے وہ فنا ہو ہو کر نئے نئے قالب میں بدلتا رہا ہے، توراۃ جل جل کر خاک ہوئی، پھر ان سوختہ اوراق سے تحریر کی گئی، اور ترجموں کی تحریفات سے اپنی اصل کھو بیٹھی، انجیل میں تحریف و جعل تو اسی زمانہ میں شروع ہو چکا

Marfat.com

تھا، پھر مذہبوں کی کثرت بیونت نے حقیقت بالکل مشتبہ کردی، زردشت کا صحیفہ سکندر کے ذمہ ہوا اب حرف گنتا تھا ایک حصہ بچا کھچا رہ گیا ہے، ان کتابوں کا یہ حال اسلیئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انکو دائمی اور آخری کتابیں بناکر نہیں بھیجا تھا، اسی بنا پر اُن کی دائمی حفاظت کا وعدہ نہیں کیا گیا، لیکن قرآن کی نسبت یہ وعدہ ہوا کہ وہ ہمیشہ کے لیے باقی اور محفوظ رہے گا، اسکی بقا اور حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لی اور فرمایا اور کس وثوق سے فرمایا،

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ، (حجر-۱)

ہم نے اس نصیحت (کی کتاب) کو اتارا اور بے شبہ ہم ہی اسکی حفاظت کرنے والے

یہ وعدۂ الٰہی ایک اور آیت میں ان الفاظ میں دہرایا گیا ہے،

اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهٗ وَقُرْاٰنَهٗ فَاِذَا قَرَاْنٰهُ فَاتَّبِعْ قُرْاٰنَهٗ، ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (قیامہ-۱)

بیشک ہمارے ذمہ ہے اس (قرآن) کو سمیٹ کر رکھنا، اور اُس کا پڑھنا، پھر جب ہم پڑھیں تو تو اس کے پڑھنے کے ساتھ رہ، پھر بے شبہ ہم پر ہے اسکو کھول کر بتانا،

اس آیت میں قرآن کی قرأت یعنی لفظ و عبارت اور بیان یعنی معنی دونوں کی ذمہ داری خدائے تعالیٰ نے خود اپنے اوپر لی ہے، تیسری آیت میں اسکی تصریح ہے کہ اس حق میں باطل کی آمیزش کبھی رہ نہ پاسکے گی، فرمایا،

وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ

اور بیشک یہ قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو غالب ہے باطل نہ اسکے سامنے سے اور نہ اس کے

تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ، ... پیچھے سے اس کے پاس آئیگا ایک حکمت والے

(حٰم السجدہ ۲-۵) ... اور خوبیوں والے کی طرف سے اترا

اس کتاب کو غالب فرمایا گیا، یعنی جو اپنے ہر حریف کو اپنے دلائل کے زور سے پست کر گی. باطل نہ اس کے سامنے سے اس میں مل سکتا ہے اور نہ پیچھے سے یعنی نہ لفظ و عبارت کی طرف سے اور نہ حقیقت و معنی کی جہت سے، کیونکہ وہ ایک حکمت والے کی طرف سے اتری ہے، اس لیے وہ اپنی حکمت و دانائی کی تعلیم سے غالب رہیگی، اور چونکہ وہ ایک سراسر خوبیوں والے کی جانب سے عطا ہوئی ہے، اس لیے ہر باطل کے عیب سے پاک رہے گی،

یہ قرآن کا اپنا دعویٰ ہے، اور ساڑھے تیرہ سو برس کی تاریخ اس کی صداقت پر گواہ ہے

ختم نبوت

مقدمات بالا کا نتیجہ گو خود یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی نبی کی، قرآن کے بعد کسی صحیفہ کی اور اسلام کے بعد کسی دین کی ضرورت نہ ہو، لیکن وحی محمدیؐ نے ہر شک کے ازالہ کے لیے آگے بڑھ کر یہ تصریح بھی کر دی کہ اب نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو گیا، اور اب آپ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں کہ دین کامل اور صحیفہ الٰہی محفوظ ہو چکا، اور ہدایت ربانی کے دروازہ کے بند ہونے کا خطرہ دور ہو گیا، چنانچہ خود تاریخ انسانی گواہ ہے کہ بعثت محمدیؐ کے بعد سے دنیا کی حالت بدل گئی، متفرق قومیں پیوستہ ہو گئیں، زمین کے کونے ایک دوسرے سے مل گئے اور توحید کامل کا غلغلہ عرش سے فرش تک بلند ہو گیا، اور خدا کے تمام رسولوں کو سچا اور صادق ماننے کا ولولہ آہستہ آہستہ ترقی پانے لگا، یہاں تک کہ ان قوموں نے بھی جو مسلمان نہیں ہوئیں، ان دونوں صداقتوں کو اصولاً تسلیم کر لیا،

Marfat.com

وحدتِ ادیان اور دین اسلام

تفصیلِ بالا کے بعد یہ واضح ہو گیا کہ وحدت ادیان کا منشا کیا ہے، یعنی یہ کہ اصل میں ایک ہی دین ہے، جو تمام انبیا کا مذہب رہا لیکن وہ بعد کو ان کے پیرووں کے صحائف میں تحریف و تصرف کے سبب سے بگڑتا رہا اسی دین ازلی کو لیکر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور اسی کا نام اسلام ہے، جو اپنے صحیفہ کی بقاد حفاظت اور دین کی تکمیل اور نبوت کے اتمام کے سبب سے ہمیشہ قائم و باقی رہے گا، اگر تمام مذاہب سابقہ اپنے اس اصلِ دین پر آجائیں جس کی تعلیم اُن کے پیغمبروں نے دی تھی، تو وہ وہی دینِ ازلی ہو گا جس کا نام اسلام ہے، اور نوحی ابراہیمیؑ، موسویؑ، عیسویؑ اور محمدیؐ دینوں میں سوائے اجمال و تفصیل کے کوئی فرق نہ رہیگا۔ اسی لیے فرمایا گیا

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ آمِنُوا	اے وہ لوگو جن کو پہلے کتاب دیگئی، اس سے
بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِمَا مَعَكُمْ مِنْ	پہلے کہ ہم چہروں کو بگاڑ دیں، اور اُن کو
قَبْلِ أَنْ نَطْمِسَ وُجُوهًا فَنَرُدَّهَا	پیٹھ کی طرف پھیر دیں یا سبت کے گنہگاروں
عَلَى أَدْبَارِهَا أَوْ نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّا	پر جس طرح لعنت کی تھی، ہم اُن پر لعنت
أَصْحَابَ السَّبْتِ ،	کریں، اس وحی پر ایمان لاؤ، جو ہم نے
(نساء - ۷)	اتاری، (قرآن) جو اُن تعلیمات کی جو تمہارے

تصدیق کرتا ہے

مشرکین عرب سے زیادہ اہلِ کتاب کو اس حقیقت کے سمجھنے کا زیادہ استحقاق تھا اسلئے اُنہی کو سب سے پہلے اُس کا منکر نہ ہونا چاہیئے۔

وَآمِنُوا بِمَا أَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِمَا	اور جو کتاب میں نے اتاری جو تمہارے پاس والی کتاب کو
مَعَكُمْ وَلَا تَكُونُوا أَوَّلَ كَافِرٍ بِهِ	سچا بتاتی ہے اُس پر ایمان لاؤ اور تم ہی پہلے کافر نہ ہو

لیکن اُن کی حالت یہ ہوئی کہ

وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ قَالُوْا نُؤْمِنُ بِمَآ اُنْزِلَ عَلَیْنَا وَیَکْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَہٗ ، وَھُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَھُمْ ، (بقرہ ۔ ۱۱)

اور جب ان سے کہا گیا کہ خدا نے جو کچھ اتارا ہے اُس پر ایمان لاؤ تو جواب دیا کہ جو ہم پر اترا ہم اس کو مانتے ہیں اور وہ اس کے سوا کا انکار کرتے ہیں ، حالانکہ یہی قرآن حق ہے اور جو ان کے پاس ہے

[illegible] ۱۲

اس کے برخلاف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس دین کو پیش کیا اس کی بنیاد تمام اگلی نبوتوں اور کتابوں کی صداقت کے تسلیم کرنے پر رکھی گئی یہی سبب ہے کہ اسلام نے مسلمان ہونے کیلئے صرف یہی ضروری نہیں قرار دیا کہ وہ تنہا محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لائے بلکہ یہی قرار دیا کہ وہ تمام اگلی نبوتوں اور صحیفوں پر بھی ایمان لائے چنانچہ خود قرآن کی شہادت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف اسی کی تکلیف نہ تھی کہ آپ کے ہموطن آپ کے صحیفہ کو نہیں مانتے تھے ، بلکہ اس کی بھی تھی کہ وہ اگلے صحیفوں کو بھی نہیں مانتے تھے ، سورہ سبا میں ہے ،

وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ ، بِھٰذَا الْقُرْاٰنِ وَلَا بِالَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْہِ

(سبا ۔ ۴)

اور منکروں نے کہا کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے ، اور نہ اس سے اگلی کتاب پر (یعنی توراۃ پر)

اور اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تصریح کے ساتھ فرمایا کہ جو میری عبدیت اور رسالت کے ساتھ عیسیٰ بن مریم کو بھی خدا کا بندہ اور اس کا رسول اور کلمہ اور خدا کی طرف سے آئی ہوئی روح تسلیم کریگا وہ جنت میں جائیگا (بخاری کتاب الانبیاء ذکر عیسیٰ) الغرض وہ ازلی ابدی دین صرف ایک ہی

تھا، اور تمام انبیاء علیہم السلام اسی ایک پیغام کو لیکر دنیا میں آئے تھے یہی وحدتِ دین کی وہ
حقیقت ہے جس کو قرآن نے اپنے ان الفاظ میں ادا کیا ہے،

يٰاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ
وَاعْمَلُوْا صَالِحًا اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
عَلِيْمٌ وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّ
احِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ فَتَقَطَّعُوْٓا
اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا
لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (مومنون - ۴)

اے پیغمبرو! ستھری چیزیں کھاؤ اور بھلا کام کرو
میں تمہارے کاموں سے آگاہ ہوں اور بیشک
تم سب کی امت ایک امت ہو، اور میں تم
سب کا (ایک) پروردگار ہوں تو مجھ سے
ڈرتے رہو لیکن پھر وہ لوگ اپنے مذہب کو
آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر بیٹھے ہر فرقہ اپنے پاس
ہے اس پر نازاں ہے،

اسی حقیقت کی مزید تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان الفاظ میں فرمائی ہے،

اَلْاَنْبِيَاءُ اِخْوَةٌ لِعَلَّاتٍ اُمَّهَاتُهُمْ
شَتّٰى وَدِيْنُهُمْ وَاحِدٌ
(بخاری کتاب الانبیاء۔ ذکر عیسیٰ)

تمام انبیاء ایسے بھائی ہیں جن کا باپ ایک
ہے اور مائیں مختلف ہیں اور ان کا
دین ایک ہے،

Marfat.com

بسلسلہ سیرت النبی

عقائد

علامہ شبلی نعمانی

نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد

پاکستان

Marfat.com